
سلسلۂ یوسفیہ شمارہ (۱)

کُلیّاتِ محمد قلی قطب شاہ

گولکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۷۳ھ تا ۱۰۲۰ھ)
کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور
ایم اے - پی ایچ ڈی (لندن)

سنہ ۱۳۵۹ھ
۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبۂ ابراہیمیہ مشین پریس
حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جملہ صفحات مع تصاویر ایک ہزار اڑسٹھ (۱۰۶۸)

مجلس اشاعت دکنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ایم اے۔ بی ایس سی۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج صدر

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پرووسٹ جامعہ عثمانیہ رکن

۴۔ مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

۵۔ مولوی عبدالقادر سروری صاحب ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

۶۔ مولوی سید محمد صاحب ایم اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) معتمد

۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ایم اے۔ شریک معتمد

پیش لفظ

اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات
ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ وَلی اورنگ آبادی
جو گیارہویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے
بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ
جھلک پائی جاتی تھی، ٹکسال باہر قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو، جنھوں نے وَلی کی تقلید
میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔
لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وَلی اورنگ آبادی
سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار ولیؔ کے موقع پر "دکن کے مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کر کے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جا رہی ہے اس کے مدِّ نظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہلِ ذوق یہ معلوم کر سکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب **نواب سالار جنگ بہادر** دام فیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولیؔ کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کرلی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کردی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمدؐ قلی قطبشاہ بانیٔ شہر حیدرآباد خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہوگیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اُردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان و ادب کی قدامت مُسلم ہوگئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہوسکتے ہیں بلکہ

شایع کرسکتے ہیں ۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں "

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام، اے ۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام، اے ۔ ال ال بی ۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام، اے ال ال بی ۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام، اے ۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) ..... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام، اے ۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں ۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :-

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن وؔلی کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ وؔلی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ وؔلی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجؔہی، غوؔاصی، نصرؔتی، رستؔمی، وغیرہ وؔلی سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ وؔلی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابلِ قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدرشناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :-

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

فہرست

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط در غلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر وسکون اور محنت وہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پا سکتا تھا۔

سید محمد اعظم

دوسرا حصّہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

پہلا حصہ
نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)



سلطان محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصہ

دیگر اصناف سخن

(صفحات ۱ تا ۶۴)

فہرست تصاویر

عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے اثنا میں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روحِ غالب" اور "مکتوباتِ شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اثنا میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادبِ اُردو، ارشاد نامہ، رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقایق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہوتے تو شاید "کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ" آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظرِ عام پر آجاتا۔

یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہلِ اُردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شامل حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے "سلسلۂ یوسفیہ" قایم کر کے دکنی مخطوطات کی اشاعت کی

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسبِ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر
۲۔ حدائق السلاطین " " " "
۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "
۴۔ ماہ نامہ کتب خانہ " " "
۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن
۶۔ احوال حیدر آباد " برٹش میوزیم "
۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "
۸۔ قطب مشتری " انڈیا آفس "
۹۔ تاریخ نذر چندولال " ادارۂ ادبیات اُردو

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں۔ "نام نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معز کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض الفاظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کر دی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کنے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(مثل)

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

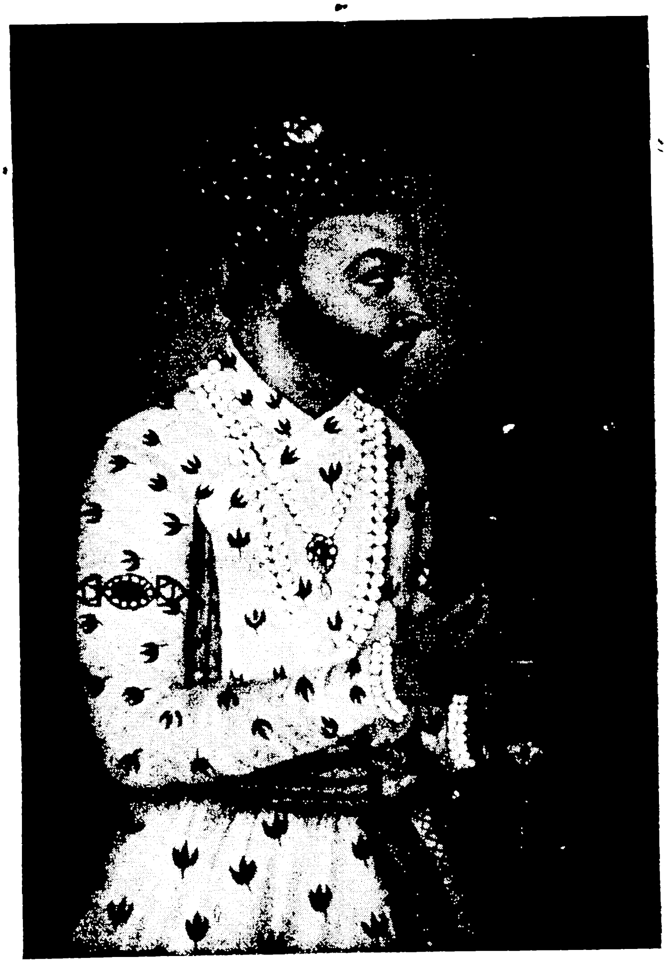
سید محی الدین قادری زور

خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق سنہ ۱۰۲۵ھ میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل کرتے ہیں۔

مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین۔ مطبع صدیقی حیدرآباد سنہ ۱۳۵۰ھ
۱۲۔ تاریخ فرشتہ۔ ” نولکشور سنہ ۱۸۸۴ء
۱۳۔ برہان ماثر۔ ” دہلی سنہ ۱۹۳۶ء
۱۴۔ حدیقۃ العالم۔ ” سیدی حیدرآباد سنہ ۱۳۰۹ھ
۱۵۔ گلزار آصفی ” محمدی سنہ ۱۳۰۸ھ
۱۶۔ تاریخ ظفرہ ” حکیم برہم گورکھپور سنہ ۱۹۲۷ء
۱۷۔ ماثر دکن ” جامعہ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۴ء
۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ
۱۹۔ تاریخ دربار آصف۔ ” افضل المطابع حیدرآباد
۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدرآباد سنہ ۱۳۲۱ھ
۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ سنہ ۱۹۳۹ء
۲۲۔ محبوب الزمن۔ ” رحمانی سنہ ۱۳۲۹ھ
۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد۔ ” مشیر دکن سنہ ۱۹۰۸ء
۲۴۔ کلام الملوک ” معین دکن سنہ ۱۳۵۶ھ
۲۵۔ وقائع سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر مطبع گلزار ابراہیم مراداباد سنہ ۱۸۸۸ء
۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو ” مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۷ء
۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) ” آریہ اسٹیم پریس لاہور



سلطان محمد قطب شاہ

عبارتِ سرِ لوح

کلیاتِ اشعار فصاحت آثارِ جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین اعنی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنہ حیدر آباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالےٰ فیما تمنا

مُہر۔ مہر سلیمان زحق گشتہ میسر مرا گشتہ ز نقش نگیں حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ

خطبۂ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں سنو اب کتک بین میں | کہ تا ہوئے روشن کہ یو سب کتے تئیں
محبت شہنشاہ کا دل میں آن | رتن کا اپس جو تھے کھول کھان
نچھل نرمل ہر یک بچن خاص لیا | دکھاتس منے دھات اخلاص کا
جتا کچھ بیان کرنے منگتا ہوں میں | شہنشاہ کی اس شفقت کے تئیں
کہ شہزاد پر وو اپے شہر یار | جو کس دھات دھرتے تھے پیار اپار
سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے | لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا اہے
سو کچ مہر تھے اس کروں لیا بیاں | جو جگ دل اپر ہو رہے یو عیاں
محبت یو شہ کا پچھانے اچھیں | کہ تا سب شفقت یو جانے اپیں
جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو | محبت دیا آپ دھرنے تھے سو

لہ۔ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

جو مقطع میں ہرئیک اپس شعر کے — لئے بن سو حضرت علی ناؤں اپے
نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام — بغیر اُن علیؑ کا لیے باج نام
ایک — بغیر — کا نام خود — ود
کہے وصف شہ کا اگر توں جنت — تو ہے وصف میں شاہ کے کم وتا
اتنا ہی
تجنا
تو اب ختم خطبے کوں ظل الہ
کئے منگ علیؑ ولی تھے پناہ

کہ آرام تھا نِل شہنشاہ دل ‌ ‌ ‌ کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹک نِل
وہی دل وہی جیو وہے دم انھا ‌ ‌ ‌ وہی سُک وہی عیش انند جم انھا

. . . .

بجد ہو کے فضل الٰہی نو ل ‌ ‌ ‌ پڑے شعر نا پائیں کر حفظ سکل
اِس دل میں کر فکر سب ایک رات ‌ ‌ ‌ کئے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یو زباں ‌ ‌ ‌ تو در حال کیں مرحبا بے گماں
سو کچ شاعری بیچ شہ دھر کمال ‌ ‌ ‌ بچن کہہ کے موتیاں نمن صدف ڈھال دل
کہے نیں کہیں شعر میں وصف اپس ‌ ‌ ‌ جو اپ شعر کے فن میں اتنا مرس
جو بھی کوئی اچھے شاعر اس دھاوو ‌ ‌ ‌ تو بن وصف اپس کے نہ رے سات؛
اگر کم نو پچاس میں بیت چار ‌ ‌ ‌ کہے باج اپس وصف بیتے سنگار
رہیا جائے نا شاعراں من منیں ‌ ‌ ‌ بن آ کے صفت شعر کے فن منیں
جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر ایک ‌ ‌ ‌ نہ رہیں بن کہے وصف بنا کتیک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار ‌ ‌ ‌ دھرے وصف اپس کوں بہت غار
دنا شعر کہہ بیت میں ٹک بات ‌ ‌ ‌ کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات
کہ یو عین اچھے نش ائے اولیا ‌ ‌ ‌ جو دھرتے انھے وصف اپس کا روا

مقدمہ

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، ویدِ مقدس اور دیوانِ غالب۔ لیکن اگر وہ عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جراءت نہ کرتے واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المرتبت شاعر کے نغموں سے مالامال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہو سکے گا۔ یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولت آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اب عہد حضرت سلطان العلوم آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دئے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں مَدِینَۃُ العِلم بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارناموں سے بھی کسی طرح کم نہیں، اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ مغل اعظم جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دستر خوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاج دار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان داد محل کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رُخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس (۳۲) سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جاسکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہوسکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دیئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرور ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کرلیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کررہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہوسکتا اور

محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں یا جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہوگا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں، مرثیے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان و شکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی و شادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں، اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

حیثیت سے گذارا تھا۔ وہ اپنے باپ سلطان قلی قطب شاہ کے مارے جانے کے بعد ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء میں اپنی جان بچا کر گولکنڈہ سے بھاگا اور اپنے ظالم بھائی جمشید قلی قطب شاہ کی وفات تک بیجانگر ہی میں رہا۔ آخر کار ۹۵۷ھ میں واپس آکر گولکنڈہ پر قبضہ کیا اور قطب شاہی سلطنت کے استحکام میں تیئیس ۲۳ سال تک مصروف رہا۔ اس زمانہ میں اس نے تلنگانہ کے ہندوؤں کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات پیدا کئے کہ وہ لوگ قطب شاہی سلطنت کو اپنی سلطنت اور گولکنڈہ کو اپنی راج دہانی سمجھنے لگے۔ خود تلنگی زبان میں اب تک ایسے کتبے اور کتابیں موجود ہیں جن میں ابراہیم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو تلنگی ادب اور شاعری کا سرپرست بتایا گیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ابراہیم قلی خود بھی تلنگی سمجھتا اور بولتا ہو اور اس کا فرزند محمد قلی تو تلنگی کا ایک بہت بڑا شاعر بھی تھا۔

ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی ہو جیسا کہ تاریخ ماہ نامہ میں لکھا ہے۔ موجودہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں ساکت ہیں۔ افسوس ہے کہ مولف ماہ نامہ نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ لیکن اتنا ضرور

آج اردو بلا شرکت غیرے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہوتی۔

اردو کے اس شاعرِ اعظم کی پیدائش ایک ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ تمام ہندستان مسلمانوں کے زیرِ نگیں تھا اور یہاں کی اسلامی سلطنتیں اپنے تمدنی اور سیاسی عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ فاتحوں کے کشورکشائی اور جنگ و جدال کے ولولے دب چکے تھے اور وہ اس مُلک کے باشندے بن کر ایک مشترکہ تہذیب و معاشرت کے بنانے میں سرگرم تھے۔ ہندستان کی سرزمین نے تاتاریوں، مغلوں، افغانیوں، ایرانیوں اور ترکوں کو اس طرح اپنا بنا لیا تھا کہ یہ پردیسی اس کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور ہندستان سے باہر ان کے لئے کوئی موہنی باقی نہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محمد قلی اور اس کے معاصرین جلال الدین اکبر بادشاہ اور ابراہیم عادل شاہ نورس ہندستانیت کی طرف اتنے مائل ہوئے کہ یہاں کی تہذیب و معاشرت تک اختیار کر لی اور ایک ہندلمانی (ہندو + مسلمان) ثقافت کے بانی ہوئے جو ان کی زندگیوں تک پورے عروج پر رہی۔

محمد قلی کا باپ گولکنڈہ کا مشہور تعمیر کار ابراہیم قلی تھا جس نے اپنا عنفوانِ شباب بیجانگر کی ہندو راج دھانی میں ایک شاہی پناہ گزین کی

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشورستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :۔

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲۔ شہر حیدرآباد کی بنا ۔ اور

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی ۔ ہیں۔

اس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھتے وقت یعنے آصفی دور کے اوائل میں حیدر آباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہ اول** اور **آصف جاہ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہر حال **ماہ نامہ** کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرز معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آبا و اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

اور ان محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کرکے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ، بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہدانہ کروفر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کردیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

محمدؐ کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عیدؐ ہم نوروز

کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے نانوں تھے (نام سے) تو داس ہور ہیا ہی محمدؐ کے گھرا کا ہیں

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نا ڈر

محمد نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام

تج محمد نانوں تے سہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالےٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قرباں کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونیکی سعادت کو

(۳)

نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمدؐ کا قُلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دُنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمدؐ کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں ؎

بادشاہاں کرتے ہیں اپ ال پر جگ میں بڑائی
منج محمدؐ ناوں تھے ہے تاج و دولت خسروانی

اسم محمدؐ تھے اہے جگ میں سوخاقانی منجے
بندہ نبیؐ کا جم اہے سہتی ہے سلطانی منجے

محمدؐ کی غلامی تے محمد قطب شہ ہے
اسی برکت تھے دایم سب خراج کوں لا دیتا

نبیؐ کی غلامی میں ہیں قطب شہ
صفت اس کے ہی ناوں کی چاروں کھنڈ

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے ہیں :-

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی
۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
۱۷۔ ترکمان ۔

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانی، فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎

توں ابراہیم کا فرزند تجھے تج دوستاں سوں مل
جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہہ واں ہے
جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا
جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
اور

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرتؐ پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقۂ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ؎

گناۓ نبی کے جو مولود انداں
ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

نبی صدقے ہے ترکماں داس امام
ہوا او جگت تب سوال و جواب

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج مینروانی
علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اسکے نشانے ہیں

صدقے نبیؐ ترکماں جم راج کرتوں عیشاں
شاہ علی نبی تھے منگ تج شہی دلایا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب
دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاصکر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ ایک عنوان "کلیات کے نسخے" کے تحت درج ہے۔

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنیٰ مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہر حال فارسی اور تلنگی کے تخلص اُسوقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر ۔۔۔ محمد ناؤں لے باندیا ہے سہرا
(نام)

نبی صدقے سدا کہتا ترکماں ۔۔۔ کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا امن واماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ
(تم سے)

"از برادراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود"

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ رو اور عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھالئے ہیں۔ لوگ مجھے اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اِس حد تک خود کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف منہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آگیا۔ جب میں عشق عاشقی کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کرلینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود "ا" کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ا ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

(۴)

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے تو معلوم نہ ہوسکا اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔

محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ:۔

"بہ زیورِ علم و فضل آراستہ و از علم و حکمت بہرۂ تمام داشت"

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن قرأت کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہوگیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:۔

کہیں معانی کوں بھنوا دعاقلاں سارے   ہجے بِسرا ہے ابجد کے کرتے سر تھے یاد

پھر سے

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف

تو نین کے جام کا مے پیکے پڑھتا او حدیث

تیرے

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب   وہ نہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم تمام

یے علم ہور یے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے تا

یہ اور یہ

عالماں بیچارے دِکھ کر اسکی تک میں رہی بھگیا

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں   قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

کہا

اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور ایسے ایسے مضامین بیان کئے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔ خود اس نے اِسکی بھی پیشین گوئی کر دی تھی کہ ؎

نہ لکھ سکے گا کئے شرح منج کتاباں کا

کوئی بھی   میری

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جا سکتیں۔ عالموں نے علم عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں کمال پیدا کیا بلکہ جذبۂ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندۂ جاوید ہو گیا۔ یہ خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج بٹ

فقیہ و زاہداں میاں نے منجے کئے ہیں سراج

عالم مجے سکھائیں گے کیا آپنا علم وہ نانوں کے حروف ہمن دل ہیں میں کلام

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں

مو زبانی کا قلم تجہ وصف لکھنا سک بھجیا

میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا تو دیوے عالماں سب شاباشی مجکوں گاہ گاہ

سب فقیہاں مل الف ناپڑ کہتے یے پڑو

میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدۂ بسنت میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ؎

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہی تو ں تجکو　　معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہی شعر خاقانی

محمود اور فیروز گولکنڈہ ہی کے دو شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا جنہوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

(۵)

شعر و شاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوانِ حافظ کا گویا حافظ تھا۔ غزلیات حافظ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغہائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

معانی کے باتاں تھے جھڑتا نمک (سے) ۔۔۔ جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر (جو)

معانی کے بچن تے نچے نابات (سے / نکلے) ۔۔۔ دسے سب شعر میں میٹھائی افزوں (دیکھے)

اے معانی سب کے بولاں دھرتے ہیں شکر ولیکن

بات تیری پھول منے اس نمک شکر خداداد (کی طرح)

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

باتاں گھریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سو جائے کر اسمان پر ہر اک بچن تارا ہوا

تمہارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید ہم نوروز

ہوا ہے تھے غزل کہنے ہوس اُس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید و ہم نوروز

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہردے صدف موتی جمیا اپ وار تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق عاشقی کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

اپنے صوفی صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنار باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عاشق بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیا کے نام کا ترانۂ عشق گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست خدا کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا بھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنیکی جگہ

(۶)

تصوّف و عرفاں اور حافظ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزادہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہی تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا' کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ رلیوں اور طے منازل میں گذری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں' اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں | معانی کہے بانگ اللہ اکبر

میں فاش کیوں نا ہوں سکی تجہ عشق تھے دو جگ منے (میں) | منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے دار فاش

دیکھے نہیں کوئی نین تج (تجھے) توں سب نین تھے ہے چھپا | تیرے سو نیکے (اچھے) حسن کا دستا ہے سنسار نقش

ذرے سکل جگ بھر رہیں تجہ عشق کے رے گو د میں | تو نور تھے (تیرے سے) ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

معشوق ہور (اور) عاشق ہمیں مل کے دو نوں ہیں | نا آدوتن (رقیب) ہمن منے تیرا ہے رنگ بس

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں (سے) | گاؤ ترانہ عیش کا ہر دم پیا کے نام پر

دنیا کو ہیچ کر جے (جو) کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں | او (وہ) نوا فضل میں یاریاں ہیں ان کا دیے بدل طالع

سب ہیاں کی بھیس لے جاتا ہوں اس سوں ہیلنے (ملے) | دل دیتے نیں ہے منج تو دلدار پکڑے ہور روش

قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھاؤ یاح | منج کوں جو ندھر تمارا یک (ایک) قرار

تجھ دیکھکر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں | نا جانوں دیتا کیا ہی اس کا ہی گرم بازار

جہاں تو واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام (ہے) کس (کسی) سوں | نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منجکوں

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے | جدھر تو واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منجکوں

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا | کسے نا جانوں میں معلوم نیں کوئی تج بغیر (تیرے سوا) منجکوں

معانی عشق جیتا ہوں کر نہ کہہ | جنے (جو) عشق جیتا کہے او (وہ) ہے خام

جنے (جس نے) کامل کیا ہے پیم اپنا | غنی ہے دو جگت میں نیں (نہیں) وو (وہ) محتاج

محبت میں پختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی اور اسکو محبت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق و مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندۂ جاوید ہو گیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان معمور ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں ؎

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

معانی آس تیں کیا بوجھیں اے میخوار
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

سکی کا حسن کیتا جذب مولود
اسی تے منج ہے مجذوب ہاں سو آنند
(مجھے)

معانی کوں تمن غمزیاں تھی نیں ہوش
(سے نہیں)
یہ محفل صوفی بندا ہے نار کھو رنج

دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور
(تمہارے) (مجھے) (اور)
ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار

درد جانے حکیم خوب دانا
ہمار ا درد کیا بوجھیں گے اغیار

منتقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے۔

حافظ

بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم
سخن درست بگویم نمی توانم دید
کہ میخورند حریفان و من نظارہ کنم
ز روی دوست مرا چون گل مراد شکفت
حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم
گدای میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

محمد قلی

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
درست بات کتا ہوں نہ جا سکے منجہ تے دیکھیا
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
سجن کے مکھ تے کھلے ہیں امید پھول مرے
ونڈے کے سر کوں پتھر پڑ پچھاڑ پارہ کروں
شراب خانہ کا منگیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تلے سو تارہ کروں

نبیؐ صدقے فتا نا جانے قطبا   محبت میں بقا پیالہ پیا ہے
عشق کی کتاباں کیا عشق سوں   قطب شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے
نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا   ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجملہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴۸ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے :-

عشق سوں لیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطب   صافی کے اوصاف میں کہے صوفی کی مشرب منجے

محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔ محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جا سکتا ہے' جب یہ خیال پیش نظر رہتا ہے کہ اس زمانہ میں اردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوی تھی جتنی اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل سے مشکل مضامین کو اردو میں

حافظ

(۳)

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور
اے دلِ غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سرِ شوریدہ باز آید بساماں غم مخور
گر بہارِ عمر باشد باز بر تختِ چمن
چترِ گل بر سر کشی اے مرغِ شب خواں غم مخور
ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب
باشد اندر پردہ بازیہائی پنہاں غم مخور
در بیاباں گر ز شوقِ کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور
اے دل از سیلِ فنا بنیادِ ہستی بر کند
چوں ترا نوح است کشتی بان ز طوفاں غم مخور
گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

محمد قلی

یوسف گم سو پھر آگا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نہ کھا
اے ہیا نیہ دکھ دکھیا سو خوب گا حال تجھ
من کا چنتا ہویگا پھر آ کہ جاناں غم نہ کھا
جم بہارِ عمر تج ہے پھر کہ آ گا باغ میں
چتر پھُل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نہ کھا
ہاں تو نا امید نا ہو کو نہ جانے سرِ غیب
کیا اچھیگا پردہ او چھل کھیل پتلیاں غم نہ کھا
او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں جبیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا
اے ہیا یو جاں تھی ناڈر من کا بھاتا ہویگا
تو تجھے ہی نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا
باٹ تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ دکھلائیگا

محمد قلی	حافظ
جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں	مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
شرابخور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں	چرا مذمت رندِ شراب خوارہ کنم
پھولاں کے تخت پہ بیلاؤ میرے سلطاں کوں	بہ تختِ گل بنشانم بتی چو سلطانی
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں	ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

(۲)

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے	گل بے رخِ یار خوش نباشد
بن مدبھلی جھاڑ خوش نہ دیسے	بے بادہ بہار خوش نباشد
گشت چمن و ہوائے کلیاں	طرف چمن و طواف بستاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے	بے لالہ عذار خوش نباشد
ناچے و ناسرو اب سو حالت	رقصیدن سرو و حالت گل
بن نادھنزار خوش نہ دیسے	بے صوتِ ہزار خوش نباشد
مو یار شکر لب و چنپا رنگ	با یارِ شکر لب گل اندام
بن چمّن یار خوش نہ دیسے	بے بوس و کنار خوش نباشد

حافظ

بیرون ز لب تو ساقیا نیست
در دور کسے کہ کام دارد
نرگس ہمہ شیوہ ہائے مستی
از چشم خوش تو وام دارد
ذکر رخ و زلف تو دلم را
وردیست کہ صبح و شام دارد
در چاہ ذقن چو حافظ ایجاں
حسن تو دو صد غلام دارد

محمد قلی

باہر تو ادہر تھے ساقیا تا
اس دور کنے کہ کام لیّا
لوچن ترے شیوہائے مستی
اودِشٹ چنچل تے وام لیّا
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
پو جن سو صبح و شام لیّا
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام لیّا

محمد قلی

باہر تو ادہر تے ساقیا نا
اس دور منے کوئی کام جھی ئے
لوچن ترے شیوہائے مستی
اودِشٹ چنچل تے وام لی ئے
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
یو حسن تھے صبح و شام جی ئے
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام کی ئے

محمد قلی	حافظ
شاہِ رایاں توں ہی رایاں میں رایا غم نہ کھا	ہیچ راہی نیست کاں را نیست پایاں غم مخور
حال ہیرا دوری ناداں ہور کوپ رقیب	حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب
سب تو بوجھیا ہی خدا ہو شاہ مرداں غم نہ کھا	جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور
قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے	حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار
تا اچھے ورد دعا و درس قرآں غم نہ کھا	تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

(۴)

(دو نسخے)

محمد قلی	محمد قلی	حافظ
جے کو کہ ہتا میں جام لیئے	جے کو کہ ہتیلی جام لیتا	آنکس کہ بدست جام دارد
سلطانی جم مُدام کیئے	سلطانی جسم مدام لیتا	سلطانی جم مدام دارد
پانی کہ خضر حیات پایا	پانی کہ خضر حیات پایا	آبی کہ خضر حیات ازو یافت
مدگھر تھے تنک سو جام پیئے	مدگھر تھے.... جام لیتا	در میکدہ جو کہ جام دارد
مو سینۂ داغ درد دو کھوں	مو سینۂ داغ درد دو کھوں	بر سینۂ ریش دردمنداں
تج مکھ نمکی تمام دیئے	رو پوں نمکی تمام لیتا	لعلت نمکی تمام دارد

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اُسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اُسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاں کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

(۷)

کمالِ سُخن اور شاعرانہ تعلّی

موزونیٔ طبع، قوتِ مشاہدہ، بلندیٔ تخیل اور مسلسل مشق، وہ خوبیاں ہیں جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیّل کی کمی نہ تھی اور ان سب سے بڑھکر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پروان چڑھنے میں مدد دی مے و معشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور صاحب ذوق امیروں کے علاوہ، رقاصانِ بزم اور مہ جبینانِ حرم بھی اس کو خوش کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام دست بدست

شعر تیرا معانی صدقے نبی — لکھ لیتے ہاتے ہات گاتے پلات
(پلاتے)

صدقے نبی قطب زماں عیسی نمن بولے بچن — چوندھر تھے جیون کچے بدل عالم اپر چھاوین بعث
(کیطرح) (بادل)

نبی صدقے کہا ہے قطب معبث کا غزل روشن

کہ اسکی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
(اور)

شاعراں پڑتے معانی شعر لیکے — شعر حضرت کی مدح پر پڑنا ہوں
(لیکر)

محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سُن

سکیاں متیاں ہویاں پو جو شرابا پی غیوراکے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم ہنہاتے تھے — نبی دولت شعر میرا شکر منے جگاتی ہے
(کیطرح)

محمد قلی بھی اکثر باکمالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے باکمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ اپنی قدر و منزلت میں زر و جواہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنے کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دُو ٹکڑے موتیوں سے میرا ایک دُردانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہوجانے کا سبب پہلے بیان کیا جاچکا ہے ۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی ۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی ۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے ۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبیؐ و آلِ نبیؐ کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی کے لئے مخصوص ہے ۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کرسکتا تھا ۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا رندمشرب اور بے باک آزادہ رو شاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا محتاط اور جوشِ عقیدت سے لبریز ہوجائے گا ۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہوگئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے ؎

قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست ۔ تب ہی
سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے

نئے نئے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھکر عام دعویٰ استادی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

قطبِ زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری
خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد[1] جس طرح
شہنامے کی کہانیاں سر تھے سُناتی منجکوں

ایک قصیدے میں اُس نے خود کو اپنے زمانہ کا انوری قرار دیا ہے اور مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنے شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد کی جتنی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

---

[1] شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

نزاکت بیانی، جدت آفرینی، جودتِ طبع، اور استادی و صاحب کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
لیکر آووں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں
نکو لیا دو گھڑوں موتی ۔ مو یک دردانہ ہے باعث

شعر تیرا در و گوہر ہے معانی سب میں
شعر حافظ کے سراو پر اہے تاج پرویز

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے
فلک پر یو غزل سن سن کے ہووے مشتری بیہوش

یاتاں کی یے نزاکت ین شاعراں نہ بوجھیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لیے بحوراں میں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں خدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اُردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے صحیح کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اس نے ہر قسم کے موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصۂ چچلم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوانِ شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جھگھٹا رہتا اور رمضان اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد مرتاض اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رندِ شاہد باز ہونے پر شاید شبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں:۔

(۸)

عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گذار دی مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابوالحسن تانا شاہ کو بدنام کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تانا شاہ کو بڑا عیاش اور رند بدمست مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تانا شاہ کو ان کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگ متی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کیئے تھے اور خاص کر اپنے لیئے ایک رفیع الشّان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش وزیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اُس وقت اُس کی منظورِ نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم تھے کرو عیش جم بارہ پیاریاں سو بار ے
(سے) (کے ساتھ)

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مُبارک منج اچھو یو عید مولود پیغمبرؐ ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
(ہو) (اور) (سے) (اور)

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل ہیں درج کی جاتی ہیں سب سے پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:—

(۱) ننھی (۲) ساونلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی (۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری (۱۹) حیدر محل۔

ان بیسوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظور نظر تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانب جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر "محل کوہ طور" کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ بُرج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے :۔

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے۔"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دڈی نظر ‏ ‏ ‏ تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لیئے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۸) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو۲ نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ:—

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں، نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہیئے کہ قطب زماں کو

ننھی کی جیسی حسین تو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے کنارے عجیب وغریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطب شہ کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دو تارے پر عجیب تان بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :-

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں، تم سمیٹ کر ان کو خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی مہکاٹ عاشق کی روح کو مہکا دیتی ہے، خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی ہے جیسے سانت کی بارش سے مہکتی ہو، تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

بھوُں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہیئے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے
اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں ننھی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے
لکھا ہے کہ :-

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل
کونلی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سروکو
اُس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی
ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کویل اسکے
بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے
دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔
اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین
بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے :-

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اِسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی ہے معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خطِ سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو ملکِ دکھن (دیکھوں) میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں۔ اے خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو خطا اور ختن بھی نہیں پا سکتے اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکاچوند روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جماتی ہے اور چوٹی میں دونا و بالا باندھتی ہے اپنے کو نلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھووں کو اس طرح چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم و ناز سے کھنچتی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل پتلیوں کو نچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نورتن کو روشنی ملی ہے۔ اور اس کے گلے میں چاند سورج کے حمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی پتلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا اور عقیقوں نے یمن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں مَیں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تار اتنا باریک نہ ہوگا۔ دکھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری سہیلیاں تھیں، میں اُن سب کو بھول گیا۔

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ
دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر ریجھ جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے
کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بےخبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب محوِ خرام ہوتا ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چنور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک بہشتی حور نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللساں ہے، وہ لکھتا ہے :۔

کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دُبلی پتلی ہے کہ

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا۔ چنانچہ کہتا ہے کہ :—

اے سکھیو تم آج جا کر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طراز و دل کا تاج اُسی کے سر سجتا ہے۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارنا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنا لے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے۔ تیرا لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :—

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملاکر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک پُتلی ہے۔ جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال رنگا رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آرہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی عشق کو پہچانتی اور

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس فرقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور، طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ بُرا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سمجھا لے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :-

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سنپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

ہوجائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی کا مول کم ہوجاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ وناز کے ساتھ نکھار کرکے آتی ہے تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح پھول پر شبنم۔ تو اپنی شراب حسن سے سکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام خوبرویوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے :-

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجائی نہیں دیتا' تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ تیرے بیمارِ محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کرسکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

دوسری نظم میں کہتا ہے :—

گوری عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے جھرمٹ کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے سولہ[16] سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری حسن کا پیراوا پہن کر آملی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :—

اے عشق کی تیلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس تیلی کو عشق ومحبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیاری سجتی ہے کہ نہیں، اے گوری تیرے جسم پر سر تا قدم پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے:—

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبیؐ کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

ٹنکے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

۲۔ ساؤنلی بلند و بالا قد۔ دلفریب ساونلا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کونلی معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔ کونلی ایسی دُبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی تہ جبیں کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں، یاقوت اور عقیق یمن کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سرتاپا رنگا رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔ پیاری ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تندمزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں
مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں:—

۱۔ ننھی | بالا قد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی۔ شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔ بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب ہوتی

۱۰۔ محبوب | گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں پٹکہ کسی ہوئی یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتری
۱۲۔ حیدر محل } ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اُس کی عیش وعشرت کی ترجمان ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت عریاں ہیں جن میں اس نے وصال کے پُرکیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ حسن وعشق کے راز و نیاز کا شاید ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگا رنگیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اس میدان کا مرد تھا۔ اس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمایش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

جسم۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی۔ بیحد عشوہ طراز۔

۵۔ گوری چاند سا چمکتا چہرہ۔ روشن پیشانی۔ پراگندہ زلفیں۔ رسیلے ہونٹ۔ مستانہ چال۔ اُبھرا ہوا سینہ۔ تیلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم۔

۶۔ چھبیلی رخسار پر تل۔ ژولیدہ زلفیں۔ شکاری آنکھیں۔ خط سُرمہ کھنچا ہوا۔

۷۔ لالا ہونٹوں میں آب حیات۔ گلابی پھولوں کی طرح دانت۔ سرپستاں سے جوانی ٹپکتی ہوئی۔ مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی۔ عشق و محبت کی پیاسی۔ غمزدۂ فراق۔

۸۔ لالن نقل جیسے ہونٹ۔ ہنس جیسی چال۔ پھول کی کلی سے نازک۔ کم عمر اور ناداں۔

۹۔ موہن جادو سے بھری ہوئی آنکھیں۔ عشوہ طراز اور گن والی۔ چہرہ پر عیش و صال کی کیفیت نمایاں۔ آنکھیں رات کی خماری سے متوالی۔ سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی۔ محبت میں دیوانی۔

آرائش وزیبائش میں مصروف ومنہمک، اورعشق ومستی کی عجیب وغریب کیفیتوں اور جوانی ورعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہر سے کرتی رہتی تھیں۔

(۹)

بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ:۔

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اُس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے:۔

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:۔

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اُس شہر میں رہتا ہوں جو تیری



بھاگ متی (حیدر محل) محمدؐ قلی قطب شاہ کی مشہور محبوبہ

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری سکھیوں کو اپنے چین اور سکھ کے لیے جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے۔ دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی مشتاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو اپنا دیوانہ بنا لیا۔ اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوؤں سے خوب مہکا لیا ہے تا کہ میں لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو سکوں۔ اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے ہَو کے یا ہوس کے مطابق وصال کے مزے اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہ ہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:۔

"و آں قطب فلک اجلال در اوائل پادشاہی بر فاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار ملازم او گردانیدہ تا بالطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شد می نمودہ باشند۔ و در آں ایام چوں از زبونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلائق متنفر و بیزار شدہ بودند قطب شاہ در چہار کروہے بلدہ مذکور شہرے ۔۔۔۔۔۔۔ ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ۔ و در آخر از آں نام پشیمان گشتہ موسوم بہ حیدر آباد ساختہ لیکن درمیان خلائق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدر آباد۔"

(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں) اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ موخر الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے:۔

"پل دریائے موسیٰ بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ بر حسن جانفزائے بھاگ متی طوایف میلے کلی داشت تیار گردید۔ حقیقت آں ایں کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت معہود کہ مواصلت خفیہ لذت بسیار میدہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانہ طوایف مذکورہ در موضع چچلم کہ آبادی بلدہ حیدر آباد بر زمین ہموں موضع واقع است آمد و شد می داشت۔ روزے موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چوں بر سر دریائے موسیٰ رسید دید کہ طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندرونش گذارد فوراً

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔"

بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں:۔

ٹیلا سو تج پشانی ات بھاگ کی نشانی ۔۔۔ کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

نبی صدقے تج نیہہ شہر ہیں ہے قطب ۔۔۔ نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

بھواں کے طاق میں سجدا کروں میں ۔۔۔ ہوئے سائیں مری محفل میں رقاص

قطب شہ پائیا ہے بہا در ۔۔۔ ہوی اپ ناچ تھے کامل میں رقاص

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ:۔

شب برات کی سہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر آ رہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آ رہی ہے جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے، کیونکہ میری پیاری نے

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر رکھ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگیہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہرحال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی ۱۴ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدرآباد میں خود دولت خانۂ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

"درجذبہ عشق و محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بہ زور حفظ حقیقی بسلامت بر آمد" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدر آباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے "چلم کی رقاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں شامل کیا ہے[1]۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدر آباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:-

"بادشاہ در آں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت چنانچہ ہزار سوار ملازم او گردانید تا ہمجو امرائے کبار بدربار آمد و شد می نمودہ باشد۔ لہذا نخست آں شہر حیدر آباد را بہ بھاگ نگر موسوم ساخت و مستقر سریر سلطنت خود گردانید۔ وبعد چندے کہ بھاگ متی ازیں جہاں درگذشت تنبہ شدہ تبدیل آں نام بحیدر آباد نمود۔" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (خافی خاں)، اور گلزار آصفی) میں بھی بھاگ متی محبوبۂ محمد قلی کے نام پر اس شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام بھاگیہ رتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

---

[1] بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب۔ بلگرامی نے بھی اپنی کتاب مآثر دکن صفحات ۲، ۵، ۹ اور ۱۰۶ پر کیا ہے۔

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں عرصے سے جگہ پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ۔"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:۔

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتہ سے بندھا ہوا ہے اور مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں ؎

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی ۔۔۔ شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس

توں سلیمان ثانی و تج برج فیروزی و فتح ۔۔۔ مشتری پایا شرف تیری نظر منظور سے تجھے

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا:۔

ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت ۔۔۔ ع زہرہ و مشتری سوں پاتر نبھا رچاؤ

ندی رو ماولی موتیاں کی آرتی بھر کر ۔۔۔ سو زہرہ مشتری کے ہت پلا ڈلائے آج

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں۔ چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کرانا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کرکے کہہ رہا ہے کہ:۔

سب کو تیرے جوبن سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کوثر کا پیالہ پلاتے ہیں، ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرما جاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے منا کر اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ۔"

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے:۔

اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت آئینہ میں دولھا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں)۔ اور سورج کے طبق سے لے کر نقل و شراب اپنے رخساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔ اس نیک ساعت میں تینوں پرستانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مصری سے آبحیات کے ان گھڑوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ پدمنیاں اور چتنیاں سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہو گئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا کر شہ کو کھلاؤ۔ نبیؐ کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے اس لئے حوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۰۲۰ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی عمر میں وفات پائی۔ کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانۂ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص معشوقہ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت سے نبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے بلبل بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب معشوقائیں اس کو دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (قشقہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف نورتن کے تار بجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑکر بیر بہوٹی کی طرح سُرخ نظر آتی ہے۔

اے قطب شہ تو شکر کر کہ حیدرؑ کی غلامی کی وجہ سے نبیؐ کو یہ نبیؐ ملی جس کی وجہ سے تیرے سر پر تاج سجا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبیؐ کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پراسرار راگ گاتی ہے، اس کے بال میں کنول کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کاجل لگاتی ہے۔ جسم میں نارنجی رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سرمہ کے ذریعے سے میرے دل پر حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ گائے اور یزدانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں جلوے کے لئے کنگن پہن رکھا ہے، وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو پتلیوں کی طرح نچاے وغیرہ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈ دہ رکھا تھا اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھتا ہے :۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر فتح و نصرت کے طبل بجاؤ۔ اے ساقی سیم ساق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں ۔ نہ صرف اس لئے کہ اُس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کر لی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبیؐ و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دقعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا ۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا ۔ محمد قلی کی امن و امان اور عیش و عشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کر دیا کرتا تھا ۔ لیکن اس میں اُس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی ۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا ۔ وہ ہر موقع پر فتح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم مشربوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم وملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا۔[1] گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

---

[1] تاریخ قطب شاہی مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے:۔

"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

تخت نشیں کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت[1] ہے جو ۱۰۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیدر کے مشائخین اور گولکنڈہ کے بعض عمایدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدار سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اُس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ۹۷۴ھ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اُسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنّی امرا اس کے شیعہ ہونیکی وجہ سے اس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں۔ جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اُس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

[1] اس بغاوت میں شاہ راجو صاحب اور اُن کے اکثر معتقدین مثلاً عبدالکریم حوالدار، انور خاں، فتح الملک حوالدار اور حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جملہ اہل سازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ نہ آسکے لیکن خدا بندہ معہ زن و فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمدنگر سے مقابلہ کرتے وقت
اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں
اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں
حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو
یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت
پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ
میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر
اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشیں کرنے کی
سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف
دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور
کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔
جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو
سنہ ۱۰۰۱ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے
کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس دیرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اُٹھے۔

شبہہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد سے بادشاہت حاصل کی تھی اسلئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندوؤں سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہوگئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنّی امرا و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں، اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنّیوں کو خارجی کے نام سے یاد کرکے برا بھلا بھی کہتا تھا[1]۔ لیکن یہ سب وثم ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ سنّیوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہوگا اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[2]۔ اور خاص کر

---

[1] اس بارے میں دیکھو حصۂ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلاد نبی صفحہ ۱۱ تا ۱۳ اور قصیدہ بسنت صفحہ ۳۶۔

[2] قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزا کا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلہ میں "خصوصاً از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :—

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے رہبر اور چھڑانے والے ہیں ؎

نبیؐ صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن
کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہو سب ٹھار رہبر ہے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :—

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا
حیدرؑ سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنجتن کا مہر جم ہما ہو
منج سیس چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اوپر ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندوستان کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو[1]۔ اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :—

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلام مصطفےٰ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

---

[1] ایک آدھ شعر میں اُس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

وہ عیدِ مولودِ علیؑ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؑ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :۔

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں آیک ایک ہندو ہوتا ۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؑ) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے ۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی بُرائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے ۔ اس کے شعر ہیں ؎

تولد ہوئے آج کے دن امامؑ — دیبے جیوں تو اچند ابروئے فرخ
میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ — نیا تے اچھوں ہو کو ہندوئے فرخ
ہمن میل باندے تمن میل سیتی — اُسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
رقیباں بُرائی تمن تم اچھونت — دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :۔

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدرِ کرارؑ کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے ۔

ہزاراں رحمت ہے تجھ پر جو حیدر کا دھر یا دامن — قطب شہ دو جگت میں سروری ہے تجھ وہ سرور سے
تجھے اُس — تھے

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے چنانچہ بعض شعروں میں اُس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے مخاطب ایک ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

سنی کافر کے تبخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب　　سو معجز تجھے (سے) خواج کوں ہے ہیبت گر پڑی کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی　　مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

حق کی نظر تجے (سے) قطبا تیرا بڑا ہے رتبا　　صدقے (میرے) نبی علی ہے تج باعث ہور بانی

بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہما ہو　　مج سیس چھانو (تیرا) چھایا صلوٰت بر محمد (اور)

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں　　ہوا ہوں ان کی غلامی تھی (میرے سر پر) قطب راج دھیراج

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمتریں　　دیو میرا ہت (ہاتھ) پکڑ جلوا سکل شاہاں بیتیں

اماماں (تیرے) میا ہے محمد قطب پر　　نبی ہور علی کی دیا سوں (سب) ہمایا

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر　　سو سارے جگت میں ورا ہی پھرایا

محمد قطب شہ کے سارے وندیاں کوں (دشمنوں کو)　　سو نابود کر کر جگت تھے (سے) گنوایا

یا غلامِ محمدؐ ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہوگیا ہوں اس لئے اے امیرؑ آپ میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلامِ مصطفےٰؐ قطب زماں
مج غلام کمتریں کو دست پکڑو یا امیرؑ

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھکر سنی امراو علمانے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور اس کا میلان نہ پاکر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیر کی نظم میں ایک جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھی حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
ہور رکھ ایماں درست دو جگ میں ہو و منجہ نصیب

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان، ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمدؐ قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
مین جو عاجز داس تیرا یا علیؑ منج دستگیر

منجے پائے ہیں ھن بن کھوتے اس چاہِ زنخداں میں
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھی یا یا ہوں ملت

ہیں میں شیعہ کر کرنے خوارج دشمنی سب سوں
علیؑ ابن ابی طالب ان کوں ما رہت نصرت

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

پایا ہوں ملک کوٹ انن پیار تمیں
منج کوں ہی سدا حیدرؑ کرار معاذ

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں
تو جیتا داؤں میں نپتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

نبی کا ناؤں ہی تیرا محمد قطب شہ ناڈر
قصہ موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبر بکا

نبیؐ صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے
سکل شاہاں کا سو سر تاج ہو مشہور دستا ہے
نظر آتا

نبیؐ ہور آل کے صدقے علی کا داس ہی قطبیا
تو جگ میں پائیا رتبہ سو جم خاقاں سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب
دو جگت میں ہیں تر کماں عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلادِ علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم
حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ اُپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تھے منج راج قایم
خدا زندگانی کا پانی پلایا

قطب شہ کوں مہیا کر دیا سوں پنجتن دائم   حیات ہور بخت دولت سوخضر نمنے جلاتے ہیں

آخر میں ایک شعر اور درج کر دیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو قبول کرنے کی طرف ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

اسی وجہ سے میری عشق کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح جڑ دیا گیا ہے ۔

قطب پنجتن کی غلامی قبولیا   تو اس عشق انگوٹھی میں چند سور بائے

محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ ۱۰۰۱ھ میں مکمل کی جب کہ اُس نے گولکنڈہ میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا۔ یہ شاندار تاریخی علم اب تک موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ کے قدیم عاشورخانہ میں استاد کیا جاتا ہے۔ اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ احدی والف منقوش ہے ۔ اور اس درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء منقوش ہیں ۔

شیعہ عقاید کے قبولنے یا اُن پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور



حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پھلا علم جس پر محمدؐ قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

رقیباں کے دکھوں سیتے قطب شہ توں کر غم　　　　خدا سارے رقیباں کے گلے دام دویگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اُس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں　　　　نواچند کابلی خنجر پکڑ کر بست میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیرؑ سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد مانگتا ہے ؎

کھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج آگ منے　　　　منجکوں سوں دونوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی

اپ پیا تھے اب جم مجھے غم تھے سو کر بے غم مجھے　　　　توں ہی مدد ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار اُن کے گھر بار کو تباہ کردے گی، وہ کہتا ہے ؎

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جسمیں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :-

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا، مجھکو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور آلِ علی کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ کی مخالفت کا غم نہ کھا، خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں ؎

ولا منگ خدا کن کہ خدا کام دویگا
تمن من کے مراداں کے بھرے جام دویگا

خوارج کی اگن قہر کے پانی سو بجھا کا
براہیم نمن تجکوں سکھ آرام دویگا

جے دل میں محبت علی و آل علی ماہ
اُسے خون جگر دار وے ناکام دویگا

نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں
ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دویگا

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے نا امید سا ہونے لگا تھا لیکن
اب تیری دعا با مدعا ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب
حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں ؎

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج
رکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلئے لعل تاج
درخت

لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخشں
تو سرج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج لاج

تیرے مکھ پر خسروی فرمنور دیپتا
تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تجکوں خراج

تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے
رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

وو کھڑگ جھلکا زبجلی ہو کے جھمکے کھن منے
کڑ کڑا اپر کڑ کیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

اے قطب شہ توں دعا تھے ہو رہیا تھا نا امید
تج دعا با مدعا ہے کر محمد نمنے راج
مانند

اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اب کے بارش انند اور اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور
عزیز خوشحال ہیں۔ آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مارے
جانیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ
ہاتھی مست ہو کر چنگھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے سہے دشمنوں کو بھی پامال کروں۔

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمدِ بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :—

آج پھر مرگ' سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقعہ پر لعل کے چہرہ پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منھ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کروفر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اُسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدر آباد
اور
اسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدر آباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدر آباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام[1] بھی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدر آباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

---

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اس دور کی دوسری تاریخوں میں حیدر آباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدر آباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجا پوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں یہ قوسِ قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیری حفاظت کرتی رہیگی

جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کیئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ؎

انداں سیتے بھی آیا مرگ سال — ونڈیاں پامال عزیزاں ہو خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ (پھر) — ونڈیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک نیں گڑگڑا تا امت ہی ہت — کہ شہ کے دُرجناں کو کرے پامال
ان کے دفعہ تیں کچھ نیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اس سپت پاتال
کماں توسِ قزح دینے ملک کوں — ونڈیاں مارن کوں لا محور کے تس بھال
ظفر شہ پائے کر سب دُرجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر مال
نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا — علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعر ایسے ملتے ہیں جنمیں فتح و نصرت کی خوشی کے دمامے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں۔

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۸۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن چیرو کہ در چہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعۂ فضائے دشت و صحرا باغ و بستاں شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع، و سرائے دلکش و نزاہت ریاض فردوس کش غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (صنا)۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد میں لے آؤں ؎

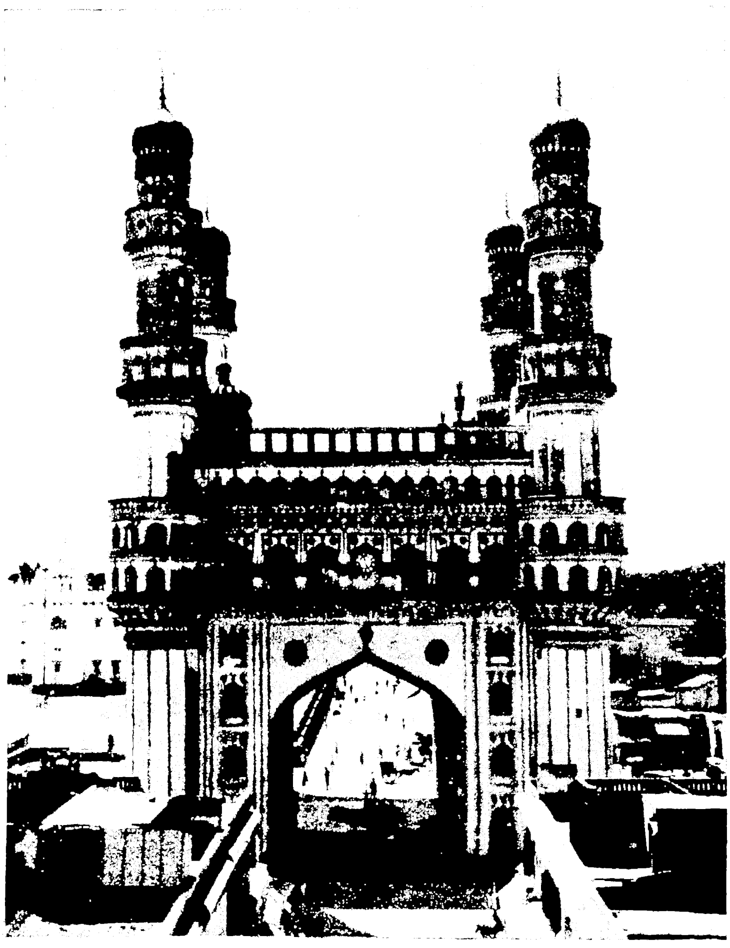
رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس ۔۔۔ لے کر آؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

یہ شہرِ حیدر یا حیدرآباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امرائے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کردئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانبِ مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۰۰۰ھ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زمین کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں[۱] گے لیکن جس جگہ اب چارمنار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس میں

---

[۱] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہوسکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ ساحتِ کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دارالسلطنت حیدرآباد تا



چار مینار ۔ جسکو محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

حوضے است در غایت لطافت وصفا۔ آب نہر تالاب جلیلی در آں میرد" (ص۱۱)

اس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[1]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہدِ آصفجاہ ثانی تک چار منار کے قریب (جہاں اب پولس کا ٹھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

چار منار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ **یاحافظ** سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چار منار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ :-

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سر ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین و ایوان و سائبان و دوازدہ ہزار محلہ متساوی الاضلاع باحداث در آرند۔" (ص۱۹)

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالٰے سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش وزیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :۔

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اُسی طرح معمور کر دے جیسے

تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؎

مناجات میرا تو سن یا سمیع | منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت | مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
اباد ان کر ملک میرا سو توں | بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع
سکل تخت پر میرا یوں تخت کر | انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
مرا شہر لوگاں سوں معمور کر | رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
مرادات کا جم ترنگ سار قطب | اُسے سار ہت دے عنین یا سمیع

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارتِ رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے گگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد سجن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علما، فضلا، اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت جو جڑت سوں نگارے سو بازار قصراں محلّاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلوخانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلوخانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تاکہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلوخانہ کے مغرب کی طرف محلات شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ یا دروازۂ شیرِ علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کرکے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر بابِ عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ فرزونی استرابادی اُسی زمانہ میں حیدرآباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورسپور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدرآباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ:۔

"دریاچہ کہ در برابر دولت محل قرار دادہ اند بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لاینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی راکہ زیر او خالی ست و محل مرور مردم است پر داختہ اند۔ دراں عمارات و مواضع اعجوبہ کار اں را وقت بسیار بکار رفتہ" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا۔ چنانچہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اس روایت کو نقل کردیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب داد محل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا:۔

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک دادمحل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چارمنار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدرآباد کے موجودہ محلۂ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۱۸۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

دادمحل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اُس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اِسی طرف کھول دیئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دکھڑا بیان کرسکیں اور بادشاہ اکثر اِسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

دادمحل چارمنزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

دادمحل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اُس

(یعنے خداداد محل، سجن محل، اعلی محل، حیدر محل، محل کوہ طور، قطب مندر اور حناں محل) اور ایک باغ محمد شاہی کی تعمیر و آرایش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلی محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر پانچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اس وقت موجود نہیں ہے۔

"ایں بلند بلند چیست" ؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا:۔ "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا:۔ "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے:۔

ہر گاہ داد محل را شکستند، در عرصۂ سی سال بشکست رسید..... اکثر عمارات عمدۂ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم"۔

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اُس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ "محل کوہ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہو سکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھ سات محلوں

یافت۔ رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت ایام بآب زندگانیش سرشت
تاریخ مرتب شدنش کلک قضا برلوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

(تاریخ ظفرہ صـ ۱۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :۔

"قصرہائے الٰہی محل و محمدی محل و حید رمحل و توابع و لواحق آں کہ بہ ہفت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصرہا بر روے زمیں بنا نہ شدہ۔" (مطبوعہ صـ ۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اُس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :۔

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لا کر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج، چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

خداداد محل محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خداداد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدرآباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں:۔

معماران نادرہ کار متصل بہ عمارت "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ دراندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروہ لامکاں رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ ...... مشتمل بر قصرہائے مقرنس و غرفہ ہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خداداد محل" موسوم گردید...... ہر یک ازیں طبقات را بہ ایں وجہ موسوم ساختند طبقہ ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقۂ ششم بہ لقب محمدی محل...... طبقہ پنجم بہ حیدر محل...... طبقات چہارم و سیوم...... یعنے حسنی محل و حسینی محل ..... طبقہ دوم جعفری محل و طبقہ اول موسوی محل نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار بادل شاد جشن شاہانہ آراستہ ارکان دولت و خاص و عام سلطنت را از احسان وانعام سرفراز گردانید۔ درآں مجلس میرک معین سبزواری حاجب نظام شاہ کہ در سخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بعرض رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان

کا کام کرکے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم

اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز تئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ :—

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے را میسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بحوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ از قضایائے عجیبۂ غریبۂ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص ۲۲)

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔ اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رُخسار لعل بدخشاں کی برابری کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا مکھڑا سہیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک اور پانی سے زیادہ پتلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[۱] ڈوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[۱] آسمانی رنگ قطب شاہوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

نشیمنِ کوہ بریں و گلگشتِ آں سرزمیں بفرِ قدوم و جلوسِ خسرو نو آئیں بغایت مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شربِ مدام مدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفرہ ص۱۰۸)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :—

جانبِ جنوب متصل بدروازۂ دار السلطنت کوہے واقع ست کہ بنداری خلقت اورا از روز ازل باجزاے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و احجار و طینِ اورا بزلال خرمی و شادی مخمر و منجمد ساختہ اند، ہموارہ فیوضات نامتناہی از مہبطِ انوار الہیٔ برفراز آں کوہ نازل، و غایت فرح و نہایت شادمانی از سیرِ آں نزہت گاہ خاقانِ جہاں را حاصل، و سلطانِ علییّن بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ بربالائے آں کوہ عمارت و قصرے بغایت رفیع، مشتمل برسہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا و غرفہا بہ تکلفاتِ گوناگوں تصرفات موزوں ساختہ اند۔ و بہ پیش آں قصر فلک منظر طاقہاے بلند ساختہ فضائے وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بزیر آں حوضے بطول پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرون آں قصر و ایوان ہا

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اُس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اُسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محلِ کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ:۔

درجانبِ جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسرو زماں فرمود کہ برآں کوہ والا شکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف و جوانب آں انہار و آبشار حوضہائے فوارہ دار و اسمار بے شمار تیار سازند۔ ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ بمین اہتمام شہریار جہاں با تمام رسانیدند۔

اور عرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اُس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اُس میں اُس نے حسب ذیل باتیں بیان کی ہیں :۔

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلقِ خدا اُس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ سے اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بجرہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفراز بردہ جمیع حوضہارا از آب مملو ساختہ فوارہائے بلند را از اں زلال کوثر مثال جوشندہ وچوں ابر مطیر در فضائے ہوا وسطح آب بارندہ گردانیدہ اند دردامنہ کوہ فلک شکوہ مشابہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت واثاثہ پادشاہی دراں گنجد جابجا بنا نمودہ اند وآں جبل پر صفا و نور را مسمّٰی بہ کوہ طور گردانیدہ اند ۔ (ص۵)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پر فضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی و شادابی کو دیکھکر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشین اور کمرے نہایت پر تکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۵۰ا فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشین کا طول ۹۰ فٹ

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشیں میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز

مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی وجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں تو اس محل میں آرام واطمینان سے

زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیر یزداںؑ کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدرآباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف واکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہوجاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانیٔ محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے :—

"بر بالائے آں کوہ عمارتِ فلک شکوہ' برآمدہ جہاں بین و خرم سواد

منارے پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہوجاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہوکر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیادمیں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہِ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے۔ یہ اُن مجموعۂ محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے تھے اور جنکو دولت خانۂ عالی کہتے تھے اور جنکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :-

"درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارتِ عالی مقدار با صفا کہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئین یافتہ جمعے از اعیان و فضلا در آں مکان مقام دارند" (تاریخ ظفرہ ص۱۴)

اِسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۳۰۰ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علما، فضلا، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اُس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان و

عمارات وخضرتِ بساتین وباغات چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح و نشاطِ عیش وعشرتِ انبساط فرمودند وماہرویانِ زہرہ جبیں وشاہدانِ حورالعین بہ اطراف اورنگ شہریار خسرو آئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ وصراحی ہائے راح ارغوانی چوں آفتاب نورانی برفراز آں کوہ تجلی نمود۔ وجامہا چوں بدرِ منیر از آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشانوش بہ محبوبان بادہ نوش دردادند" (ص۵)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی وشادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان عبداللہ نے ۱۰۴۳ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین" دراں عشرت سرا روز وشب بہ عیش وعشرت وطرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہو گیا اور اسی کے کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصرِ جہاں نما بھی محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امرا کی فرودگاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی اور حملہ آوروں نے حیدرآباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ کی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیاء آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہکر خوشیاں مناتے" اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقر عید کی محفل اسی میں سجائی

---

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر و تماشا اور تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ صفحہ ۲۰) یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

فصلاً ٹھہرا کرتے ۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے ۔ مزید ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :۔

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی ۔ اور میری جانِ جاں بن کر اُس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا ۔ اس کا اثر میرے سر میں پھر سے چڑھ گیا ہے ۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹّی ناز سے چڑھائی ہے ۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول گوندھے ہیں ۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان نظر آنے لگا ۔

بھوؤں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے نُقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے ۔

اپنے گلالی گالوں پر اُس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے ، اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں ہزاروں بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے ۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدر آباد پر اچانک

نگارخانۂ چیں ساختند۔

قطعہ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام — کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا

از ہوائے او صبا بوئے گرفت و میدہد — خاک را پیرانہ سر بوئے جوانی از جنا

اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود — در لطافت ہمچو جنت دلفروز و جانفزا (تاریخ ظفرہ[19])

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے، معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم حنان محل حنا محل سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں **باغ محمد شاہی** سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اُس زمانہ کے باغوں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبانِ ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اُس نے کشادہ بازاروں، نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایانِ شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حناں محل میں عشرت کو پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؂

صدقے نبیؐ کے قطبا حنّاں محل میانے
عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حناں محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حِنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اُس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور رہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خدا داد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک **حنا محل** بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک پیرائے

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے :—

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویداست۔ رشک افزائے

خلد بریں و میوہ ہایش چوں عنا قد پروین۔ **مثنوی**

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت — میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت

تاک انگور کج نہادہ کلاہ — دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ

شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج — نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات با پری چہرگان

دل ربا و اسیرانِ ماہ لقا نہالِ طرب در چمن لہو و لعب نشاندہ جرعۂ شادکامی

بر عالمِ فانی می افشاند۔"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اِس کے مطالعہ سے واضح ہو گا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا اور وہ درختوں، پھولوں، اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا :—

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمدؐ کے نام سے سر سبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی

وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے، اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اُس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھلوں میں انگور، انار، کھجور، سپیاری، ناریل، جامن، اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امرود) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدرآبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اُس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب میر عالم کی بارہ دری، نئے پل کا دروازہ، یوسف گنج اور جھینہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دارالشفا کی عمارت، پرانی حویلی اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دارالشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اُسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت پتلیوں میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے بنجوں کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کیطرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اسکے تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس زبانیں کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سُن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سُن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھکر درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آرہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دمِ عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکیوں کا منہ یاد آتا ہے اور محمد پھل کی طرح اُن کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنپا کی کلی ناک کی طرح نظر آرہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں، اور اس جگہ بھنورے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہوگیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[1] اوران کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ لکھتا ہے کہ :-

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت ہندوستان کا بہترین شہر ہے" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خافی خاں نے لکھا ہے کہ :-

"خوبیہائے آں شہر لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین و حسن ہائے نمکین آں سبز فام، و سیر حاصلی آں مرز بوم، اگر پردازم از سر رشتۂ سخن بازمی مانم" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

"رطوبت ہوا، و عذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ، بہ مرتبہ کہ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۲۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

شاید یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ اے محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سرسبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اس نے محل، باغ، اور عمارتیں بنادیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جرثقیل وغیرہ کے ذریعہ سے ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بنا کر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ داد محل، دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب و غریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسیطرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین[1] رطب اللساں ہیں۔ شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑادی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

---

[1] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ - اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالار جنگ بہادر ص۲۵۲



دارالشفا۔ حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا۔

پنداری گل وسبزۂ ایں سرزمین را آب ورنگِ زمرد و لعل است " (ماثر عالمگیری[۳۲])

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدرآباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اُس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشورخانے، لنگرخانے، مدرسے، مہمان خانے، کارواں سرائیں، اور دواخانے بھی بنائے تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشورخانوں، متعدد کارواں سراؤں اور شاہی دارالشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ

حیدر آباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت مضبوطی اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بود و باش کی تھی حیدر آباد کے متعلق لکھتا ہے :۔

"شہرے کہ در تمامیِ ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود۔" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۷۳)

موسیو ٹیورنیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدر آباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے ہیں ...... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ ہیں ......" (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدر آباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناعؔ تعمیر کارؔ اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قومؔ مجتہد وقتؔ وضعدارؔ رعایا پرورؔ اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور داد محل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابو القاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اُس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یک جا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ہو سکتا ہے :—

"در ہر بازارے چند چہار سو کہ بہ ہندی چورا ہا گویند تساوی الاضلاع وسوائے آں بازار ہائے دیگر۔ ...... دکاکین چہار دہ ہزار گفتہ اند' در پیش ہر دکان ایوانے' وماورائے ایں از محلہ ہا' وحمام ہا' وخانقاہ' و مدرسہ ومسجد ولنگر ومہمان خانہا۔ دو دو از دہ ہزار مکان بر لوح عمارت کشیدند۔ ...... مجموع عمارات کوچہ وبازار وغیرہ را از سنگ وآہک بہ تکلف ہر چہ تمامتر برآوردند۔ ومنازل بادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافرانِ اقالیم سبعہ نظیرِ آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔"

(مقالہ اول ص ۲۱۵)

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنے :۔ ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :۔

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اُس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اُس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے اُن کو بڑھنے نہ دیا اور کشور کشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اُس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد نبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید سوری ۵۔ عید مولود علی ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضان ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کردیتے ہیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے، اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں شاہی اور عام باورچیخانوں میں گوشت کی آمد بند ہوجاتی ہے۔ تاڑی، سیندھی، بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کردی جاتی ہیں، نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کردیتے ہیں۔ "و احکام مذکور بر جمیع مسلم و کافر طبقات انام دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند" (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی ص ۴۲)

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہوجاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون اور خرچ کیا جاتا جو زرِ عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجفِ اشرف، کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے

روانہ کئے جاتے ۔ (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشور خانہ کے علاوہ ۱۰۰۳ھ میں ایک بادشاہی عاشور خانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[1]۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علَم استادہ کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی تھان جن میں شاہی شعربافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیۂ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشور خانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہو جاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشور خانہ "بقعۂ نور" بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی بصورت اشجار پر شاخ بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

[1] تاریخ گلزار آصفی ص۲۵۔



بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمدؐ قلی قطب شاہ نے کارکاسنی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے -

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور نمک مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ص۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں دراصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم وبیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اُس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیۓ دستیاب نہ ہوسکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کردیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :-

کیا گیا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں۔[1]

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خوان نغمہ پرداز دلسوز مرثیئے اور غم انداز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھکر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اسوقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے بآواز بلند

---

[1] حدیقۃ السلاطین ص ۴۳۔

بی بی فاطمہؑ حسینؑ کے لئے لہو روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں

آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام

پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیسا ظلم ہوا! اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہؑ کی خاطر

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سب مہینوں میں خوشیاں

کرتے ہیں لیکن تو آکر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی مہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں اُن کے لئے

تمام بلاؤں کو جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھکر کوئی نہیں

کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بدبخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے

اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی

چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مدح کا

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور

آسمان میں دوبارہ رنج و الم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں

اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونم کے

چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور

بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت

بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے

وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :—

غم کی وجہ سے درد وغم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سن

کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ

کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی

دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔"

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے:—

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو رو دیں اور وا امام یا امام کے

ورد میں اپنے دل کھو دیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے

اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی سورج ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم کے مارے گل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے بچپن سے انہی کے یہاں جا کر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا"۔

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا ہے کہ:—

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا چہرا اس لہو سے دھل گیا۔ تیمم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم، عرش و کرسی، قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادل اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے چلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیئے اور گھربار چھوڑ کر نکل گئے، اور سمندر روتے روتے بھرپور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں، اور حسین کوئل اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین ہل رہے ہیں، اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند
فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی
بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک
اٹھتی ہے۔ مصطفےٰؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفےٰؐ
و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح
نبیوں میں مصطفےٰؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام
کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے
یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت
کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :۔

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں اور
سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں،
ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھکر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔
کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

میدان[۱] دلکشائے وسیع الفضائے دادمحل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں میں چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بناکر اُن میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں، مشعلوں، اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبانِ ائمہ مطہر ہاتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے دادمحل کے میدان میں آتے ہیں۔ دادمحل کے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزادارانِ و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

دادمحل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں کے پُرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نازبزہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کوتوال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[۱] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور خزانہ عامرہ واقع ہے۔

علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جا سکتا ہے۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے[1]

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیئے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، سبیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو دادمحل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہوگیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے دادمحل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

"چھٹی محرم کو الاوہ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ ہے) شاہی

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شایع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۴ تا ۵۵)۔

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجلسیوں، مقربوں، اور حجاب عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکرین تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی ہے اور تمام مجلسی سردار، اعیان واکابر، اور دولت خانۂ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازۂ الاوہ میں سے میدان (دربار چار کمان) میں بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر، اور درخت سرو وغیرہ کی عجیب دلپذیر شکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں تک طاقوں، محرابوں، اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے آتار کر اُن میں روشنی کیجاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھکر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخر کار اس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے بڑے، عورت مرد، سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی امیر وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازۂ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا بار عام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روز محشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت سامعین کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرش اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں تابوتوں گنبدوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطۂ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی (یعنے چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو "محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ" ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آ گیا ہے۔ اس کے شعر یہ ہیں ؎

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں　　ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں
شرافت میں گرد اس کے نعلین کا　　ہے سرمہ چندر سور کے نین کا
دیکھت زور ور طالع اس راج کے　　صفادار روشن دلاں آج کے
کہیں یوں بحق علی ولی　　کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی
سچیں آج اے خسرو نیک نام　　ہیں اس کچ آثار تجہ میں تمام

. . . .　　. . . . .

ڈوبے تھے ہنر مند سو پھر کے　　نکل آئے تج دور میں تیر کے
دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں　　کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پا برہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر مقرب، وزیر ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ باآواز بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سید زادوں کو پیش کریں، جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے[1]۔

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

---

[1] حدیقۃ السلاطین صفحات ۴۱ تا ۵۰۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھانہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں دادمحل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلاد النبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع، ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہو جاتے اور آخرکار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں[1] تاریخ آجاتی تو کوسوں، دماموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان دادمحل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دو دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

[1] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۷ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

عید میلاد نبیؐ ایامِ عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلاد نبی کی دھوم دھام اور نمایشوں کو بھی ختم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا میں تقسیم کر دی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

"در زمان سلطنت خاقان جنت مکان علیئین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہ ...... میزبانی و سور مولود حضرت سید اولادِ آدم ..... موقوف و متروک بود و خلایق از ایں عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (ایں کہ) اخراجات آں را بہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا قسمت می نمودند"[1]

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-

"تہیۂ جشن و سور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدۂ حضرت ...... چناں کہ در سنوات سابق بود با زواید و لواحق ...... و تکلفاتِ دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند"[2]

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلاد نبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ دادمحل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانب جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

۱و۲ ؎ حدیقۃ السلاطین ص ۵ ۔

توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشور خانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصر مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی اتارے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکار گاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجنٹہ سے کم قابل قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں آتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگانِ رفیع اور امراو وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسروِ ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا[1]۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبیؐ کے احیا کا تذکرہ ۱۰۳۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۱۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشین ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد تو اس کی

---

[1] حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو مصوّر بنا کر ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تختِ شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل و لوازم کے مناسب زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورہ بالا دونوں مصور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطرافِ سلطنت سے جمع ہوکر اپنا اپنا کمالِ فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینانِ نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ ان صاحبانِ حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبان کمال مثلاً بازیگر، ریسماں باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہلِ ہزل مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدرآباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدانِ وسیع الفضا و دلکشا میں وہ اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :-

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان، و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل، و صعود براق و جبرئیل، و افواج ملایک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنانِ مصر، و طشت و آفتابہ در دستِ یوسف، و بریدن زنان ترنج باکف دست۔

۴۔ شیریں با زنان در میان آب، و رسیدن خسرو پرویز، و او را در میان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و ہامون، و الفت او با آہوان مطبوع موزون، و آمدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیو سفید، در غار، و با اشکبوس در معرکہ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :-

"و امثال ذلک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند و ہیاکلی عظیمہ و صور جسیمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفہ الہیات در ہر ضلع از اضلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند۔" (ص ۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ ان مصور و منقوش

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہو جاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چارکمان سے نکلکر یہ سواری چارمنار سے ہوتی ہوئی داد محل کے میدانِ دلکشا میں

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار رہتے۔

میدانِ دلکشائے وادِ محل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدان عالم پناہ دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، گگن محل، چندن محل، صدر صفہ، اور سجن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پرتکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے سلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور خشک وغیرہ کو طلائی و نقروی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دستر خوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور " استادان خوانندہ و سازندہ ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پا سکتے تھے۔

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس ۳۳ نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :-

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی تھانہ وکوتوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی ہاتھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تمغے پیش کر کے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان داد محل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کر دیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتشبازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے، گانے، بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلاد نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تیئس۲۳ ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطین قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ۶ نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :۔

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولود نبیؐ مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دولہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گڑہ دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر ہنسیں اور کوئلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔ جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہرے اور لال چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

بلند کر لیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں۔ چونکہ
نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے
صدقے میں اس کے ستارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دسترخوان پر ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:۔

"ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر
چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے
تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غُل سنائی دیتا ہے
چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدایش کا دن ہے اس لئے
فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشایش کی دعا کرتے ہیں۔
لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی
خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔"

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی آنند کے الاپ سن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور انند بھی آ گیا۔

شراب کا نام سن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو مے پیتا دیکھ کر وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شادی کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود کو اؤ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربارِ عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا بھی شریک ہوتے تھے۔ جس طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجاپور کا سبز اور احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے:۔

"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور آنند لے آئی ہے۔ اس یوم مسعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور قطب شاہ موالی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے مبعث رسول کی عید بھی مناتا ہے۔ اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں دکھا کر دنیا و دین کو رُجھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔

عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اُس کے حبیب کے پاس وحی لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو۲ حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں سروری بخشی۔ تم تمام انبیا کے خاتم ہو اس لئے **اقرا** پڑھو۔ عرش نے تمہارے پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلادالنبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؑ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب برات

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

عید بعثت نبیؐ

اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے:۔

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عید مبعث رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

عید میلادِ علیؑ اس موضوع پر جو نظمیں کلیات اُردو میں موجود ہیں۔ چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

مصطفےٰ اور مرتضےٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسلئے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ ابر رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روز بہبود تھا۔ چونکہ حضرتؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ طاہرون کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت [illegible] کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھکنے لگا [illegible] میں ایک چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسمان اس شمس و الضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغِ فردوس کے ہم سر ہو گئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہو گیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہو گئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ " روز ازل سے مرتضیٰ علیؑ کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تا کہ اُن کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اُس سے خدمت میں چوک ہو گئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبیؐ کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر طٰہٰ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا ہے تو اس تقریب میں سکیاں خوشی و خرمی کے لاکھوں قمر دکھائی دیتی ہیں۔

من کنت مولا کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ
آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے منگل گاتے اور عرش
منڈل بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کر کے حضرت علیؑ
کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علی کی یاد **نادِ علی** کے ذریعہ سے کر کیونکہ
علی میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطب زماں نبیؐ کے صدقے سے
علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اُس کی سعادت کی
نشانی ہے۔

عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم۔
اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام
خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔
اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں
عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی پن کے صیغے پڑتے۔ اور
تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے
طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہوگئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش

ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے

کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف

کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح

صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی

آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ ملہار کی خوشبو

پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علی زور زور سے لحن

داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تار اِ منڈل کی گرج کی طرح

ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عیدِ غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے:۔

اس کو خلافتِ علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب

امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے

مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو

منبر پر چڑھ کر داد فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰ کو

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کی طرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھول کر چراغوں، آتش بازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :—

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی پریاں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹمٹمیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کر کے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :—

پہنچاتے ہیں۔ اس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اسلئے دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتا ہے :-

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد حیدر ہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دونو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش، کرسی اور نو آسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایتِ علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

شب برات یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

محمدؐ نے جنگ اُحد میں علیؑ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی کیونکہ انکی تاروں کے چمکنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے، آنکھیں شکر کی طرح شیریں،
اور ہونٹ گھڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اور ان کے
چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، ٹھوڑی
سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی چھوڑنا اور اُس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام کے ساتھ سج دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔ بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار سوار اِس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات ایسی منور ہو گئی کہ معلوم ہوتا ہے بغیر سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین کے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتشبازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا مُنہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ خضر۔ گلشن میں جب پھولباز یا چھوٹی جاتی ہیں تو زمین پر سورج چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالےٰ نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خوار یا ملازموں یعنی خوشی، عیش انند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تا کہ بادشاہ کو ایک کا سنگار دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور جادوؤں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں، کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لے آئی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی **پیاری** کے آتش بازی کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :—

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن انند کے ساتھ گزارتا ہے

پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ :۔

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہروماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف وشفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے"

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :۔

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اُجالا اثر ماننے لگتا ہے۔ اس عید میں سُکھ اور انند کا نور از سرنو مجھ پر چتر کی طرح چھاجاتا ہے۔

دنیا دلہن بن کر انند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شبِ برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نورِ موسوی کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہو گئی تھی۔

آبِ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ایک نور سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلفِ خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے

اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس میں محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمعِ عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں کہ اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اُس کی

ناک کی پھلڑی پھلباڑی کی طرح ہے۔ پیشانی پر مہتاب کی طرح ٹیکہ
لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بھنورے کی طرح نظر آتا ہے
تالوں اور پٹاخوں کی آوازوں سے آسمان کے اندر میں خلل پڑتا ہے۔

اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو
اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی درائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔

اُس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جو لڑیاں ہیں وہ
ٹوکریوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔ ....

اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شب
برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل
بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ
کرتا ہے کہ :-

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور تڑپیں جبکہ
خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

نازنیں کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس کے دونوں بھو حاجبوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علیؔ جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن وامان کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:—

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جو ں — گھڑیاں بازیاں سوا پچ بن کریے

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر — نلی طاؤس ٹک چومن کریے

پھلی ناسک جھمکنے تھے ہے شب رات — دھرت کوں آج تن جوں لکمن کریے

لڑیاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیا جھیلا — تو جھیلاں تھے جگت درپن کریے

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضان اور عید ضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے وہ کہتا ہے :-

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم جھلکنے لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ، اور آفتاب جیسی جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :—

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور خمّارِ چرخ نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری یعنے شرابِ وصل مجھے ملنا چاہیئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا، اب کہیں چل کے نئے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تاکہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور سکیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری، شیر خرما اور پستے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :—

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بھوں بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ سرمہ کی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عیدِ رمضان اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں، لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سیندھی خانے بند کر دئیے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس[۳۰] دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عید رمضاں کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے۔

ان تیس[۳] دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے کم کم شراب نہ دے

بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہور ملی اور امام کے صدقے میں کوثر

سے بھرا ہوا ساغر مل گیا۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے جاتے ہیں۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرما سے بھرپور پیالے پیتے اور پلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں شیر خرما اور سیویوں کا دستور تھا۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیا ئیا خوشیاں انند   اس انداں سوں کریں خوباں انند

شیر خرما، بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے: ؎

نابات، شیر خرما، پستے، شکر ادھر تھے   کیوں روزے رکھتی سکیاں کر کر سوال ساقی

کو نجی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھادی۔ (یعنے ہونٹوں سے بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی جھیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھادیا۔

مجھے چاہیئے کہ اب اطمینان سے پیر مغاں کی سیوا کروں، کیوں کہ اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :—

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہد ریائی کا مرتکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلا کر مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدر آباد میں بچوں کے لئے عیدی لانے کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دستر خوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر نزلوک بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ توؤں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقر عید کی خبر بھی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقر عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آرہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پاکر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلاکر مجھے رجھاتا ہے۔

سہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبل عشرت بجنے لگتے ہیں۔

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سویاں بھر پری | ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلال عید
تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں | شربت پلا ادھر ستے کھلیا گلال عید

شیر خرما، قند بداماں، پستے جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے

عید قرباں

عید رمضاں کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مصروفیتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلس عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے کیوں کر بیان کرے گا۔"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے واقعات کی تلمیحوں، حج کے لئے سفر کعبہ کی واجبیت، اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا ذکر بھی خوبی سے کیا ہے اور عید میں عام طور پر اس زمانہ میں جو عیدی

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے۔

تو علیؓ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب و جلال اور ہیبت کی وجہ سے آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد قلی) کا دشمن ہے اور جو محمد کا دشمن ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش و طیور کے علاوہ انسان اور جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو مثل سلیمان ہے۔

میری مستی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔
اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی
مستی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید مستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ
میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں خوشیوں اور رنگ رلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ و جلال، فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کرو فر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے :-

اے بادشاہ بقر عید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دئے جائیں
زمین خوش دل آسمان خوش حال اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔

چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیل کی طرح

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدر آباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کا دل موہ لینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اُس کا لباس، وضع قطع، اور معاشرت بالکل ہندستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشین نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اُس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور رہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز۔ بسنت اور آمدِ برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخرالذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا' یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقرعید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقرعید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دل چسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

نظموں میں پیش کیا ہے ۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے :۔

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حمل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہوگیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے ۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے ۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں ۔ بادشاہ کی سہلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جارہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے تارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کر دیا ہے ۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے، چھٹے کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ؎

(۳) مدہر مدمستنی میا سوں منوہر مدن من کی مجلس میں مہتر منڈایا ..... م

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز

عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علم نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو **نوروز** کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہران علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تر و تازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

شرفِ عزم یہی ظاہر کر رہا ہے ۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں ۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں ۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے ۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے ۔ پہلا قصیدہ ۳۶ اشعار پر مشتمل ہے ۔ اور اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے ۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے :۔

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے ۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے یہ شکر کی طرح اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے ۔

۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ہوس سو ہرے بن ہزاروں ہلایا ......ہ

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا ......ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سرسبزی، تر و تازگی، اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ :۔

نئے نور رنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں نلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں ....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

کسی اسم الٰہی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو۔ یہی
وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔
دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہوجائیں
اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے
دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر

عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں ۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امرا لشکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے ۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے۔ روز عید اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے :۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو

کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے ۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہو گئے ہیں

اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں ۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعتِ نیک کہتے ہیں اور اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے ۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کر کے اور پاک و صاف لباس پہنکر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان وشوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندوستانیت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش وعشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہوسکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہوسکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف واکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہوجاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

کی وجہ سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق و شوق سے پرفشاں ہو کہ نوروزی برائیں آئیں جو

بہت جلد غم کی براتوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بسنت اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی نو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقرعید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت دراصل ہندوؤں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسطِ مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا تالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلّی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی منائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی ترو تازگی، اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھتا ہے:۔

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو!
سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔

بسنت کی رُت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے
اے نو ہیلیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔

بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شبابی شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن بے تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو اُن کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ مرتاض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سر سبز و شاداب باغ تھا اس لئے

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے اس کے دشمن کی پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔

ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ سمرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوتیں تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

" اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں۔ میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی وجہ سے رنگا رنگ ہو جاتا ہو۔

تاکہ تم اپنے پیا پر پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں بھر لا تاکہ اس شراب کے پینے سے ایسی مستی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔

صراحی سے شراب انڈھیلتے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ابر نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب کی وجہ سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک، زعفران کا رت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آب حیات سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا پہن کر متریں صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں۔"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اپنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکیوں کے تن مشک و زعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں۔ مور کی اچھے رس والی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلی چھبیلیوں کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرو کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کوئلوں کے گلے اچھے اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تنن تن نن تنن تن تن تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہیئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سلگتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے جھلکنے لگتے ہیں اسی طرح ہمارا سورج کی کرنوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔

پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مل کر لے آئی اور کچھ اس طرح بسنت کھیلی کے رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔

اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے روئیں روئیں میں بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھیگی ہوئی چولی میں سے سر پستاں رات کی نشانی بن کر سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔

بسنتی رنگ کے جسموں اور گندمی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے۔

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

پر لطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے :-

"بسنت بکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور اور بسنت کا بکرید کے ساتھ آنا میری تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا۔

اس کی خوشبو کی مہکاٹ سے اس جگ میں بہار آگئی بسنت اور بکرید کی وجہ سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہو گئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے بسنت نے بکرید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ منگل کے ساز پر گائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان کرنے کے لیے ہل رہے ہیں۔ کیونکہ بسنت بکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ (جو ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی)

جب بادشاہ خوبصورت سکھیوں کے چہروں پر رنگ ملتا یا ڈالتا ہے تو ان کی آنکھوں کی پلکیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں ستاروں پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے لگتی ہے کیونکہ بسنت نے بکرید کے ساتھ آکر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی

اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔

بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال

رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے

اور چاند کے حوض کو بسنت نے چندن بھر کے ڈھکا دیا ہے۔

بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔

اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوش

اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقرعید اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ نے بقرعید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقرعید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد آمد پر پندرہ نفیس نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُس کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جا سکتے ہیں ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے۔

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر مہ جبین بڑھ چڑھ کر سج دھج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈ کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

کونپلیں اگائی ہیں ۔

بسنت اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں اور قطب زماں آنند اور سکھ پا رہا ہے ۔

مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے ۔ یہ یہ اصل میں عوام کی عید ہے ۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے ۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا ! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا ۔ شراب کے دور چلتے ۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے ۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے ۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بناتیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں ۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے ۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھا دی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا ۔

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خودستائی کی ہے اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتحمندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے:۔

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گولکنڈہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے آنچل

ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہ برستا ہے۔

عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے

اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خودستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

اے سکیو ملہار گاؤ ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پر تکلف اور چمکدار سرخ لباس پہن لو۔

جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اس طرح اے سکیو تم میں سے ہر ایک چمکے ۔

ہونٹوں کی یاقوتی پیالیوں سے شراب محبت بھر کے نئے بادشاہ محمد کو بھی پلاؤ ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلا کر مست بنا دو تا کہ وہ شاہی مندر کے صحن میں نٹوں کی طرح ناچنے لگیں ۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت یعنی ۹۸۸ھ کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی ۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے ۔ اس طرح گویا وہ سولھویں سال میں تھا جب یہ نظم لکھی گئی ہے ۔ اور در اصل یہی نظم گولکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی ہے ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے ۔ اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے محظوظ ہو چکا ہو اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے ۔ اس نظم کی

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے مہینوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ رلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

گیارھویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکیوں کو یوں دعوت دیتا ہے:۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں، اے سکیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگا لو۔ (تاکہ تمہارے جوبن کی بہار نظر آئے)۔

عطار نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے طبل کھول کر خوشبو کی مہکا اٹھا دی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے بازؤوں پر بازو بند کے سرخ پھندنوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا!
بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مست خرام ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں یہ پاک و صاف دوشیزائیں ناز و انداز کے ساتھ رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیے چلبلیاں، پتلیاں، زلیاں، بجلیاں، ملیاں، اور راولیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی ردیف "میں" اور قافیے گگناں، چمناں، اور جوبناں وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج کیا جاتا ہے:۔

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے مہینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسایا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔

زمین نے سر پر جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگ میں کانچ کے رنگ

بحر طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے۔ اس میں کہتا ہے:۔

مرگ کے بادلوں کو گرجتا ہوا دیکھ کر بالیاں (دوشیزائیں) چاروں طرف سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ اور اپنے زرق برق لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے بھگا لی ہیں اور جھولوں میں بیٹھ کر ہنس رہی ہیں۔

شراب عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی کے الاؤں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں ہنس رہی ہیں۔

ان چھبیلی تتلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوبن چولیوں کے بند سے آزاد ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شراب عشق ابل رہی ہے، اور وہ اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لحہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے گلے لگ رہی ہیں، اور چال میں ایسی ڈگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں۔

ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

زر بینے کے لباس میں سکیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آ رہی ہیں اور
اُن کے گھنگرؤوں اور پیجنوں نے میرے دل کو بھا کر مچھلی کی طرح بے تاب بنا دیا ہے۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے یہ نظم ایک ایسے وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا لاختم ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے:۔

یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔
مرگ سال نے یوم نبیؐ کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے ہیں اور بجلیوں کے تارا منڈل گرج رہے ہیں۔

اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے۔

ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فراش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھا دیئے ہیں
اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر ایک طرح سے عیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک وصاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے
قطب شاہ کو عید میلاد نبی مناتا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبی کا سہیلا گا رہا ہے۔

کی چولی پہن لی ۔ اور لعل یمن جیسی بیر بہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں ۔

ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے

اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گا رہے ہیں ۔

ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی

تیل سے شمعیں جل رہی ہیں ۔

اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوشرنگ جسموں

پر رنگ برنگ کے لباس پہنی ، اپنے جوبنوں کی بہار دکھاتی ہوئی ، ناز و

انداز کے ساتھ محو خرام ہیں ۔

ان کے آب حیات جیسے صاف و شفاف پستانوں کے ساتھ سیاہ

بھیٹنیں دسر پستان ، ظلمات کی طرح لگی ہوئی ہیں ۔ یا جوبن کے پاک و صاف

آسمانوں پر دو کالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں ۔

ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست سہیلیوں نے شراب پی لی ہے

اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں ۔

یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے

ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرمل تھوڑیوں کی کالی کالی تلیں ہیں ۔

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کیے تھے۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۴ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے تاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلاتِ شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں

عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کرکے حیرت ہوتی ہے کہ حیدرآباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں۔ مہندی اور ساچق کے رسوم بھی

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے یا ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں سے دس کلیات میں شائع ہوی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازیٔ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہر و کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللساں ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت مقصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے:۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

نھموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے ۔ خوشی کے دمامے بجنے لگتے ۔ ٹمٹیاں بجائی جاتیں اور ستارا منڈل چھوڑے جاتے ۔

جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ (جو قطب شاہیوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا ۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا تو سات سہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں ۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گنّے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا ۔ اور گنّے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں ۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا ۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی ۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا ۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے ۔ حضرت علیؑ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لئے پیش کی جاتی ۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کیے جاتے ۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میزبانی کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا ۔

سکیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور انند حاصل کیا۔

نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا نبیؐ اور اہل بیت نبی کی منقبت بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے:۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قایم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آب حیات پلادیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں اماموں کی دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمد پر صلواۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:۔

حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑا ہیں گویا خدا نے آسمان کو ستاروں سے سجا دیا۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جوبنوں کو پھولوں کی گیندوں کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چکانے کے لیے آسمان کے طبق میں ستاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

لے کر سورج جیسی شمعیں لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرق برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سر اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لاکر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کئی ایک چاؤوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتے ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سُندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں اور انند میں تمام دنیا کو شریک کرکے اپنا فریضہ بنا لیتا ہے۔

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مہندی کی رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی قطب شاہ کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

جلوہ اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقات کے عنوان سے درج کلیات ہے۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ

برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر

اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبرویوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ

کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں مہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر

آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑے آ رہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں

آسمان کے سینے کو ملنے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح جلائے ہیں۔

مہندی

سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔

اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ :۔

خوشیوں کے طبل بجائے جا رہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جا رہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جا رہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبیؐ کا نام

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے۔ ایسے مہین کپڑے کا زرین لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں رکھدی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لاکر بٹھائیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں۔ پھول پہنانے کے بعد دلہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں۔

اس تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دیجاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے۔

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے — اسے چند سورسوں پریاں سنگارے
(چاند سورج)

سہاگاں بھاگ پھل منک کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تارے نوارے

رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے

چڑاو نیل اب ساتوں سہاگان — مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے

پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیڑے — بندا و وسا رہاں موتیاں کنارے

محمد قطب شاہ ہور اس پری کوں — خدا یا رکھ جداں لک ہیں ستارے

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر "تاہل اور اولاد" کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگاتیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جاتیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگاتیں، کنگھی کرتیں، چوٹی گوندھتیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

میں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرور ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریر ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم

پہلی گھڑی سانجی کے مینہ موتیاں سیتی نہائی پری
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑھے ہے اواستری
تیسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں
چوتھی گھڑی چوکاں رچے پیلا تی منج مد حیدری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند لو و چبیر منج
آٹھویں گھڑی چھنداں سیتی اوڑھے پون کا چادری

عہد حاضر میں مستعملہ نظم

پہلی گھڑی سر نہا دھو کر پھول پہنی جوڑا ڈال کر
تن بینے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند امستری
دوسری گھڑی پاوں پا پجنا گھنگرو جو بجتے رم جھما
گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند امستری
تیسری گھڑی ڈانڈ کے کڑے مانگی کے موتی بول جڑے
چو نسر ناراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

سالگرہ، مہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں اور پہروں کی مصروفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :-

نازنین پہلی گھڑی میں ساتی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے ۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو شراب حیدری پلاتی ہے ۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں نگھاتی ہے ۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکیاں مل کر مجھے بیڑا باندھتی ہیں اور آٹھویں گھڑی میں بڑے جھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے ۔

گھڑیوں کو گننا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنولی کے بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے ۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے۔ یہ شراب میرے کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہیے ۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے ۔

چوتھے پہر میں بدھی قطب زماں سے آکر لیتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں اس عہد کا انوری ہے ۔

سنہ ۱۹۴۰ء

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی میں شایع ہوئی ہے ۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سو کہ یا خط سرمہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) زبانیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے چنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ اداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھرکم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور نال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے چنچل، چہتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں تک ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

کھیل

ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور پھرتیلی اداکاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

ناٹک یا نٹوں کے کرتب محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہوسکتی ہیں:۔

آج بادشاہ زریں پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔

دنیا کے تمام باکمال (خوباں) شاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین استادہ ہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہوجاتے ہیں۔

ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالاتِ ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہوجانا، اس کی دریادلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہوسکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالار اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اُسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے ؎

کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش ہر طرف رنگاں سیتی کھلیئے ہیں پھول

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستاں اچھا نظر آرہا ہے

اس لئے چوگان کھیلو ۔ یہ نظم کلیات کے ص ۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے۔ اس میں

گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے۔

پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے۔ جس کا مطلع ہے۔

کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ٹھکنی کھڑی سکی تال دے منج ٹھلکتی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی

ہے! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے۔

حقہ

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا

اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت ۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیساتھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن و امان اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا ۔

(۱)

دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہو گئی ۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئی تھیں ۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جا رہے تھے ۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہو جاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ نورس اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن و امان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے ۔ اور دونوں میں تدبر و فراست کی کمی نہ تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰۰ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب و شائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے ۔

چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر جملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہئے۔ چنانچہ مکندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ کریں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اس کا ایک دوسرا میر جملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملات میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لیے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی[1] تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زنبیل مصطفیٰ خاں استرابادی ملک ابن الملک اعتبار خاں یزدی ملک فخر الملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاصکر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہوگئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہوگئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑنی پڑی ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

---

[1] مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

اقتضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ پا ہوا اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام و سلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔

غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا۔ محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آکر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی ۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۱۰۰۳ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی ۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا ۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹادری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگئیں ۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا ۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزارہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی رائے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا ۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا ۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہوگئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف، رمضان ۹۳۱ھ میں علم بغاوت بلند کر کے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک، الیاس خاں، رومی خاں، دیو نائک، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ توار خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کر کے مدد طلب کی۔ محمد قلی امداد روانہ کر ہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی ۹۳۰ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

علی برید پر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ، قندھار اور کلیانی

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چند ربھی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدر آباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب ۱۰۱۸ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایۂ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدر آباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۰۰۵ء میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آ گیا۔[1]

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کر لیتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی۔ کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی

چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ جو ۷ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو علی الصباح ناندیڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

[1] صاحب برہان مآثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔ چنانچہ یہ امیر گو اپنچ کر اغزلو سلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔ اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لا کر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امراو خوانین کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔ غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دار السلطنت حیدر آباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالا چبوترہ کے پاس اغزلو سلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزلو سلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔ اچھے چمکدار موتیوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عبا زربفتی تھے۔

اغزلو سلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالا ڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدر آباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

(۲)

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتۂ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کر لی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے اس نے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شائد کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اغزلو سلطان سفیر ایران

اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیاء الدین محمد نیشاپوری

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کر کے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدابندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۲۲ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤ بھگت اور خاطرداری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور رہ رہ کر بار بار یا بسبب تقرب میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام و اکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف و ہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اغزلو سلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ
تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔
اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ
کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کردینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا
تھا۔ اور شائد محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ
فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے
تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کرلیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے
زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی
فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور
خاص اہتمام کے ساتھ کردی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدر دان تھے
کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی
سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے
انجام دیا چنانچہ اغزلو سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی
کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنمائی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ
یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجاپور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کوئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرائے مبارکباد کی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

اشیا شامل تھیں۔

جب اغزلو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جارہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور

۹۹۵ھ میں ملک التجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تا کہ اس کی ہمشیر چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا ہی یہ تھا کہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

شہنواز خاں سفیر بیجاپور

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات (۲۴۵-۲۴۶)

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔ کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولنا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے:۔

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے:۔

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوش سر کردہ خیالم رو بزمے چو بہشت * اہل آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر

بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشاہ شدہ چشم * سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر

گفتم ایں بزم کہ، وعیش چہ، تاریخش چیست * کہ از افلاک برایام ہمی بارد مہر

عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت * عید مولودی و بزم شہ و عقد مہ و مہر

چار مبنی مکن ایں قطعہ معین می شاید * در چنیں نظم ترا بہ گذر دقافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امراء مقربین اور علماء و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر محمد معین سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

ایں قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت * ایام بآب زندگانیش سرشت[2]

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا * برلوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

---

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ نے ۱۰۲۰ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۲۳۱)

[2] مولف تاریخ ظفرہ نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک معصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے:۔

"امارت وایالت پناہ شجاعت وجلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در رسوم دلاوری و مردانگی ناسخ داستان دستان بود" (برہان ماثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۸ھ میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔

مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجانگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیانگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

۱۰۰۴ھ میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈالدیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بہ نفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہوگئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر جنگجو بہادروں کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہوگیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ:۔

"زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولنا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصفت پناہ گردوں بارگاہ محمد قلی قطب شاہ .... در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوئے آں رخنہ شتافتند۔ و بضرب پیکان خاراگزار راہ آمد و شد بر جنود اعداء مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو ہر موقعہ پر وہی کلام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشاء ہوتا تھا۔

مہدی قلی سلطان

یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں رہیں اور بعض ہندو امرا نے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عمائدین سلطنت اور متقربان وملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم وفراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف وکرم کا برتاؤ کیا۔ بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ وبرباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب وملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و معتمد ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

علی خاں لرستانی، علم خاں پٹھان، اور مکندراج والی کشتگوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرتا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے بعض وقت اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پینکنڈہ اور وجیانگر کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے وینکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ راجچندر والی بناپور اور بھائی بلندر والی کشتم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح رولوار قوم کی استدعا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قایم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

اور اس کی فوجیں گمند راج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسپراؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسپراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن وامان کے بعد ۱۰۱۹ھ میں برناب شاہ والی دستر نے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایہ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسپراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسپراؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ و جلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اس کو تشریفات شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسپراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فراخدل بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسپراؤ ۱۰۰۳ھ سے ۱۰۲۰ھ تک مسلسل ۱۷ سال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۹ھ میں تو سپہ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراء و عمائد مثلاً امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دھرماراؤ یہ ابتدا میں ایک معمولی شخص تھا چنانچہ ۱۰۰۵ھ میں جب ردیوار قوم نے قطب شاہی حکومت

آسیراؤ

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ سنہ ۱۰۰۳ھ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمورگ نندیال، کلکور، کندی کوٹ، اور پنکینڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب پنکینڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دار السلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور واپسی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسلمورگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلمورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثناء میں سنہ ۱۰۰۵ھ میں جب مکند راج والی کشتم کوٹ نے بغاوت کی تو اسیراؤ کو بھی اپنی فوج کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشتم کوٹ، سیکاکول، مدواڑہ، اور نیتاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب نیتاپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشتم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

سنہ ۱۰۰۹ھ میں جب کشتم راج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے مکند راج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشتم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین سپہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دہرماراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو تہ تیغ ہوگئے یا فرار ہوگئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر وسنادیو نے دہرماراؤ سے پناہ مانگی اور اسکے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور اتنا ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دہرماراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اسکی راستبازی پر بھروسہ کرتے تھے۔ چنانچہ دہرماراؤ نے نہ صرف وسنادیو کو مطیع و منقاد بنالیا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول بانر کو جو بانی فساد تھا وسنادیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کرلیا۔ اور اس کے بدلے میں وسنادیو کے اعزہ و اقربا کو آزاد کرا دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن و امان قائم ہوگیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد قلی نے دہرماراؤ کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن آثار و قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دہرماراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی ۱۰۰۹ھ میں جب کستم راج ولد راوت راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دہرماراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سپہ سالار سے زیادہ اہم ہوگئی تھی۔ چونکہ کستم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کرلینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہوگیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دہرماراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعۂ مداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کستم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بھائی بلندر

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پاکر ابور، نردول اور بھارجلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے تو محمد قلی قطب شاہ نے مرتضیٰ نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سر نوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور کاموم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبدالکریم حوالدار کو بھی انکی مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا۔ لیکن مخالفوں کی شرارت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے کنارے سفر کر کے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے سر پر جا پہنچے غرض ردیوار قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس اثنا میں ۱۰۱۷ء میں جب راوت راؤ نے ملک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا تو ہری چندر نے وسنا دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وسنا دیو بڑا مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبدالکریم، چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلمور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وسنا دیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور چنگیز خاں کو[1] ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس زبردست فوج کے ڈر سے وسنادیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا۔ یعنی جس طرح پہلے بھائی بلندر کے بھتیجے ہری چندر کو اس نے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح وسنادیو کا بھتیجا کشناراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہوگا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں استاد تھا۔ غرض جب کشناراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور سید حسن سپہ سالار دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کشناراج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا وسنادیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کے تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو وسنادیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کریں[1]۔ اور دوسری طرف کشناراج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود وسنادیو کے امرا

---

[1] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں :۔
"خسرو زماں خان اعظم چنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمودہ است۔ باید کہ بدستور جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردید و مالگزار شوید۔ و الا خان اعظم مملکت موروثی را از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

کو عطا کر دیئے جائیں اور اس سے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب عرصہ سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورت حال اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کیطرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

دھرماراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتہً کم عمر تھا اور چونکہ اس کو شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دھرماراؤ نے اس حیثیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بھائی بلندر کے بھتیجے ہری چندر کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چندر اس علاقے کے بہت سے بہادروں کے ساتھ دھرماراؤ سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دھرماراؤ کی ہوشیاری سے کشتم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دھرماراؤ دربار شاہی میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۰۱۲ھ میں جب وناد دیو نے کشتم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنا

باجگزار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے ہندو امیر آسپراؤ اور دہار راؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور دس حسب ذیل ہندو امراو عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) سا باجی ۴) بھالے راؤ ۵) مکندراج ۶) شنکر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشنا راج

جگپت راؤ وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ھ میں قلعہ نندیال اور اس کے اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

سری راؤ ۱۰۰۹ھ میں قلعہ شم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع سید حسین سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

سا باجی قطب شاہی لشکر میں سر نوبت کے عہدہ پر فایز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۳ھ میں موسلمورگ، نندیال، گنڈی کوٹ اور پینکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ پایہ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب وینکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو سا باجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے چنانچہ سا باجی کی فوجوں نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ او دیگر مقابلے کے لئے نکلا تو سا باجی کو دوسرے سرداروں

نے کرشناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دھرماراؤ نے کرشناراج سے کہا کہ اگر تم کو وناد دیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کرلئے اور ان کے ایفا کے لئے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دھرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وناد دیو کے پایہ تخت کیطرف روانہ کیا۔ تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :۔

"بتشریفاتِ شاہانہ و اسپ بازین زر و کلاہ و کمر از جامدار خانۂ بادشاہی ہمراہ خود داشتن سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب مستقر وناد دیو روانہ کرد"[1]

پتہ چلتا ہے کہ دھرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وناد دیو سے توڑلونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانۂ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔

غرض دھرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دھرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے ماتحت ایک نئے

---

[1] تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرور ہوتے تھے۔

مکند راج بھائی بلند روالئی کشم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلند تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا اس لیے جب اس کا لڑکا مکند راج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے :۔

"فرمان ہمایوں بنام امراء و راجہائے کشم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکند راج مرحمت فرمودیم بایدکہ از اطاعت او تخلف نورزید .... با تحف و ہدایای لائق او بدرگاہ والا آوردہ بشرف آستان بوسی مشرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپاں با زین زر و کلاہ و کمر و آفتاب گیر سرفراز گردیدہ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اسکے بعد مکند راج وید یادر کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس فتح کے بعد ساباجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر کے شہر کالیر پر حملہ آور ہوا اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب ۱۵۷۱ء میں ساباجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں اور علم خان نے امین الملک کی سختی سے تنگ آ کر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا۔ اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ ۱۵۸۰ء میں جب راجمندری میں ردیوار قوم کی بغاوت کے لئے مرتضیٰ نگر سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساباجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دھارا راؤ کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ ساباجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ کے حکم پر پینکنڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو مرتضیٰ نگر ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا بعد کو شاید معذرت خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ ۱۵۸۰ء میں جب راوت راؤ اور دوسرے منصبداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دھارا راؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ جلو کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساباجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

حکومت کا لالچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ شریک ہوگیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں جب دھرماراؤ کی شکایت پر سید حسن سپہ سالار مقرر ہوکر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر غالباً دھرماراؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آملا۔ اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلندر کا استیصال اس طرح ہوسکتا ہے کہ سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند کی یہ رائے بڑی معقول تھی اور اس پر عمل کرکے سید حسن نے تین قلعے مصطفےٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی مشکل ہوگئی۔ آخر کار قلعہ کشم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہوگیا اور ہری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد کردی گئی۔ اس طرح کشم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

رام چندر

پنا پور کا راجہ تھا جو کشم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی اس نے مکند راج کی مدد کے لئے ۱۰۰۵ھ میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی جس کی وجہ سے امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگادی۔ امین الملک کی فوج کا

مکندراج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروانہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔ بادشاہ نے کشتم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک امیر سری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شنکر راج بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکندراج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کم عمر مکندراج بغاوت پر تُل گیا تو بادشاہ نے اسکے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا شنکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکندراج کم از کم اس کے اثر سے بغاوت سے باز آئے لیکن جب شنکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدان کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکندراج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس ہے کہ خود شنکر راج اس لڑائی میں ۱۰۰۰ھ میں کام آیا۔

ہری چندر یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکر راج کے ساتھ مکندراج کے مقابلے میں کارنمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و مفتخر تھا۔ لیکن ۱۰۰۱ھ میں جب راؤت راو ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمھیں کشتم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

(۴)

ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت اور قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنّی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔[۱] لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خداوند خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنّی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نو واردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور استحکام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع

---

[۱] مثلاً تاریخ دکن سلسلۂ آصفیہ حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے :۔
"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ امرا تھے۔ اور اس لیے وہ کسی سنّی کو ہرگز امورات سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امورات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے۔"
اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصف گلزار دوم صفحہ ۱۹۱ پر بھی درج ہے۔

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کرلی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور بہادری و جاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشنا راج وسنادیو کا بھتیجا تھا اور ۱۰۰۱ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرما راؤ کے اشارے سے میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آلڑا اور اس کے بعد جب وسنادیو کا انتقال ہو گیا تو دہرما راؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرما راؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورہ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن نائک واڑی مقدم اور ردیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نوواردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور اُن کی اولاد ناقدری اور ذلت کی زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حب اہلبیت نبیؐ کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قرابتدار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبد القادر اور شہزادہ خدابندہ کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شاید ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے

میر مومن استر آباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند اور سید فخر الدین سماکی کے خواہر زادے اور شاگرد تھے۔ موخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہوگیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۸۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقوی

---

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علٰحدہ بسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

"عالی حضرت اعظم ہمایوں سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۰

"عالی حضرت سلطنت وحشمت پناہ نصفت ومعدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراو عمایدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدر آباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، محمد قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدر آباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری علی بن عزیز اللہ طباطبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

شورہ ہوسکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشورخانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کرلیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کردیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلی سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ ۱۰۱۶ھ میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور ۱۰۱۰ھ میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیضیافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب ۱۰۰۱ھ میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنالیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جاسکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدۂ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔ چارمینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضۂ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

مرزا محمد امین اصفہانی شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "در فن استیفا و لیاقت بمرتبہ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار بادے خیال مساوات برلوح ضمیر نمی توانست نگاشت"[1] غرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدرآباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ہمہ جہتی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ ملک امین الملک الف خاں کو بھی انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا اور سوریراؤ شائد منصرمانہ طور پر یہ خدمت انجام دے رہا تھا لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو اپنا جملۃ الملک اور وزیر مختار بنا لیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہر سے مرصع تھا۔ ایسا قلمدان اس وقت تک کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا چنانچہ مرزا محمد امین کے بعد بھی یہ قلمدان عرصے تک کسی کو نہ ملا اور آخر کار جب ۱۰۳۵ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۸۳ ا۔

انھوں نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھ کر محمد قلی کے حضور میں پیش کیا تھا ؎

باز عالم ابتدائے کامرانی کردہ است | صد بشیر کامرانی می برد ہر سو خبر
دودمان نرکماں را خوش چراغی بر فروختت | پر تو شہزادہ بر چرخ می تابد دگر
رونق عز و شرف سلطان محمد زاں کہ ہست | ہر دو عالم یک صدف از بہر آں عالی گہر
خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر عقل گفت | اول کام است فیروزی و اقبال ظفر
چوں دعا بر زبان نمی دانم ازاں می گو بہ ہش | سرور عالم شوی در ظل اقبال پدر

معلوم ہوتا ہے کہ اس شہزادہ کی تعلیم و تربیت میں میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو وہ ایسا زاہد مرتاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادی کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور مستعدی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا معتمد علیہ اور مختار کل محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنا دیا۔

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت وخون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہوگیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ وفساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہوگیا۔ چنانچہ علی آقا کوتوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی۔ جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۰۲ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک واحتشام اور مال ودولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون (یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے) مقرر کی گئی تھی۔ اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی :۔

"بانواع تشریفات شاہانہ و اسپان بازین زر و فیلان کوہ پیکر معزز و ممتاز گردید"

جن عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے ویسرائے کو بھی شائد نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۰۰۱ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آکر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید برآئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آچکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

(۹) خوشقانی قالینوں کی تیس۳۰ جوڑیاں (۱۰) تیس۳۰ عدد نمد کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شمامہائے عنبر تھے۔

(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بری اور بحری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں، اور میووں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "بتخیلہ نہ گنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے جملہ ندیموں، قصہ خوانوں، شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کرکے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر جملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کرکے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کرکے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو از راہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہوکر

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس مخمل اور مشجر کو پا انداز کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستان ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا، اعیان دولت، سلاحدار، اور قدیم الخدمت ملازمین وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا۔ پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تیس ۳۰ عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔ (۲) بیس ۲۰ ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمر بند جس میں ۱۴ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو ۲۰۰ باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر، اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدر آباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہوگیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر جملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1] کہ مرزا محمد امین نے خود کو محفوظ نہ پاکر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدر آباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے[2]۔ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :۔

"فتوے در مرتبہ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حزم و عاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال و منال او نگرویدند"[3]

---

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا ہم خیال نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدر آباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۰۴ ا

محمد قلی قطب شاہ دولت خانۂ عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیراؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا۔ لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جاکر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب کلت خاں، زبردست خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والئ دستر نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔ محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک برنت خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثناء میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہوگئی تو مرزا محمد امین

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ امین باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال، یا زچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہواً الملک امین الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1]۔ تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے :-

"باغ میرزا محمد امین میر جملۂ ماضی کہ قطعہ ایست از بہشت بریں"[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے :-

"باغ مرزا محمد امین میر جملۂ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دار السلطنت است ....."[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۳۶ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اس کے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۴ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۳۳

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں[1] بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجاپور کا رخ کیا لیکن یہاں ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی وہ قدر و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار دوبارہ ہندوستان آیا اور ۱۰۲۷ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2]۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور زرک و احتشام کی بڑی

۱؎ گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۲؎ دیکھو ورق ۱۸۴ب تا ۱۸۷ا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت مروت اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل نبات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدرآباد آیا تھا اور ۱۰۰۳ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کی جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبا بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۸۸ھ میں ایران سے آ کر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی۔ کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر عتاب

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ عملی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امراء و عمائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

پیدا ہوئے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشروؤں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیمچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور مہین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماہ نامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو خلقی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب تک دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُررا (آقا) ایم رے ایم (کیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں نھیاں سو لیایا ۔۔۔ کھو نلی سکی کوں دیکھت میں سُدبُد لیا دکھن میں

بھونیک میا سینے اپن دیتا قطب کوں سب دکن ۔۔۔ سیوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن میں جیا

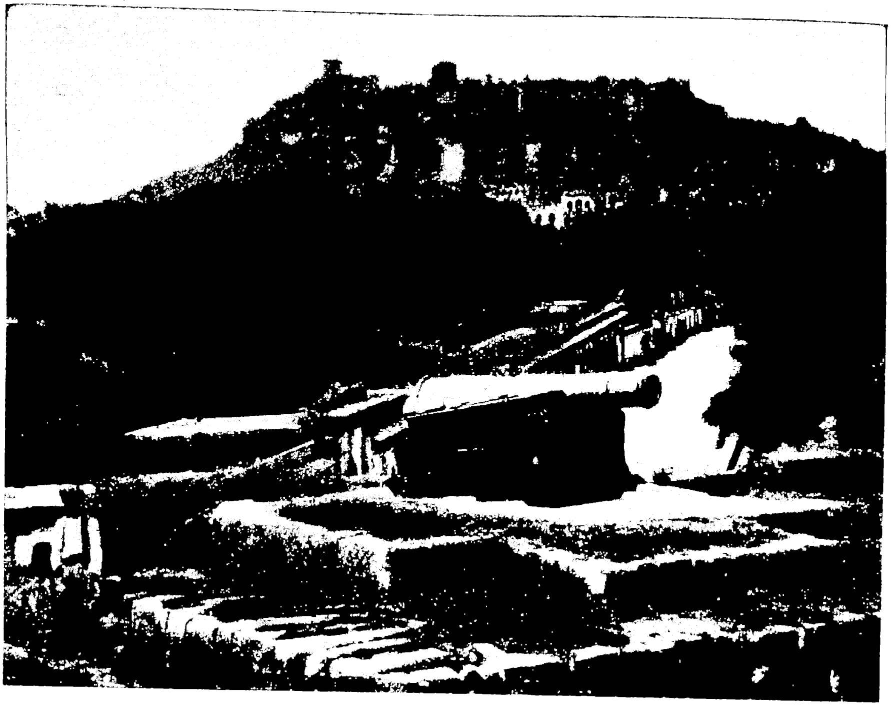
سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں ۔۔۔ اسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

نہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہو گیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کر لی۔

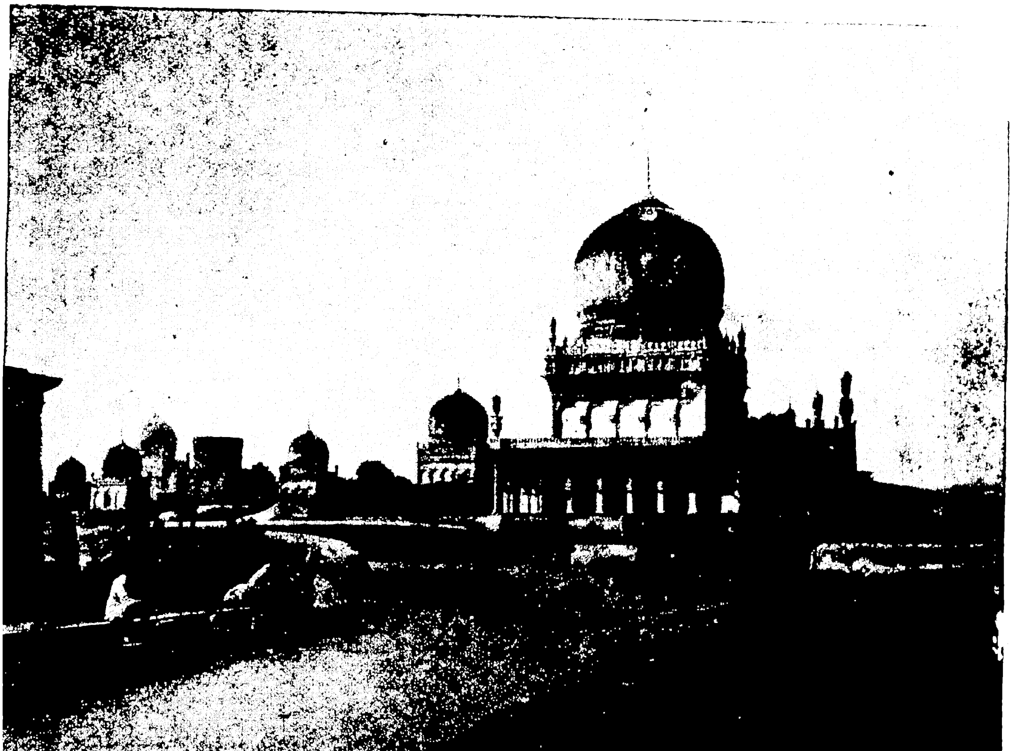
اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر نلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ اس کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑکی سے بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر مورد عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہو گیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کر لی۔

دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں



محمد قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر



نبی صدقے تزکماں کوں میاں تھے　　　دیتے دکن کی شاہی پنجتن خاص

اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنہ دکھن (صفحہ ۳۲۱)۔ ایک تلنگن سے (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی پتلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی۔

اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؎

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر　　　رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کردے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

تاہل، اولاد اور وفات

محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

میر شاہ میر طباطبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1]۔ اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:-

"از مشاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:-

"از جملہ ندماو فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقتِ لسان امتیاز تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر لکھا ہے:- "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"
[2] برہان ماثر صفحہ ۵۱۴ [3] برہان ماثر صفحہ ۴۷۶۔

شاہ میر کی سفارتیں اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر ہی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں، اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر گولکنڈہ واپس ہوا۔[1]

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجانگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے۔[2]

شاہ میر کی فتوحات یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۴۷۶۔ [2] برہان مآثر صفحہ ۴۸۲۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان ماثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر ہی کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا :۔

" ایں گروہ کہ با ما عہد و میثاق را بنقض پیمان و نفاق مبدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بر روزگار شاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا :۔

حالا نتیجہ آں بما عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوخامت آں گرفتار شویم۔" (برہان ماثر صفحہ ۴۵۲)

---

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ " در روز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر پناہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان ماثر صفحہ ۴۵۲ ۔

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست و تدبر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجاپوریوں سے دوبارہ لڑوالیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"چوں سید شاہ میر بحسن تقریر و لطفِ کلام مشہور و معروف خاص و عام بود سوئے تدبیر دشمناں را بعبارات دلپذیر خاطر نشان میر مرتضیٰ نمودہ وخامت و ندامت عاقبت آں را بدلائل و براہین مبین و مبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدہ اعدا پشیمان گشتہ بہ تجدید عہد و پیمان شاہ میر و قطب شاہ پرداخت" [۱]

غرض اُدہر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ اِدہر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیرباد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات

بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیقِ کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

[۱] برہان مآثر صفحہ ۵۲۵۔

اور اسکے بعد ماہ صفر ۹۸۳ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر ملتمراج داماد رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔[1]

اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نلدرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جرار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی۔[1] اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے:۔

"دلیران لشکر قطب شاہی درآں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان رستم داستاں را منسوخ ساختند۔ و چند مرتبہ حملہ ہائے مردانہ نیز تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند"[2]

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضیٰ امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کرلیا۔ لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کردی اور بہت جلد سید مرتضیٰ کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کر دیئے۔ اس کے بعد وہ یکہ وتنہا سید مرتضیٰ کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجاکر اس جاندار معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضیٰ کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۱۴ [2] برہان مآثر صفحہ ۵۱۹

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کر لی جا سکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے شادی

گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

روانگی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع نہیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی لکھتا ہے کہ:۔

"ایں خبر در مقام نانذگام نزدیک قلعہ نلدرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب ازدیاد مواد خوف و ہراسش گردید" (ب۔م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فہیم تھا اس لئے سید مرتضی اور دیگر امرائے نظام شاہی سے موافقت و وفاق کا عہد و پیمان لے کر سیدھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین سبزواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان جنگ میں شاہ میر کی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہرحال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعۂ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کرکے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[1] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

[1] برہان ماثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹ ۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۰ ب۔

لکھ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

"دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ در تہیج مادۂ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امراء بیاہ عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریص بمحاربہ و اظہار اتفاق غریباں با ایشاں دریں منازعہ ساختہ بنظر قطب شاہ در آوردند۔ تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ دیدن آں کتابت موجب تغیر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل استعجال بگرفتن آں سید عدیم المثال مثال داد و شیوۂ تانی و تامل دراں قضیہ عملی در نیاورد" (ج۔م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر اور مقتدر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

" قطب شاہ چوں بمستقر سریر سلطنت خود رسیدہ بر مسند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرہ حجلۂ عصمت سید شاہ میر را کہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ و ابواب مسرت و حضور بر روے آشنا و بیگانہ کشاد " ب ۔ م ۔ صفحہ ۵۳۵

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں منجموں نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم و فضل جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی دریادلی کے ساتھ اعیان و ارکان اور جملہ خدم و حشم کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور مقربان خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیگران کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پر عتاب لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات و سکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور فریس اور با اقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب ہو گئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

پریشان خاطر...... در دفع اعداسعی نہ نمودند" (ج۔م۔ ۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ ضروری مال و اسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں :۔

"بعد از چند ماہ از سر گناہ او گزشتہ حکم فرمود کہ او را در کشتی سوار کردہ با موال و اسباب ضروری باصفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند و شاہ مرزا در کشتی بیمار شدہ پیش از آنکہ بمنزل مراد رسد فوت شد۔" فرشتہ مطبع نول کشور ۱۸۶۵ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲ ۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک و احتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے ممکن ہے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبر ہو گا یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہرحال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بددل ہو گئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زنبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہو جانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہو گئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

"چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ روے رزمۂ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پاے ثبات و قرار شاں انجائے برفت ...... چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند و از گرفتن میر شاہ میر

دیوانہ رہا۔ چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔ تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر یا حیدر آباد سے بدل دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً

رتن قطبا کے ہیں نزول نہیں کس شہر میں ہول اس — لے کر آؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

بریاں نظراں تھے اس اسپند نار و — کہ حیدر نگر ان انداں بھرایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے سپند آنار و اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہ شہر میں ہے قطب — نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چچلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب چار منار، کہ مسجد، مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلانے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

یک ٹھائیں سہیلی مرنا دل دوجے پر نا دہرنا   اس پیو کوں اپنا کرنا اِس پاپی جیو کوں کھوے کر

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہئیے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنا لینا چاہئیے خواہ اس میں اپنے پاپی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔

کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

اور قطعاتِ تاریخی وغیرہ درج کیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو پہلے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اسی لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بار دے میرے جھاڑ کوں یا رب　　پھول پھل ہوئے تا سبھی گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درختِ زندگی کو باثمر بنا تاکہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدر آباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی اور دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمہارے چھاتول دایم خوشیاں سوں قطب کوں

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمہارے ہیں علیؑ

(یعنی اے علیؑ! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمہارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش و خرم رکھئے۔)

سننے میں آتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پُر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی۔ جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہو گا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر دفعہ دھوم دھام سے جلوہ، مہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد

محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ و محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا۔[1] اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا کہ تمام[2] شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہوجانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شاد کام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور شرفاء سلطنت کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

---

[1] بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ، اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۸۴۷۔ [2] تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

[3] بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغۂ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدرآباد کی تعمیر کے بعد بروز چہارشنبہ ۲۳ رجب ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہوگی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدرآباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدرآباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدرآباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۰۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کردیا گیا ہے۔

بنایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موتراشی کی تقریب بڑی شان و شوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلتان" کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش و نگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخرکار ۱۰۷۸ھ میں ۲۸ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان و شوکت بھی دفن ہو گئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میر محمد مومن استرآبادی کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیاست اور میر محمد مومن کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرا لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "محلہ مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملکہ نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد، اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۷

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفائے کلی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔

کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کر کے اس کے دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو نبی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیر المومنین تمہارے اوصاف بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا بندہ ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے تین برس بعد دوشنبہ ۲۸ شوال ۱۰۲۳ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جس کی شادی ۱۰۴۳ھ میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجا پور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح طویل عمر پائی۔ یہ بیجا پور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا کو اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئی تھیں اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیئے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر بُرا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

صدقے نبی کے سورچندر تا اچھے گگن　　پت پیت سوں قطب کرو سو لاکھ سال عید

نبی صدقے قطب لگ برس جی توں　　کہ نج تھے پاوے نت جیو دان بکرید

سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ　　ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اچاتے ہیں

قطب شہ کوں میا کر دیا سوں پنجتن دایم　　حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں

اباداں کر ملک میرا سو توں　　بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں　　خدایا رکھ جداں لگ ہیں ستارے

صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو　　جب لگ اچھے اسمان پر، چند سور زہرہ مشتری

ان منفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے

جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سجان کے بہو مان سوں جیو و تمیں راجے سدا　　جم جم جیو و پت مت سوں آنند خوشیاں کا سدا

وفات

آخر وہ روز آہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کار ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینے[1] تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہوتی گئی[2]۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جملہ

[1] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹۔
[2] "از سموم حرارت تن بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپن بخت حقیرے تھے کدیں دل میں نہ کر غم   تجھے دار وئے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بدقسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں بڑی قدرت ہے وہ ضرور دار وئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف و میا تھے   دکھ درد بھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

نبی لنگر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی   کہ لنگرداری میں تج کوں ہزاراں لک شفائے

شاعراں بچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں   میں بندا عاجز ہوں تم دار و کرو درماں ستی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا   نبیؐ کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

نبیؐ کی دعا تھے قیامت تلک تم   گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں

صدقے نبیؐ کے قطبا جم جم خوشی انند سوں   لک سال اچھ (رہ) کہ اس تھے (سے) ہے عیش شمع روشن

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی ؎

سال تاریخ فوت او جستم گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت[1]

عمر

انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف بنتالیس[47] سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے[2]۔ وہ ۱۴ / رمضان ۹۷۳ھ کو پیدا ہوا اور ستّرہ[17] ذیعقدہ ۱۰۲۰ھ کو وفات پائی۔ اس طرح ۱۴ / رمضان ۹۷۳ھ کو قمری مہینوں کے حساب سے اس نے بنتالیس[47] سال ختم کئے تھے اور اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں[ب] میں غلط ہے یعنی تینتیس[۳۳] سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس[۳۱] سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس[۳۲] سال چھ[۶] مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی[3]۔

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

[2] تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۲۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) مآثر دکن صفحہ ۹۱۔

[3] کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوششیں کی تھیں لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر بھلائے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدرآباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۰ھ[2] اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۹ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جوان مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں — جم تاج بخش و ممالک ستاں

دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر — نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰)

قطعات تاریخی ماثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی — وصال آں شہ دیں سال فیاض

ز قطب فضل و فضل عام جستم — دگر بارہ ز عالی جاہ فیاض[3]

قدیم تاریخوں میں یہ قطعہ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

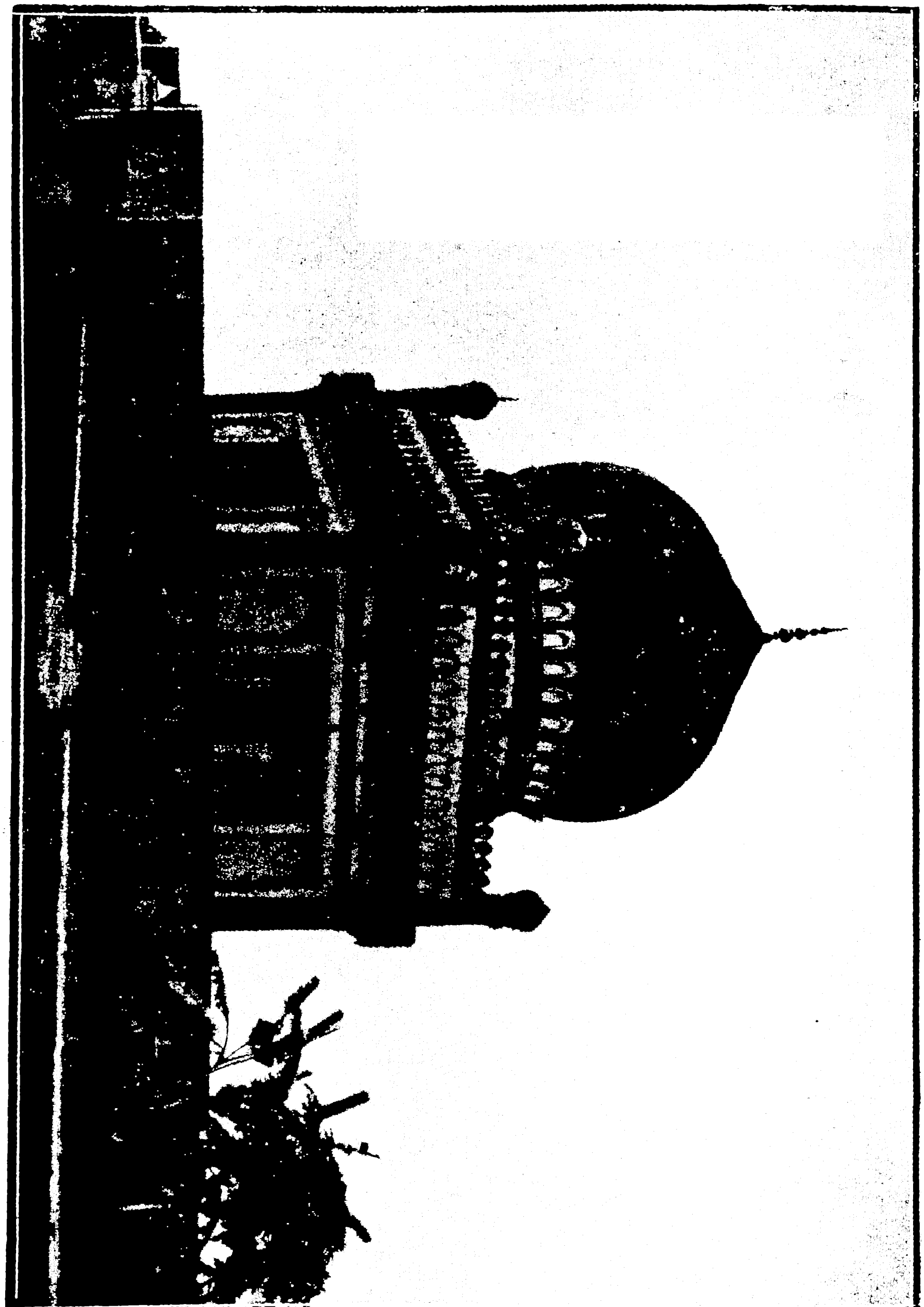
ماہ تمام ملک بزیر نقاب شد — آب حیات خلق دریغا سراب شد

سروے ز بوستان معانی فرو شکست — برجے ز آسمان مکارم خراب شد[3]

---

[1] "در عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰

[2] ماثر دکن صفحہ ۹۱ [3] تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹ -



محمد قلی کا گنبد

محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی سر بفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباواجداد کے گنبدوں کے قریب بنوالیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۷ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ ماثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف ۲ دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفیٰ بنا ہوا ہے اس پر کلمہ آیت الکرسی، اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے:۔

"اعلیحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ انار اللہ برہانہما۔

بتاریخ روز شنبہ ہفتدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام ۱۰۲۰ھ سنہ عشرین و الف ہجری برحمت حق واصل شد۔

سن شریفش چہل و نہہ سال و مدت سلطنتش سی و یک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ"

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لگوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدت سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ تک ۳۲ بتیس سال ۶ چھ مہینے ۲۶ چھبیس دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پر فضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف واکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق درجوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں

دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس لئے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابوطالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہوگیا ہوگا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ ہزار[۶] ہون خرچ کرتا تھا۔

چڑھادی تھیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تاناشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے سے منع کردیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر مسمار کرسکتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبدِ محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست وریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا۔ اسکی قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ قبر پر اطلسی چادر اور پھول چڑھائے جاتے تھے۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا۔ روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن رہتے۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی موضوعوں سے متعلق تھیں۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا۔ اور اوپر کلس پر زرین ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی۔[۱]

---

[۱] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفرنامے میں لکھے ہیں۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچپن سال بعد حیدرآباد آیا تھا۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ کی جلد دوم کے طور پر شمس العلما سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا۔

خود شہر حیدر آباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچتا اور بے نیل و مرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام و اکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدر آباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دی جاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر دو لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم و ستم سے محفوظ ہوگئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اسے دار القضا کے سپرد کر دیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کر دیا جائے۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔
ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو
بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دور حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ
چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں
میں زرِ عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زرِ عاشوری
کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر و محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ
روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے
اپنے عہد حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ
چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں
اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے
علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا
یہ معلوم ہے کہ وہ مقامات مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے
غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

کلیاتِ اُردو

محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہوگئیں۔ صرف حیدر آباد کا چار مینار، جلو خانۂ عالی کی چار کمانیں، بادشاہی عاشور خانہ دار الشفا، اور محمد قلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہل علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاع بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہوگیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا۔ کسی نے اس کو

محمد قلی کے دستر خوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دستر خوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی چنانچہ اکثر مسافر اور سیاح اس شاہی دستر خوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔

۸۔ نسخۂ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخرالذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شایع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ تیرا سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۲۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ بیتیں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں۔

آغاز: صفت کوں (کہوں) اس یکتائے سبحان کا کہ ناطق اپے (خود جو) جن ہے قرآن کا

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیئے ۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز ع جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع ولا منگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجۂ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

کلیات کے نسخے

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئیں۔ چنانچہ اس وقت تک کلیاتِ محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ لکھنو

۲۔ " " ٹیپو سلطان میسور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدرآباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد

۶۔ " " " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق " "

ا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۱۸۳۱۲ شعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔ حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔

ب۔ کتب خانۂ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوال ٹیپو سلطان کے بعد ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی "تاریخ زبان و ادب ہندوستانی و ہندوی" جلد اول صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۲ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

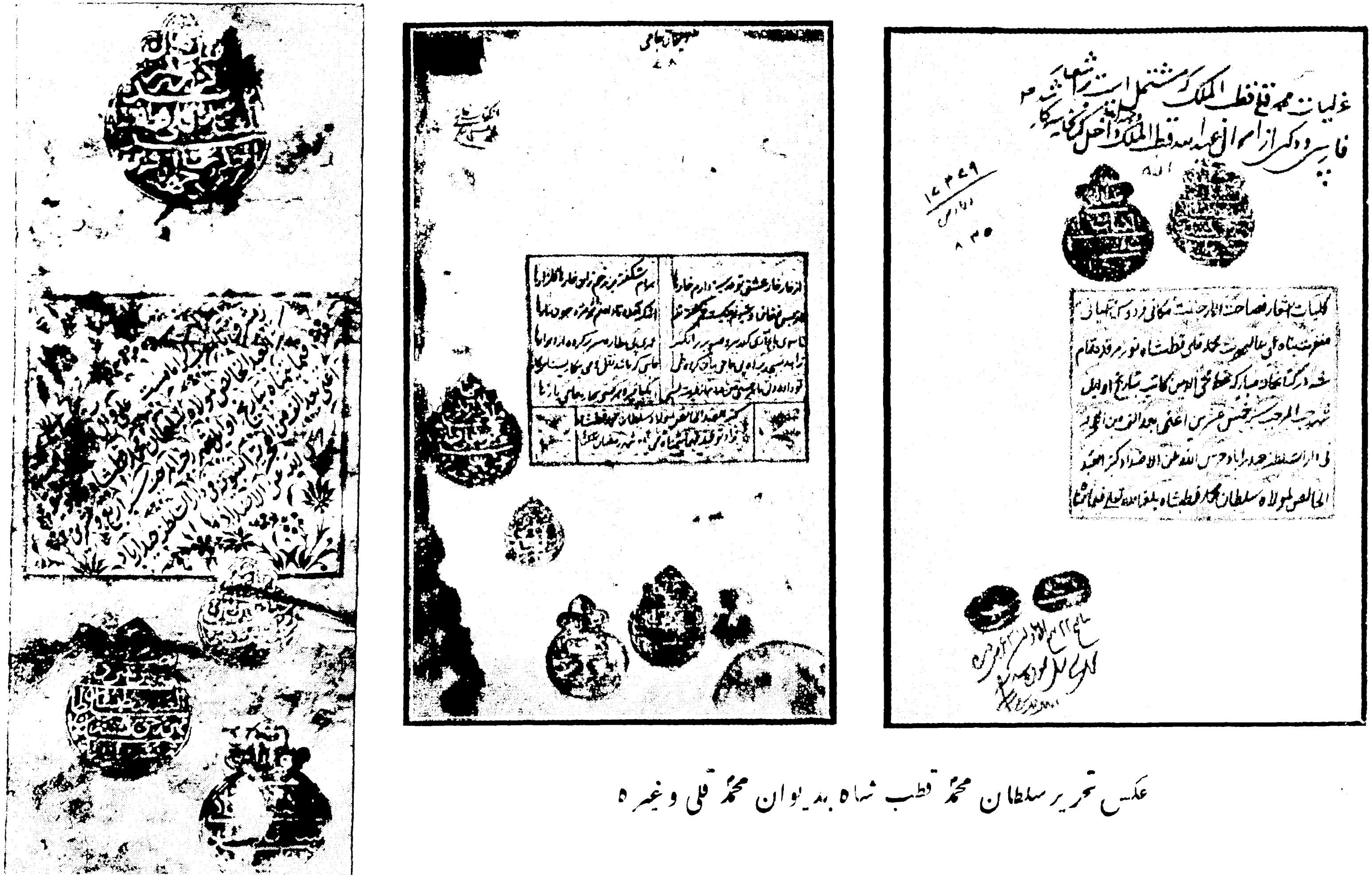
اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کیٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر



عکس تحریر سلطان محمد قطب شاہ بہ دیوان محمد قلی وغیرہ

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سرورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے........ ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے........ کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں سنہ ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہو گئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی..........

کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ لکھا ہے۔ اس دیباچہ میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں، پھر قصیدے، اسکے بعد ترجیع بند، ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے، اس کے بعد دکنی مرثیے، دکنی مرثیوں کے بعد فارسی غزلیں، فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں، اور سب سے آخر میں رباعیات"

رسالۂ اردو بابتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اس کے سرلوح پر لکھا ہے:۔

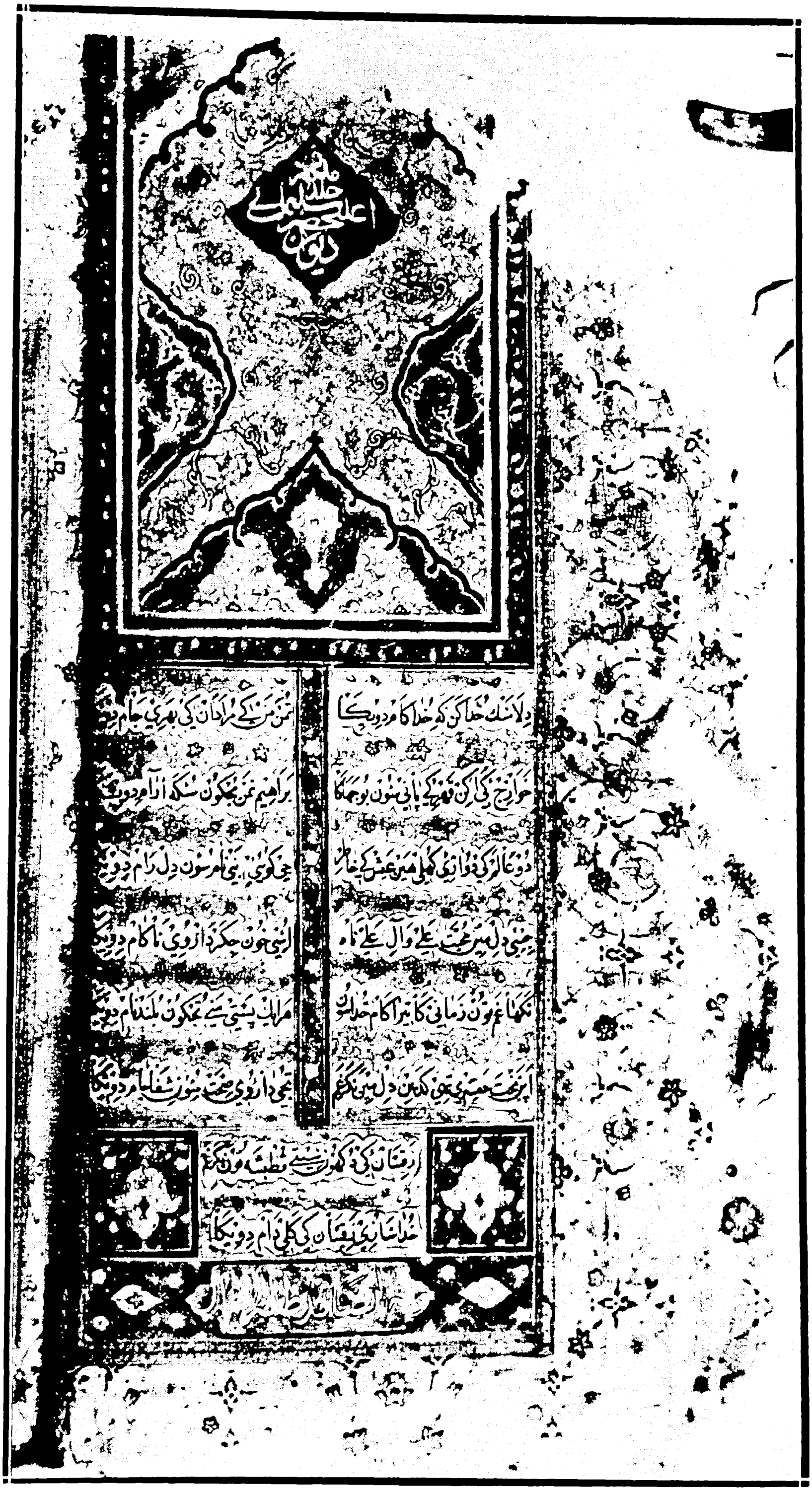
دیوان اعلحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہٗ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے:۔

ولہٗ ایضاً مدظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم، معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ردیفیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کر کے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنادی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہو گئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔



لوح کلیات محمد قلی قطب شاہ

۲۔ معانیؔ تج کوں محمد غلامی ہے شاہی — توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

۳۔ معانیؔ شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز — نبیؐ کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ

۴۔ یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانیؔ — منج سیس پر لکھا ہے اسم محمدؐ اللہ

۵۔ تج تخلص ہے معانیؔ معنی کے گنج سوں بھریا — تو محمدؐ میم تھے پایا دو عالم کا سرپر

معانیؔ نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجایش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں :۔

تج محمد ناؤں تھے سہتا ہے تاج احمدی — وو بزرگی دیکھ یک پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چوپھیر چوک جوڑ ہے سدا — اس خوشی سے رات دن گرچے سوا یواں عید کا

اس قصیدے پر معانیؔ عید جم قربان ہے — نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانیؔ کا :۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر — کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرف پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے — اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں — معانیؔ شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ اس لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہ ہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی — کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ پیوستہ باد باتو معانی عروس عیش — قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں تھے ہوئے آگاہ سب — تاج تو رکھ سر اپر او ہے اماماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الہی کا کرتا ہوں ہر دم — دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کہیا تمھاری پیوا معانی کی دولت ہے — کہئے کہ تم بھی پیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے پیڑی — معانی تو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کیوں — میں محمد نانوں تھے دو نوں جہاں میں پایا جگیا

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ اصل میں دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب ہی نہ ہوا ہو چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخۂ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ مع قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

(۳۶ غزلیں وغیرہ۔ ۲۳۶ اشعار)	پایا - بجایا	آسے نا - باسے نا
شتاب تاب تھا - آفتاب تھا	آیا - پایا	پائیا - چھائیں
کام دیوے گا - جام دیوے گا	کنعاں غم نہ کھا - گلستاں غم نہ کھا	پیارا - ادھارا
پیارا - ہمارا	جاہی کرن سکتا - شاہی کرن سکتا	ٹھارا - نتارا

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً :۔

اب پچھے گا قطبِ معنی حال کیوں — قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا

ہر مکیں میں مست ہر یک دھات ہے — قطبِ معنا مست از روزِ الست

مج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی — آؤ خوش سیانا ؤ خوش ہے نام میرا آفتاب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :۔

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے — کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو سنسارا

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داس ہیں سب — سدا قطب سعادت کا معانی نج دیا ہے اب

سب دھر نہ کہہ تو قطب معانی کہ عاشق ہوں — اپے حال نیر اطور سوں فریاد کرنہ ہے

اماماں کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ چو گرد ہے — معانی قطب تجہ بر دہے علی کا حُب حصاری ہے

قطب زماں معانی بس کر بڈہی کی کہانی — شیطان کی ہے نانی اپس کوں آپ جالی

معانی قطب شہ کس دھر نہ کہہ رمزِ نہاں پیو کا — کہ ہے جو ستر مجلس کا سو بچلا حور دستا اب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے۔

پرست ۔ دست
مست ۔ بدست
ہات ۔ بھلات
صحبت ۔ قدرت
شکایت ۔ حکایت
رات ۔ بات
کھلیا بسنت ۔ چھڑکیا بسنت
بات ۔ کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۶ اشعار)
بتخانہ ہے باعث ۔ میخانہ ہے باعث
کیا حوادث ۔ ہیا حوادث
اچھو وارث ۔ سنو وارث
حارث ۔ وارث
مے غیاث ۔ لے غیاث

مدام بحث ۔ کلام بحث
کھولو حدیث ۔ بولو حدیث
کام عبث ۔ دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۶۷ اشعار)
نابوج ۔ نابوج
آج ۔ حاج
آج ۔ تاج
جاناں کا احتیاج ۔ رضواں کا احتیاج
آج ۔ کاج
خیال تج ۔ خال تج
بالاں کج ۔ ہلالاں کج
دکھو رنج ۔ نکو رنج
رنج ۔ گنج

چ

(۲ غزلیں ۔ ۱۵ اشعر)
کچ ۔ رچ
ناچ ۔ پاچ

ح

(۸ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)
مباح ۔ نجاح
سوا صبح ۔ دعا صبح
صبیح ۔ قبیح
بات صریح ۔ مات صریح
صبوح ۔ نصوح
دعائے قدح ۔ برائے قدح
سمن مجروح ۔ تن مجروح
جیا روح ۔ دوا روح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

لگیا ۔ گیا
دیپایا ۔ پایا
موتین پیا ۔ روشنین پیا
دوا ۔ شفا
وفا ۔ جفا
کنارا ۔ ہمارا
خدا دیتا ۔ نوا دیتا
بپیالا ۔ دالا
سیوا ۔ نیوا
سلطاں عید کا ۔ ساماں عید کا
عید کا ۔ امید کا
آیا ۔ سنایا
جاں عید کا ۔ گلستاں عید کا
بن عید کا ۔ دھن عید کا
خوشی کا ۔ علی کا

چال کیوں؟ ۔ مے خانہ کیتا
(ناقص الاول)
جام لیبا ۔ مدام لیبا
صبا ۔ بلا
کرتوں؟ ۔ سہایا (ناقص الاول)
یار جانی کا ۔ راز نہانی کا
ستاب تھا ۔ آفتاب تھا
جگت سارا ۔ شسر فدارا
یکبارا ۔ تھارا
عالم کا ۔ آدم کا
افسانہ کیتا ۔ دیوانہ کیتا

ب

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۷۸ اشعار)
کیا ہے اب ۔ ساقیا ہے اب
آے طالب ۔ دلاے طالب
زور وستاب ۔ ہور وستاب

جواب ۔ حجاب
بن میں عجب ۔ گلشن میں عجب
آب ۔ شراب
مستجاب ۔ ثواب
نقاب ۔ باب
شراب ۔ کباب
شراب آلوداب ۔ شاب آلوداب

ت

(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)
دولت ۔ بولت
کام دیت ۔ جام دیت
کجن مست پری مست ۔ گگن مست پری مست
مست ۔ پرست
لیا یا لسنت ۔ آیا لسنت
بہشت ۔ کنشت

جانی ہنوز ۔ پہچانی ہنوز
خیز ۔ گلریز
درباز ۔ نماز
جاوداں ہم عید و ہم نوروز ۔ عیاں ہم
عید و ہم نوروز

س

(۲ غزلیں ۔ ۱۶ اشعار)
پاس ۔ الیاس
کہنا ہوس ۔ سننا ہوس

ش

(۱ غزل ۔ ۱۹ اشعار)
سرکش ۔ ترکش

ص

(۱ غزل ۔ ۷ شعر)
خاص ۔ اخلاص

غ

(۱ غزل ۔ ۹ شعر)
داغ ۔ باغ

م

(۶ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۱ شعر)
بھگا دو تم ۔ مگا دو تم
نام ۔ کام
کام ۔ جام
کرم ۔ علم
نام ۔ صیام
دام ۔ نام

ن

(۲۷ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۱۴ شعر)
دورتوں ۔ فغفورتوں
آب سوں ۔ شاب سوں
بستاں ۔ دستاں
غمخور کوں ۔ انور کوں
جاں سو کرتے ہیں ۔ قرباں سو کرتے ہیں
ہندوستاں کوں ۔ ناداں کوں
شکرستاں سوں ۔ راساں سوں
روں روں ۔ گردوں
بے دیں ۔ آہیں
ارغواں ۔ جواں
چمن ۔ یون
رتن ۔ جتن
کماں ۔ دستاں
نہالاں سوں ۔ جاناں سوں
نین ۔ سمن
خارا چھیں ۔ سرشارا چھیں
نوراں تیں ۔ حوراں تیں

روے فرخ ۔ موے فرخ

شاخ ۔ سنگلاخ

ڈلنا گستاخ ۔ ہمنا گستاخ

دہن تلخ ۔ سخن تلخ

نوا تلخ ۔ حیا تلخ

د

(۱۱ غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

انند ۔ بلند

کلہ قند ۔ بند بند

ہلال عید ۔ وصال عید

آیا جیوں نوا چند ۔ لگا یا جیوں نوا چند

سنا یا عید بکرید ۔ آیا عید بکرید

فریاد ۔ آزاد

بنیاد ۔ فریاد

فریاد ۔ داد

فریاد ۔ افتاد

پدید ۔ عید

ورد بیورد

ر

(۲۳ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۰ اشعار)

منورکر ۔ درکر

غدیر ۔ کبیر

یار ۔ دار

یار ۔ دلدار

پرور ۔ سرور

پرکار ۔ یکبار

منور ۔ بھر

امیر ۔ کبیر

نظر ۔ خبر

اپ کر ۔ زرکر

سنگاراں کر ۔ دھاراں کر

پیکر ۔ گھر

بار ۔ زار

باہر ۔ ذاکر

غدیر صغیر

نوبہار ۔ افتیار

نظر ۔ قمر

خانہ کر ۔ بہانہ کر

پیک آیا بہار ۔ جیک آیا بہار

ڈر ۔ گھر

نور ۔ سنپور

آرام پر ۔ جام پر

پورکر ۔ دورکر

ز

(۴ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۷ اشعار)

ملے ۔ کھلے	بھایا دسے ۔ سہایا دسے	جام لی ئے ۔ مدام لی ئے
لے ۔ رے	کنکھری ۔ گلسری	ناشاد کرتہ ہے ۔ بیداد کرتہ ہے
گاتی ہے ۔ سہانی ہے	ساری ۔ سنگاری	سنگاون جونا اچھے ۔ انگاون جونا اچھے
کھڑی ۔ زرزری	باندے ۔ باندے	یار خوش ندیسے ۔ جھار خوش ندیسے
آئیا سر نھے ۔ جھمکایا سر نھے	موماں کا عید ہے ۔ دوستاں کا عید ہے	نیکا دسے ۔ نیکا دسے
نین پتلی ۔ یون پتلی	آدے ۔ دکھاوے	گلالی ۔ لالی
گری تھے ۔ کری تھے	لیایا ہے ۔ آیا ہے	جھلتے ۔ کھلتے
پری ۔ استری	ہمارے ۔ تمارے	دوری ہے ۔ صبوری ہے
بھیری ۔ گوری	تماری ۔ واری	علم پکڑے ۔ حشم پکڑے
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے کوئی	آتی اہے رے ۔ بھاتی آہے رہے	تیری ۔ دیری
بھید ہے ۔ خورشید ہے	دکھاتی جگاتی	بدمنے ۔ پدمنے
پلاتی ہے ۔ دکھاتی ہے	بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے	نگاری لگی دسے ۔ سنگاری لگی دسے
ساجے ۔ باجے	بھاوے ۔ جاوے	خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے
کھول ساجے ۔ مدن کے باجے	شوانی ۔ نہانی	مدعا ہے ۔ روا ہے
دپائے ۔ پلائے	بہانے جانے ۔ جانے جانے	قمر ہے ۔ ثمر ہے

بیا یا بسنت بکرید سوں - بھایا بسنت بکرید سوں

خوشیاں سیتیں - نوراں سیتیں

بوماں سوں - پرماں سوں

خوشیاں سبھی اس عید میں

نھاٹیاں سبھی اس عید میں

پلاتی منج کوں - سہاتی منج کوں

ناداں سوں - تاناں سوں

گاویں - بجاویں

عشرت کیتے ہیں - صحبت کیتے ہیں

ادھار سوں - نادار سوں

اپنے میں - جینے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ - ۶۷ اشعار)

بیری عجائب سوں - تیری عجائب سوں

نوجواں کرو - جاں کرو

محبوب دکھو - خوب دکھو

بو - مو

کو - تو

بناؤ - پلاؤ

خوشیاں کرو - بھاں کرو

کجاؤ - بجاؤ

گاؤ - بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ - ۷۷ اشعار)

پیروہ - ہروہ

ناہ - گاہ

اللہ - پناہ

آگاہ - گمراہ

دلخواہ - سحرگاہ

آشیانہ - خانہ

نگاہ - درگاہ

آیا برس گانٹھ - لیایا برس گانٹھ

آیا برس گانٹھ - پایا برس گانٹھ

آیا برس گانٹھ - سہایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ - ۴۴۳ اشعار)

نکلے - سکلے

بہاری ہے - ساری ہے

کنعاں تھے - بستاں تھے

رمانی - بھانی

میزبانی - شہانی

ہلکتی کھڑی - ہلکتی کھڑی

بھرانی - پھرانی

آئی - پلائی

کھلائی - جھلائی

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخۂ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخۂ قدیم اور نسخۂ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں۔ کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے۔ مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا	قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست	قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتار	پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں اوتار
اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب	اے قطب شہ توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب
معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں	قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں
معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ	قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

کھلاتے ۔ پلاتے	دور کر ساقی ۔ پر نور کر ساقی	سات ہے ۔ دھات ہے
نور تھے ۔ پور تھے	دھن کے ۔ من کے	بہانے جائے ۔ جانے جائے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ض ۔ ط ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی ہی نہیں یا یہ غزلیں درج نہیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہوگئیں ۔

کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے سنہ ۱۰۲۲ھ میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے) ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو انضباط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے :۔

جدید دیوان	قدیم دیوان
بعینہٖ	تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام
	احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام
جن نام و ننگ نا بو مجھے وو کال و کیان کا	جن نام و ننگ نا بو مجھے دو گن د گیان کا
جے نا بو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام	کن نا بو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
بعینہٖ	ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے
دہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام	دو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام
بعینہٖ	انگارہ خاک یاد کیا تج تو جیو دیا
جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام	جب تجھے دیکھیا ہوں تو تجھے کیا ہوں تجھے سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہٖ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

جدید دیوان	قدیم دیوان
دوڑا یا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا	دوڑا یا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا
بعینہٖ	دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام
اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں	اے پند گو معانی کو کیا پند کہتے ہیں
بعینہٖ	اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دیئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرنے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈالدیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے۔

جانتے دارو سکیاں درد کا نیہ دوا ہوسے ترکماں انکے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکمان موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع نیہ دوا ہوسے نہ ہرگزان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیسکتے ہیں

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔ قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلام محمد" یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا۔ مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہوگا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ) تھا نہ کہ امین قلی

۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قائم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علٰحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ بیدہ نعیس اس لئے خود کو اپنے پیش رود سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع معانی ہر بانزک کر عیش سوں اچھ کا نسخہ جدید ع قطب شہ ریا ترک کر خوشی اچھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :۔

جدید دیوان	قدیم دیوان
عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے	(۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اٹھے
ان اساساں روشنی ہے آفتاب	میری آہ کا آگ جیوں ہے آفتاب
(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)	(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)
نظر نج یہ ہے کیا تماشہ کا حاجت	(۲) نظر نج یہ ہے کیا تماشہ کا حاجت
نہیں بنر خط انگے خضرا کا حاجت	نہیں بنر خط آگے چنپا کا حاجت
طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو	(۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو
کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت	کہ بالی ہیں ہو من ہے بالا کا حاجت
ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ	(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ
نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت	نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہو گا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم دلی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش دلی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصّہ

نظمیں

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمدؐ کی غلامی پرزور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھدیا ہے یعنے؎

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا　　علیؑ کی مہر ستی سکہ انند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا ومذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آغا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کردیا تھا۔

نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں ۔ ۱۳۵ اشعار)

(۲) نعت (۵ نظمیں ۔ ۴۳ اشعار)

نوٹ ۔ ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے ۔

(۶) عید میلاد نبی (۶ نظمیں ۴۵ اشعار)

(۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں - ۳۷ اشعار)

(۸) شب معراج (ایک نظم - ۵ شعر)

(۳) منقبت (۶ نظمیں ۔ ۴۰ اشعار)

(۴) مدح حضرت بی بی فاطمہؓ (۲ نظمیں ۔ ۱۴ اشعار)

(۵) شاعر کا مذہب (۲ نظمیں ۔ ۱۰ اشعار)

(۹) عید سوری (۵ نظمیں - ۳۵ اشعار)

(۱۰) عید مولود علی (۹ نظمیں - ۶۶ اشعار)

(۱۴) بقرعید (۹ نظمیں ۶۰۰ اشعار)

(۱۵) نوروز (۳ نظمیں۔ ۲۱ شعر)

(۱۳) ہلال عید و عید رمضاں (۱۱ نظمیں ۔ ۸۹ اشعار)

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں - ۱۸۶ اشعار)

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں - ۱۵۲ اشعار)

(۱۶) بسنت (۷ نظمیں ۔ ۵۲ اشعار)

(۱۷) دوسری عیدیں (۴ نظمیں ۔ ۲۸ اشعار)

۱۲۵ا۔ کھڑی۔ اپن دل کے انداں کی کریں جگ سروراں کھڑی۔ ج ۔ ۴ ۔ ۱۸۷

(۲۲) برسات اور سرما (۱۶ نظمیں ۔ ۱۱۴ اشعار)

۱۲۶ا۔ رُت آیا کلیاں کا ہوا راج۔ ج ۔ ۷ ۔ ۱۹۱

۱۲۷ا۔ مرگ سلطانی ستارا جگ میں آیا پھر کہ آج۔ ق+ج۔۹۔ ۱۹۱

۱۲۸ا۔ پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ۔ ق ۔ ۷۔ ۱۹۲

۱۲۹ا۔ سہیلی نبی نیلی رُت میں شوانی۔ ق ۔ ۷۔ ۱۹۳

۱۳۰ا۔ انداں سیتے بھی آیا مرگ سال۔ ج ۔ ۷۔ ۱۹۴

۱۳۱ا۔ مرگ سال آئیا پھرتے مرگ سنگاراں کر۔ ق ۔ ۷۔ ۱۹۵

۱۳۲ا۔ سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں۔ ج ۔ ۷۔ ۱۹۶

۱۳۳ا۔ مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کو مناؤ۔ ق ۔ ۷۔ ۱۹۷

۱۳۴ا۔ گرجتا دیکھ مرگ چوندہر تھے فوجاں کر ملیاں بالیاں۔ ج ۔ ۷۔ ۱۹۸

۱۳۵ا۔ گرجا ہے میگھ سرتھے تازہ ہوا ہے بستاں۔ ق ۔ ۹۔ ۱۹۹

۱۳۶ا۔ گرجیا مرگ خوشیاں سوں سنگارو آؤ سکیاں۔ ج ۔ ۷۔ ۲۰۱

۱۳۷ا۔ مرگ مہینے کوں ملالے ملکاں مل گگناں ہیں۔ ج ۔ ۱۱ ۔ ۲۰۲

۱۳۸ا۔ سالاں بسال مرگاں آنند سوں کجاؤ۔ ق ۔ ۵ ۔ ۲۰۴

(۲۰) لوازمات شاہی (۶ نظمیں۔ ۵۲ اشعار)

(۲۲) کھیل (۳ نظمیں۔ ۱۸ اشعار)

(۲۳) محلات شاہی (۶ نظمیں ۵۸ اشعار)

(۲۴) بارہ پیاریاں (۳۸ نظمیں ۔ ۲۶۱ اشعار)

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں۔ ۴۷ اشعار)

(۲۸) افسانۂ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

(۲۹) متفرق - (۴ نظمیں - ۲۳ اشعار)

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۸ اشعار)

حمد

چندر سور تیرے نور تھے، نس دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات

تیری صفت کن کر سکے، توں آپی مبرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح

تج نام منج آرام ہے، منج جیو سو تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا

سب جگ کوں تجہ سوں کام ہے، تج نام جپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا

تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت

جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو

جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
سے سے

جے کچ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھے تو

بہو تک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی

سیسوں نبی کا نت چرن، جب لگ ہے تن ہانے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح

خضر ہور چشمۂ حیواں ہمیں ہور نینہہ سائیں کا — سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
اور ہم اور عشق — رخ سے

اچھوں..... اچھوں میں پاٹ بیر الطف منج بس ہے — لکھیا تج ناوں منج تر پر ہزاراں شکر دادر کوں
رہوں مجھے — لکھا تیرا نام میرے

کیا تج نینہہ کا بارا منجے چوندھر سو سب حیراں — ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے منبر کوں
تیرے عشق کی ہوا نے مجھے چاروں طرف — ہم دل

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج سر تھے ایک پھل تازا — طرہ اس پھول کا گند کر رکھیں اب زیب افسر کوں
کھلا پھولوں پھر سے پھول — گوندھ

گیا سب پھول کا نوبت سو اب اس پھول نوبت ہے — سدا رکھ آپ..... یا رب تو اس سرو صنوبر کوں

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو اب نینہہ کی دوکاں — ہوئے ہیں حال کے پیکے سو دھن تج حسن کے زر کوں
عشق — پیسے حسین تیرے سونے

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے — سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن در کوں
نہ — نکال پکڑا تمہارے (ق)

(۴)

تُہیں جگ کا سامیا یا حفیظ — تُہیں جگ کوں سرجائیا یا حفیظ
توہی دنیا — توہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے اُن کوں سدا — تہیں کرنے ھارا دیا یا حفیظ
کو — توہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے — دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
راہ سے — میری آنکھ کو سرمہ

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش — تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

بندہ — تیرے کا مجھ کو

تج لطف تھے موجود ہوا جیو سیتی بیں — اَپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش

تیرے سے روح سے — اپنے سے

دھریا ہے دو جگ پر توں میا عالم ولیکن — اپ مہر کے آدھار سوں منج فیض خدا بخش

دھرا عالم محبت — اپنے سے مجھے

منج جیو کے پھل بن کوں کر اپ شوق سوں تازہ — منج نین کے درپن کوں اپس مکھ تھے صفا بخش

میرے دل پھولبن کر اپنے سے — میری آنکھ آئینہ کو اپنے چہرہ سے

یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں — بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش

ایک زبان سے تیرے — پھر کرنے کے لئے مجھے بی

منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا — منج عیش کے سورج کوں سو دن دن توں ضیا بخش

میرے کو تو — میرے روز بروز تو

صدقے نبیؐ کے قطب کوں اپ لطف میا تھے — دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

اپنے بخت سے — اور آرام (ج)

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں — دیا ہے جوت اپنے نور تھے مطلع الانوار کوں

سے میری — روشنی سے میری

نہ دکھلاؤں کسی جوہر فروشاں کوں مرا جوہر — دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں

نَعتْ

جدہاں لگ اہے جیو منج تن منے | جلا منج کوں با حیا یا حفیظ

جب تک ہے روح میرے جسم میں | مجھے

بہو تیک درد مند ہوں منج کھلا | ترے لطف کا مومیا یا حفیظ

بہت ہی | مجھے

جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے | کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ

جو کچھ | تجھے | کہا | کہا

نبیؐ علیؑ قطب بندے پہ جم | لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ

ہمیشہ | لا | محبت | (ج)

(۵)

مناجات میرا تو سن یا سمیع | منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع

مجھے | تو

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا | برا کر برا منج سوں جن یا سمیع

مجھ سے | مجھ سے

مرے دوستاں کوں توں نت دے جنت | مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع

تو ہمیشہ | کو آگ

آبادان کر ملک میرا سو توں | بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر | انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع

سب کے | اسطرح | انگوٹھی | جسطرح

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر | رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

لوگوں | سے | رکھا | جسطرح | تونے

مرادات کا جم ترنگ سار قطب | او سے سار ہت دے عنین یا سمیع

مرادوں | ہمیشہ | گھوڑا کی طرح | ہاتھ | باگ | (ج)

تج مکھ اَجت کے جوب تھے عالم دنیھارا ہوا — تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا

تیرے مُکھ — جوت ۶ روشنی سے — روشن — تیرے — سے — عالم

یک لک اسئی پیغمبراں اُپجے جگت میانے ولے — تج پر نبوت ہے خَتَم سب تھی توں ہی پیارا ہوا

ایک لاکھ — پیدا ہوئے دنیا میں لیکن — تجھ — سے

انبر ترنگ زیں چند نواچابک سرنگ تس بیجلی — سورج کرن پرچم دسے غاشا بدل کا راہوا

آسمان گھوڑا — چاند نیا — اسکی بجلی — نظر آئے — بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا پاکھر ستارے جھمکنے — محور ہی فتراک جوں توں سوں پھراں ہارا ہوا

دھرتی سُرنگیں فرش کی چوندھر سمد جو حوض ہے — چھپّر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بارا ہوا

زمین — چاروں طرف سمندر مثل — تیرا ہوا

جنت کنتے تر جگ جس سو یک چمن تج باغ کا — کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں ٹھارا ہوا

کہتے ہیں عالم — تیرے — تیرا — صحن — اور — مقام

بہو نیک نبیؐ کے چاؤ سوں کیتی کندری بھاؤ سوں — سو تس کندوری لون میں سمدر رست کھارا ہوا

بہت ہی — سے — کرتی — سے — اس — نمک — متیں — سمندر

باتاں گھرسیاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر — سو جائے کر اسمان پر ہر یک بچن تارا ہوا

سی پاک وصاف — نچھاور کیا — نام — جاکر

صدقے نبی جم راج کر قطبِ زماں آنند سوں

ہمیشہ — اِن حین سے

قدرت تھے کہکش آئے کردندیاں کیے سوآرا ہوا

کیفر سے کہکشاں اکر دشمنوں کیلئے

(ج)

بارا جو ہے شیطان میں، سنچر نے قطبا کان میں

امید کے گلدان میں، بارا ہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھومان تھے، کرتا بڑائی جان تھے

میں بہت سے سے

اپڑیا علیؑ کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے

حاصل ہوا عنایت سے خلعت (ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے

تمہارے سے

آب کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے

آب ذقن سے

دل پرم جیسے تھے دیتا گل صبا کو وصال

محبت کی یاد سے

کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے

مجھ کو

نج نین کی تاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا

تیری آنکھ سے کوہ

کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے

گھورنا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے

رخ کی دیکھا سونے میں

نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے

آب عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب باد صبا ہت بھیج منج

کان کے خوشبو کے ہاتھ سے میرے پاس

اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے

دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھر اچھو نت بزم میں

ہمیشہ ہمیشہ

نامراداں کوں مراد جام دے اُس جور تھے

سے

(۲)

اسم محمدؐ سے تھے اہے، جگ میں سو خاقانی مجھے
سے ہے دنیا

بندہ نبی کا جسم رہے، سہتی ہے سلطانی سے مجھے
ہمیشہ ہے زیب دیتی

شاہاں غروری ٹھاؤں تھے، کرتے ہیں اپی دھاؤں تے
جگہ سے سے

مستی مری تج ناؤں تھے، کیستی ہیں دیوانی مجھے
تیرے نام سے کرتی

سب جگ بھلے ہن گیان میں، میں نا بھلوں لاہان ہیں
عالم بھول گئے عقل

لکھے ازل بھومان میں، ہے رازِ پنہانی مجھے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، مج سربلندی تا فلک
نام مجھے

آ کہیں سلاسارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے
اسلئے تب

کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا
اور

موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربانی مجھے

نہ بھاوے منجے پیون ہور کچ — میں نیری ہوں چیری منجے آپ اب

پسند آئے مجھے پیا کے بغیر اور کچھ — غلام مجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال — صحی مالنے یہ بات کوں شیخ و شاب

محبت — صحیح اس

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار — سہیلیاں سبھی چو میں اس کا رکاب

وہ محبت کے

نبیؐ صدقے ہے ترکماں وو اس امام — ہوا دو جگت تب سوال و جواب

غلام — عالم

(ج)

(۵)

خدا منج ہر سوں آپی نبیؐ صدقے کیا رافع

مجھے سے خود ہی کے

منجے تخت سلیماںؑ جوں وہی آپی دیا رافع

مجھے کی طرح خود ہی

یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپے دیتا

مانا خود

وو ہرگز زیر ہو سے نا، کیا جس کوں خدا رافع

سکے نہ

وہ

جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایماں کا

سو اُس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفےٰ رافع

ہاتھ خود

دل دریا میں غم کی موجاں آوتی ہیں فوج فوج — عشق کے تخنے اوپر کیا ڈرہی طوفاں زور تھے

کے آتی — کے سے

کب کھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں — ناز جیغے سوں مرے دل کوں ڈگاتی دور تھے

کی کلغی سے — سے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہوئے ہیں بیشمار — عاشق بیچارہ کوں رکھو پیار کے دستور تھے

تیری راہ — سے

اے صبا توں قول لیا تب ہو ویگا دلکوں قرار — حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے

میری نہ سمجھیں مکر سے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے — میرے دل کا خیال تیرے شیوے بن تا دور تھے

سے — سے

توں سلیمان ثانی تج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

سے

اے معانی رات دن نام محمدؐ ورد کر — تج دعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے

تیری سے

(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبیؐ کا خطاب — حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب

مثل

نبیؐ نانو لے کر کسی تھے نہ ڈر — توں رسڑی نمن دندیاں کوں سوتاب

نام سے — تو رسی کی طرح دشمنوں کو

حقیقی پیا سوں مجازی سنتیں — جو نسبت کرے گا تو پاوے عطاب

کے ساتھ سے — عتاب

مَنْقَبَت

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایاہے

کہلایا

مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا وو صدا رافع

مددگار   (سب ؟)   وہ

نبی کا یک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا

بزاں کر آپی کینتے ہیں (سب ؟) اس کوں ہنما رافع

بعدازاں   خود ہی کرتے

کینتک لوگاں سو ہنستے تھے انو کی یک محبت پر

کتنے ایک   ان

کینتک دل کوں حضوراں کے سو نئہ دولت ہوا رافع

کتنے ایک

محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچ ڈر نئیں ہے اے قطبا

کچھ   نہیں

اوسے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضیٰ رافع

(ج)

کہتے ولیاں میں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علیؑ
ولیوں جسکو
پیارے نبیؐ کے جیو کے سوا و پیارے ہیں علیؑ
دل وہ
سورج ولایت گگن کے ہور صاحب سو دنیا دین کے
آسمان اور
جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ گوشوارے ہیں علیؑ
آرائش اور خود
شیر خدا تم ہیں لکر برحق تمنا مان کر
کہکر سمجھ کر تمکو
سارے ملک تمنا اُپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ
تم پر دل سے
کرنے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں
تمہارے
سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ
کے رے پھر سے
جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پرگٹ ہو رُخت
چاروں طرف ظاہر تمہارا دنیا سے
تب تھے سپت گگن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ
سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے

رین دن جیووں تج دھیاں کر، شاہاں ہیں منج سلطان کر

رات زندہ رہوں تیرا مجھے

مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

تیرے بغیر

کھا نشتراں دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے

میں (کی) میں

منج کوں سو دو نو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

میرے لئے عالم میں

اپ پیار تھے اب جم مجے، غم تھے سو کر بے غم مجے

اپنے سے ہمیشہ مجھے سے مجھے

توں ہیں مدد ہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

تو ہی مجھے

بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں

غلام تیرے

پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

پکڑا تیرے بغیر

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علیؑ سلطان توں

عالم کو زندگی دے سکتا ہے

یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان توں

ہاتھ کرم

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں
چمکے دل جس طرح آسمان چمکے سے
جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتارے ہیں علیؑ
جو تمہارا دل منقش کرلے
راکھو تماری چھانوں تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں
رکھو تمہاری کے تلے سے
قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؑ
اور تمہارے

(ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
سہارا تجھ
منجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
مجھ کوں سنبھالنے والا تیرے بغیر
سب جگ کدا سلطان توں، نوانبراں کا بھان توں
عالم آسمانوں سورج تو
میرا سو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پشتیبان تو تیرے بغیر
سورج ہے درپن ترا، انبر صحن انگن ترا
سورج آئینہ آسمان
گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تیرے بغیر

تم ہمن میں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں رات سب
ہم کی ہوی تھیں
رات کیاں باتاں صبا نیں، ہیں تمیں روشن ضمیر
تم نہیں صبح کی
بیکس و ناکس ہوں میں، کس سے کروں پیرت کی بات
محبت
میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل دبیر
پڑھتا تمہارا
میں چراکا نیں بندا، بندہ ہوں تیرے نیہہ کا
نہیں عشق
طالباں میں تم کرو منجکوں حکومت کا وزیر
مجھے
چو کہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ
ہونٹ ڈالے
نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر
ا سے کان
تج دیا کرتا رجگ میں گوہراں کا کھان سب
خالق تجھے
تو ہوئے ہیں سب شہاں روئے زمیں کے تو امیر
تیرے
تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا
تیرا سے بھرا ہوا
تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر
ا سے کے اسلئے

(ق)

کہکش وَنڈے سورج علم، اسمان اُس کی چھانو سم
کہکشاں ڈنڈا کے برابر
چودہ بہون تج حکم تل جم کر رکا پردھان توں
تیرے
جیو بات سمجن ہار توں، اوتار نور توں ....
دل کی سمجھنے والا
یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں، ترلوک کا ایمان توں
جگہ جگہ تینوں عالم
توں سائیں گنونتا مرا، برلیا سبھی چنتا مرا
خواہش
سُن سبو کا کنتھا مرا، سُبحان تھے سُبحان توں
کہانی لا
حضرت نبی دِستی کرے، دل قطب تن تج سوں دھرے
نظر ہمیشہ تجھ پر رکھتا ہے
نِس دن تیرا سیوا کرے، حق گیان کا سو کھان توں
رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میانے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر
دل میں تمہارا
بات میرے سیں پر رکھ کر کرو سب میں گنبھیر
ہاتھ سر گہرا

برحق ولی نوں رب کا صاحب سچا ہے سب کا

تو

۱۱۰ معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؑ نوں

قطبا گتا یا یا ہے مولود آج تیرا

گوایا

عشرت انند دے اُن نت آیا یا علیؑ نوں

(ج) ہمیشہ اوپر

(۶)

ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں ہیں یا الٰہ

ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ

دوسرا مجھے

میرے دل ہیں بات نیں کچ بات تج بن اے پیا

نہیں کچھ تیرے بغیر

منج اوپر سٹ مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ

مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا

ہیں غلام حیدرؑ کرار کر سب جانتے

بادشاہاں کر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے کاہ

غرور سے

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
آرائش تو

سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں
تو

سورج توں نو انبر کا دیوا سو دین گھر کا
تو آسمانوں چراغ (کے)

پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علیؑ توں
سچا

سب جگ میں ناؤں تیرا ہے سب پہ چھپا نو تیرا
عالم نام

ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر جمارے قربان تج پہ سارے
تجھ

سب مدعا ہمارے برآر یا علیؑ توں
لا

آدھار سا نو کھن کا جیون توں تربھون کا
سہارا اسمان زندگی تو تینوں عالم

جم پیار ذوالمنن کا لینہار یا علیؑ توں
ہمیشہ لینے والا

مدحِ حضرت بی بی فاطمہؑ

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر

(اگر؟) مجھ

مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اُس ہوگا تباہ

تلوار سے (کا)

دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو

سے

منج خلاصی تب کرے حضرت دعائے صبحگاہ

تیرے؟ کے لئے (کی)

چڑ ترنگ مغروری کا جولان دے میدان میں

چڑھ کر گھوڑا

دیکھو ٹک چو پھر کہ بیٹھے ہیں تمہارے داد خواہ

ذرا چاروں طرف

گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع

تم

بے حساب ارزانی ہووے گا تمن کوں بخت و جاہ

تم

سب معافی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں

سے

تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاد

کے بغیر

(ق)

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے ۱۲۰ کہ جلوے دمامے عرش میانے باجے
سے (سُکے) میں بجے

سہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں کہ داونی کا پھُندنا او باہاں پہ ساجے
گلسر سے باندھے ان بازووں پر

بی بی فاطمہؓ تائیں اسمان منجے کہ ناداں گگن کے تو لکھ سال گاجے
کے لئے آواز لاکھ

اُچائے عرش چو کی بی بی کے تائیں کہ حضرت بی بیؓ ہیں بیبیاں سیں تاجے
اُٹھائے لئے بیبیوں کے سرتاج

بی بیؓ ناؤں پر سب ہی قربان ہیں جگت کے شہاں ہیں توں کر راج راجے
کے نام عالم بادشاہوں اے راجہ

بی بیؓ فاطمہ عرش کے تاج ہیں اُنَن نور تھے حور جنت کی لاجے
اُن کے سے شرمائے

قطب شہ نبیؐ داس نن پن تھے ہے
کا غلام بچپن سے

نو او ناؤں کے دھاک تھے ویرے بھاجے
اس نام رعب سے دشمن بھاگے

شاعر کا مذہب

(۲)

گرد گھر بند سب گھرے گھر کرنے انند میزبانی   فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم تہھانی
خلعت مجھے

بخت انوں کے ہیں بڑے الحمد للہ شکر کر   چاک نا ہوئے نیوں اسپند کرے ہند ستانی
ان   نہ اس لئے

قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں تج سیس پر   دیکھ بالیاں ہات جوڑے نیں ہیں ایہہ پھل بوستانی
باندھے تیرے سر پر   دیکھکر ہاتھ کہ نہیں یہ پھول

چاند سورج کے حمائل قرص سہتے ہیں نورانی   مادے منڈپ جوت تاریاں سوں ہے سچلا آسمانی
تاروں سے سچا

عاشقاں مل عاشقی سوں سب نوے غم دکھاو میں   ساقیاں پھراؤ تم مجلس منے مے ارغوانی
سے نئے   میں

پاتراں نو ناؤ کے غمزے دکھاویں گھنگرو میں   تال دھماری گاونا مند دھکاری شادمانی
طوائف

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال پر جگ میں بڑائی
اپنے پر

منج محمد ناؤں تھے ہے تاج و دولت خسروانی
مجھے کے نام سے

دو جگ منے منج کوں اہے کرنار معاذ
میں مجھے ہے خالق

بندا ہوں اسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
جگہ

امت ہوں محمد کا کروں شکر خدا

تو ہے منجے جسم احمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاذ
میرے لیے

پنجتنؑ کا منجے داس کیا پیار تھے خق
مجھے غلام سے

پنجتنؑ ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے

اللہ محمد علیؑ ہور بارہ امام
اور

یو سب آہیں قطب کے سو آپار معاذ
یہ ہیں اوپر

عید میلاد نبی

(۲)

محمد دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم

سیاہی کفر کی بھانو اُجالا جگ مگاؤو تم

اجالے دین میں فوجاں جو آویں داٹ کر غم کی

۱۴۰ حملہ کر کے

توحید کی کٹاریاں سوں ہیاں ان کا چراوو تم

سے دل چیر دو

پیئے جے ساقی کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا

جو ہاتھ سے

سدا حضرت کیسر ابر مال شاہاں میں گواؤو تم

کھلے ہیں بخت دروازے نبیؐ کے داس پن تھے منج

غلامی سے میرے لئے

محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاؤو تم

محمد کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی

مجھے ہے دن

گھرے گھر پاتراں نٹوے انداں سوں نچاوو تم

خوشی سے طوائف

فرشتے سرگ ساتو کوں ستاریاں سوں سنوارے ہیں
جنت ساتوں ستاروں سے سنوارے

شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں
لئے

مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کاجے
شاید

مراداں پاؤنے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں
پانے کے لئے ہاتھ پھیلائے

خوشیاں تھے جگ سماتے نیں سو اپنے پیرہن میانے
سے نہیں میں

ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نثارے ہیں
تین نثار کئے

محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھو چھند سوں
بہت سے

تو اس کی عمر و دولت تیں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں
کے لئے

ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
اور سے

دنیا ہور دین میں ایسا سو شہ نیں کر پکارے ہیں
اور نہیں ہے

چندر غواص ہو آیا، گگن سمندر بھتر دھایا
چاند آسمان سمندر میں
نبیؐ پر وارنے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں
لایا
سُرج افشان گر ہو کر، نبیؐ مندر دواراں پر
سورج کے مکان کے دروازوں
زر افشانی کیا یکسر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک مل، نبی مندر ہر جوندھرمل
ہوئیں کے یہاں چاروں طرف سے جمع ہو کر
سُگند بالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑ انگن نکارے ہیں
خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کوں سنوارے ہیں
ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر
سو بھر شبنم جواہر سو نبیؐ کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے
جگت سب جگمگایا بھی، خوشیاں کا غل اُچایا بھی
عالم پھر اٹھایا پھر
اُجالا دین پایا بھی، تو چھانکے کفر اندھارے ہیں
پھر
سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا
نبیؐ کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں
تقریب تجھے بخشانے والے

(ج)

صدق .... کاری آپ اُجایا نانو دو جگ میں

بلند کیا نام

طبق نوراں کے لے حوراں سو شہ پر تھے نثارے ہیں

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی

کرایا میزبانی

علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے تارے ہیں

(ج)

(۲)

دُرود لک اُس نبیؐ پر جو بزرگن رب کے پیارے ہیں

درود لاکھ

جو فیروزی پہاڑیاں نو جنن کے تیں سنگارے ہیں

(نو آسمان) جن کی خاطر

اُنن دن مولود آئے خوش، خبر قدسی یو پائے خوش،

اُن کے

پھرا مولود گنائے خوش، جنت آٹو سنوارے ہیں

گوائے آٹھوں

فلک سرمانی مخمل کے، ملک درزیاں سو تاواں لے

شفق کی گوٹ لالہ سئے منڈپ نوری ...... ہیں

خوش ہو خوشی ہنستی اہے ہور عیش متوالا ہوا ۔۔۔ عشرت لگیا ات ناچنے آلاب جب گایا انند
اور سے ۔۔۔ لگا

جیسے انند منگنے اتھے اس تھے آلے لاک لاک ۔۔۔ کرتار اپنے پیار تھے ہمناں کوں دکھلایا انند
مانگتے تھے سے لاکھ لاکھ ۔۔۔ خالق سے ہم کو خوشی

جھاڑاں چمن کے آج مت جھولیاں سو جھلتے ہور ۔۔۔ لالے کے پیالے بھر مگر مد یا و پیلایا انند
مست ۔۔۔ شراب ہما پلایا

مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہوے ۔۔۔ امید کی بربانت کا جھڑ پر سو جھولایا انند
سے پھول پھول

قسمت کرنہارا اپن جس دیس تھے قسمت کیا ۔۔۔ اس دیس تھے اے قطب شہ تقسیم تج آیا انند
بنانے والا خود ہی دن سے ۔۔۔ دن سے حصہ میں تیرے (ج)

(۵)

نبیؐ مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
سے
عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش
کی سے
مبارک منج اچھو اے عید ہور مولودِ پیغمبر[۲]
مجھے ہو یہ اور
ملے ہیں قطب سوں بارہ[۳] اماماں ہور نگاراں خوش
سے اور
کریں عیداں خوشیاں عشرت ولے اس عید سم ناویں
کے مقابل نہ آویں
علی[۴] مستی کے جولاں تھے ہوے ہیں شہسواراں خوش
سے

(۳)

خلائق اس دنا خاطر کیا پیدا جگت سارا   یقیں مانو سکل دن میں یہی دن ہے شرفدارا
عالم   دن کی   سب   شرف رکھنے والا

اسی مولود کی خاطر سکل کا فرفتا کیتا   ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر ٹھارا
کرتا   سب   سے   کرتا   پہ مقام

تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر   حلے نوری بہشتیاں تیں پنائے خوب جو سارا
لباس   کو   پہنائے   چاروں طرف

صفت و نکی امت ہم تم زباں آکہن سکے نا جگ   فلک جھیں کیے دو پار ہوئیں تو بھی ہے جو کہ دشوارا
کہہ سکے ورنہ عالم   ان کی   زمین   ہوں

دیا میراں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سارا میں   کیا رازِ نہاں ظاہر ہوا حلِّ معمارا
اپنے ہاتھ

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے   فقیر و شاہ سب ملکر کرو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج متک لکھے ہیں داسِ پیغمبر   تو شاہاں کے تاریاں میں تمن نور ہے سرج سارا
تیری پیشانی پر   غلام   تمہارا   سورج کے مانند

(۴)

(ق)

حضرت نبیؐ مولود بھی سر تھے نوی لیایا انند   تو اس مبارک دیس تھے ترلوک سب پایا انند
پھر از سرِ نو نئی لایا   دن سے   عالم   عیش

گھر گھر بدھاوا کاج ہے بہو ساج سوں دن آج کے   سب جگ اپر بادل ہو کر چوندیر تھے چھایا انند
بہت سجاوٹ سے   عالم پر   چاروں طرف سے   عیش

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فر یزدانی
سایہ مجھ

نبیؐ صدقے قطب انگے رکھیں سر کامگاراں خوش
مجھ
کے آگے

(ج)

(٦)

گناۓ نبیؐ کے جو مولود انداں ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں
گوائے خوشی سے

سنوارے جگت سب جنت جوں چرت سوں نگارے سو بازار قصراں محلاں
جنت کی طرح سے

سنگار آویں حوراں نمن ہر طرف تھے مرصع میں ڈب سر تھے یک نوری ناراں
(سرکے) حوروں کی طرح سے ڈوب سر سے پاتک

منڈپ تل ہوا کے سو ہاوے تھے آویں پرم مدی لک چھند سوں شاہ پریاں
شامیانہ کے نیچے سے محبت کی شراب لاکھ سے

سو دھن جوبناں رست کنچن کراں جوں سو چک ویسی کچ دیکھ ہوویں جگت کے جیراں
نازنین کے (گرہ) کیطرح ذرا پستاں دیکھکر

سو ہنس کویلاں جیو کریں تحفہ اپنے سو ہنس مکھ ہنسلیاں کے دیکھ چھند بنداں
دل غشوہ و ناز

تخت پر جو شہ بیس راۓ جگت سب دیکھت چتر سرمائی شہ کا جوں آسماں
بیٹھ کر دیکھ کر مثل

دھریں سب ذکی وقت میں شہ کوں سر نہیں ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں
زمین پر

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسوئیں تے پہنچا ہے
سے
تو اس کے ہاتھ تھے اُپجے محبت کے نگاراں خوش
سے نکلے
تجے .... چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
تجھ
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
ہمارے کے
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سر سجدہ یک چت سوں
تیری دل سے
اُسے دوتوں جگت میانے سرا ہے افتخاراں خوش
میں
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد نکو یارب
کبھی نہوں
اوسی کی آرزو تھے دام میں ہیں گلعذاراں خوش
سے
عشق مولود میں پیالے دیو شرطاں سوں بھر بھر کر
سے
پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
مجھے مجھے
ملے ہیں خوب عید ہور خوب یار ہور خوب پیرت منج
اور محبت مجھ
ہمن میانے انن میانے پرت کی ہے لہاراں خوش
ہم میں ان میں محبت لہراں

عیدِ بعثتِ نبیؐ

جب آشہ ملوکاں سوں مجلس بھراویں　　کھڑے ہوئیں دو دست جوڑ ہت منڈ راجاں
بادشاہوں سے　　دونوں طرف　　ہاتھ

بدخشی لعل حوض خالے میں بھر　　اَجت جُوت جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو مے نانوسن کر ڈھلے کھم　　لے پیالے اوپی پیالے مے پیتے مستاں
کا نام　　بہت

دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو　　ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں
دیکھنے کیلئے　　لاکھ لاکھ

دیکھت شہ کی عشرت دعا کر کویں تب　　گمو رات دن قطب شہ نت انداں
دیکھکر　　کہویں　　بسر کرو　　ہمیشہ چین سے

نبیؐ کے دیا تھے قیامت تلگ تم　　گنا وو نبیؐ کے سو مولو د لاکھاں
کرم سے　　گواؤ　　لاکھوں

(ج)

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا — بہوت تھا انند سوراں عیشاں سنگات لیایا

بہت طرح سے خوشی کا آفتاب ساتھ لایا

اول برات روزی روز یہ (ہے) فیروزی — اس بعد عید قربان جس تھی دو جگ اکھایا

عید — سے عالم

شاہاں میں رتبہ عالی قطبِ شہے موالی — مبعث رسولؐ عالی چھند بند سوں گنایا

گوایا

اُس شاہ کی سو دراں دنیا و دیں کوں رُجھا — خوانِ خلیلی احساں اپ عہد میں دکھایا

اپنے

اللہ رضا سوں جگ میں سو ہیں آتے لوانداں — غم کا نشاں کہیں کوئی جتنا ڈھونڈیا نہ پایا

جتنا ڈھونڈا

کی عیش

مبعث کی خوشیاں تھے حوراں کیئے جو خوشیاں — جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگ مگایا

سے — سے مگمگایا (مہک اٹھا)

صدقے نبیؐ تر کماں جم راج کر توں عیشاں — شاہ علیؑ نبیؐ تھے منگ تج شہی دلایا

ہمیشہ عیش کیا تھے — سے مانگ کر تجھے شاہی

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعثِ مصطفٰےؐ کا — پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا

پھر سے — زیادہ سب

چھایا ہے حق کی رحمت کے چھاؤں دو جہاں میں — بھایا ہے دو جہاں کوں سو چھانو حق عطا کا

چھائی کی

پیارسوں حضرتؐ کہے "بیٹھو اخی" کر جبرئیل
سے کہہ کر
تب کہے "خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج"
تمہاری سے
مسجداں کوں باند کر بت خانہ کے سب بت تڑا
کو بنا کر توڑ کر
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج
اور اذاں سے
جبرئیل لے آئے سواپ دوستاں کو کئے خبر
کہے اپنے
جے قبولے نور پائے، نا قبولاں مکھ سوواج
جو
دن ازل تھے مرتضےٰ کو کیتے ہیں نائب تمن
روزِ ازل سے کرتے تمہارے
ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خراج
سے
ناسکے جبریل کچ کہنے تمارے وصف کوں
نہ کچھ تمہارے کو
بندہ خدمت میں چو کیا کر سب بنداں میں پکڑیا لاج
چوک کیا (بھول گیا) بندوں شرمندہ ہوا
دو جہاں میں حق حبیب اپنا من تمیں مانیا
۲۲۰ تم کو مانا
قطب شہ مسکین کو دیو ہت پکڑ شاہاں میں تاج
ہاتھ پکڑ کر
(ج)

لیائے ہی وحی جبریل حق کے حبیب کوں تب　　اقرا کہ توں ہے خاتم سالم سوا نبیا کا
کے پاس　　جملہ

پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبرؐ　　تب پگ لگے نو انبر اس شمس و الضحیٰ کا
بیٹھے　　قدم　آسمان

عالم ہوا ہے خرّم فردوس باغ کی سم　　من جیو سدا ہے بے غم اب شاہ ہور گدا کا
برابر　　دل　روح　اور

انبر ہوا منوّر درپن نمن ہوا دھر　　ہوے سور چند کے سر پر تارا ہر اک سما کا
آسمان　آئینہ کے مانند　زمانہ　　سورج　چاند

قطبا بندا ہے تیرا دو جگ میں یا محمدؐ　　دایم نظر رکھ اُس پر اپنا ادک دیا کا
بندہ　　زیادہ کرم

(ج)

(۳)

مصطفےٰؐ ا بعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
دن

صدقے حضرتؐ شبیعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج
کے

حق رضا سیتی خبر لے آئیا ہے جبریلؑ
کی　سے　آیا

سب نبیاں کے میانے دیئے ہیں تمن ہیں آج لاج
درمیان　تمہیں

عرش پایا ہے تمن پنج گوھراں تھے روشنی
تمہارے　سے

نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
کو　اجازت کہ　تمہارے علاوہ

نبی مبعث جو کوئی کیتا ہے یک جت ہور یک دل سوں
سے اور یکسوئی (مناتا) کرتا

سو اُس کے دل اوپر ہوتا ہے طٰہٰ کا بیاں روشن

نبی صدقے کہیا ہے قطب مبعث کا غزل رنگیں
کہا

کہ اُس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
سے اور (ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اخی کھول اُدھر خوشی کے
ہونٹ سے

کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دو اچھر خوشی کے
حرف

سبہیں انبیاں ہیں تم سرا ہے تاج سروری کر
پہنا کر تمہاری تعریف کئے سب ہی

خوشی سات آملایک تانے سر چھتر خوشی کے
پر کے ساتھ

جو خبر خوشی کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
ظاہر سے ۲۳۰

ملک، اچھریاں، بشر، دل بسے، دل نگر خوشی کے
پریاں

(۴)

نبی مبعوث بھی آ کر کیا ہے سب جہاں روشن

پھر

ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن

سے اور

عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہی کوئی دن اس سم

اور یہ کے برابر

کہ اس دن تھے گگن پر سور مکھ ہے ہر زماں روشن

کی وجہ سے آسمان سورج کا چہرہ

ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے

سے

کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن

سب

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی

سے اور

انن نوراں تھے ہیں چند، سور، تارے آسماں روشن

ان کے سے چاند سورج

ہمارے ہیں نبیؐ سر تاج سارے انبیا کے تو

تب

نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن

آنکھیں سے کرتے

شب معراج

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں
عیش عالم
نبیؐ کے محبت نگر یں بند کر سو گھر خوشی کے
بناکر
بلی جائے کر دیکھائیں عنبر یں بلا دھو ویں کے

چھند بند سوں بھید اچنبے کر سائت انبر خوشی کے
آسمان
جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی یں
کرایا
پھرتیاں سو واں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے
پھرتی ہیں
بھو شوق سیتی آ کر رٹ دشٹ تن یک اوپر
بہت سے ڈال نظر
روشن کئے خوشی سوں قطبا نصر خوشی کے
سے

(ج)

عیدِ سوری

شاہ مرداں و محمدؐ ہیں ہمارے سرتاج
خدا یا تاں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج
چاند ہور سور اُنن نور تھے پیدا ہوئے
اور سورج اُنکے سے
دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج
اور انکے سے
قدرت حق دیکھو اُن ہیں و سبھی نیچھو نگت
(۶)
خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج
یک کرامت انو کا نیں کسی پیغمبر میں
ان نہیں
سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبی ہتے سراج
نبیوں میں زیب دیتے
سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار اہیں
ہیں
ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج
سے شاہنشاہ (ح)

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوائے عید سوری ہے
بڑھکر
نبی صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے ۲۴۰
وہ
ملایک دور فرماتے، حوراں غلماں منگل گاتے
خوشی کیتے ہیں ساتو آسماں جب تے جو نوری ہے
کرتے ساتوں سے
اے دن کا بھید اُن بوجھے گا جس کا دل اہے روشن
اس وہ سمجھے ہے
کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے
اور
نبی ہور مرتضیٰ کے نور تھے پایا چندا جھمکن
اور سے روشنی
تو اُس کوں سب تاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے
بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں تر لوک دو جگ کیاں
بہت چین اور مخلوق عالم کی
اہیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے
جھلک میں

موتیاں نورتن ہار سوں پھل ساک کلی کھال

سے
۲۴۰

اپ روپ چند رسور تھے جھلکایاں سکیاں ہی

اپنے چاند سورج سے

پھر

صدقے نبیؐ کے قطب کے چھنداں کنے بچن سُن

لک دھات سوں ہر تل ہیں سو پھل آیاں سکیاں ہی

لاکھ طرح سے

پھر

(۳)

نبیؐ کی عید سوری آمندر مُج سور سوراں کے

مکان میرے آفتاب آفتاباں

دیکھلائے عیش کے کھن پر سماں سورج تھے نوراں کے

آسمان سے

بھریں چھندوں سوں نس دن نیلویں ہیر کنکالاں میں

عشوؤں سے رات

سمو کر سور نہیں چند نہ سمالے من سروراں کے

عشق چاند

سو طاسک سور کا لیکر چلیاں چند رکھیاں لٹکت

سورج چلی مہ آفاق ناز سے

زمیں پر دیکھ حیراں ہو مکن جیو ملکے حوراں کے

سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہور یار سہتیاں یوں
خودیا آپس میں اور زیب دیتی اسطرح

بہوت سرخاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ نوری ہے

بہت
محمد مصطفیٰ صدقے محمد قطب شہ ساجن

کہ گھر میں نت محمد کی سو جنتیاں کا سروری ہے
(ج)

(۲)

عیدسوری سرس سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی

بھر
سنتوس ادک اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی
سے

پھر
جوبن پوریاں سینے کے طبق ننّے میں بھر

کی سونے
موتیاں جالیاں سر پوشاں سوں ڈہانپ لیایاں سکیاں بھی
موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر

رُت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو

موسم
چک پھندسوں جگ جیو کوں الجھایاں سکیاں بھی
عالم کے دل کو پھر

(۴)

عید سوری انند لیایا ہے — جگت اب نور سوں نہایا ہے

لایا — پہنایا

نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں — دل کے چمناں منے کھلایا ہے

ہوائے عشق سے — میں

مدیرت کا سکیاں رنگیلیاں کوں — عید ساقی ہوکر پلایا ہے

شراب عشق

شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک — رنگ رنگ سینی خواں چلایا ہے

سے

نیر پیولے پیالے بھر بھر کر — شیعیاں کوں خضر پلایا ہے

پانی پینے کے لئے

زہرہ اس عید کی امنگاں سوں — شہ کے گن آسماں پہ گایا ہے

حق نبی صدقے قطب شہ کوں سدا — عید تھے عیش اوک دلایا ہے

سے — زیادہ

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دستا ہے

سے — جہاں تہاں — نظر آتا

نبی کی عید سوری کی کلا میں نور دستا ہے

محمد مصطفیٰ بیٹھے شفا پا پنجتن سوں خوش
صفا کے تخت پر لیا یا امیں خلعت حضوراں کے

لایا
سلاماں سات لکھ لیا یا خضر پینے محمل تیں

لایا کیلئے
دنیا ہیں رو سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے

رہو
محمد کی جیتا نیکی کے خوشیاں محمد جب

قلی قطب شاہ
فلک سن دھرت پڑنارے اتارے کاتے سوراں کے

زمین
طنبور کے مشتری جوزا کے ڈنڈے سنبلاں کوں لا
تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے

ملک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں

تلا
انندوں آتشفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے

آسمان
محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
۲۶۰ سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے

عید مولود علی علیه الصلوة والسلام

گھرے گھر آج دن کا جاں پہ کا جاں ہو وتے ہیں خوش

کہ یو دن سب دناں میانے ادکہ منصور دستا ہے

ہیں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے

سے

ہر یک مومن کے من کے میانے پہتا سور دستا ہے ۲۷۰

دل میں سوج

انبر سُفرے ہیں قدسی جوڑ چندر سور کیاں پوریاں

آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دستا ہے

چاروں طرف سے

شرق تھے غرب نک حوراں ملک رضوان نوری سب

سے

صفاں کر مل کے بیٹھے سو اُجالا دُور دستا ہے

جدھر دیکھے تدھر ساتو انبر ہور ساتو دھرتی

ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں

سبھی کا آج دل بھرپور جوں سمدور دستا ہے

سمند

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے

سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے

سب

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا — مرتضیٰ بارہ اماں عید ہے معبود کا

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ اس دن میں کیتے ہیں ظہور — جن کرے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا

اور کرتے وہ جو

جب وو ابرِ رحمت اس جگ پر ہوا ہے فیض بار — شیعیاں کے تیں اتھا وہ دن مگر بہبود کا

عالم وہ لئے تھا

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب ہت جھڑے — طاقِ کسریٰ تب نشاں لیتا عدم مفقود کا

فارس کے آگن بجھا جب میگ رحمت برسیا — سرگ بن کیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا

آگ میگھ برسا — جنت کا بن کرتا عالم کو آگ

چار دہ معصوم کے ہیں داس جتنے تھے نبی ۲۸۰ پیشوا حضرت نبی کا تھا سو تن داؤد کا

غلام

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب — دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

غلام — تو عالم (ج)

(۲)

حضرت علیؑ مولود تھے سب مومناں کا عید ہے

سے

یاراں خوشیاں گھر گھر کرو اے دوستاں کا عید ہے

یہ

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سبرجن ہے حیدر کا
پیدائش
کہ وہ حیدرؑ کیا جس کوں خداؑ وارث پیمبر کا

علیؑ مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ
کے کا ظاہر
تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا
سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوت
سے پیدا ہوئے سے
ہوا گلشن ادک تازہ سراسر چرخ اخضر کا
زیادہ

چھڑاونہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰؑ میرے
چھڑانے والے ہیں
انن کا ورد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا
ان

علیؑ جس رات گئے معراج ملکر مصطفےٰؐ سیتے
کے ساتھ
تو ان پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا
ان کے زیر قدم اپنے

حضرت علیؑ مولود کن عِلماں منگیں بھیکاں سبھی
عالماں مانگے
سب علم ہیں فضل اس تو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
سے میں
سجدا کرو دل سیں سوں اے طاہراں کا عید ہے
اور سر سے یہ
منکر جو کوئی ہوتا اہے اس عید کے مولود ستھے
سے
جنت میں نیں ہے ٹھاوں اس آطالباں کا عید ہے
نہیں جگہ یہ
نوروز ہور سورج شرف پادیں حمل کے برج میں
اور
گائیں ہیں زُہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے
صدقے مولود کے نین میں جب دیا ہے منج خدا
مجھے
حضرت محباں میں سدا قطب زماں کا عید ہے
کے

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ — خوشی کے درود اں بھیجو سوئے فرخ
چمکا تمھارا

تولد ہوئے آج کے دن امام — دیے جیوں نوا چند ابروئے فرخ
چمکے مثل نئے چاند کے

ہیں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ — نیا تے اچھوں ہو کوں ہندوئے فرخ
اپنا چھوڑ کر پکڑا راستہ — اب تک مجھ

کھولے عنبریں بال جب کرنے کنگھی — کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ
اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا — فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ
پڑھتے آنکھیں

نہ آوے اثر ہم کوں تج مے تھی ساقی — چڑی مست ہم سر میں او بوئے فرخ
تیری سے — چڑھی ہمارے وہ

ہمن میل باندھے تمن میل سیتی — اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
ہم تمھارے — اسی لیے ہمارا میلان

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی — کہ آتا اہے باس اس موئے فرخ

رقیباں برائی تمن نم اچھو نت
تمھاری تمھیں تک ہے ہمیشہ
۳۱۰
دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

(ق)

نبیؐ ہور آل کے صدقے علیؑ کا داس ہے قطبا

اور

غلام

توجگ میں پائیا رتنا سو جم خاقان سکندر کا

پایا سونی (ج)

(۴)

——— سینی اماماں مولود آیا ‏ ‏ دو جگ کے من کوں اے مولود بھایا

سے ‏ ‏ دل کو یہ

بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں ‏ ‏ سرج چند شمع سوں مجلس سہایا

سورج چاند کی شمع سے کو زیب دیا

سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں ‏ ‏ مگر ویکنٹھ بن پھل بار آیا

پھول رنگارنگ ‏ ‏ جنت پھول

صدر مسند سنگارے جڑت سیتے ‏ ‏ سو نرمل گوہراں سوں جگجگایا

جڑاو سے ‏ ‏ صاف

سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو ‏ ‏ سجن کے من کو وو سنگار بھایا

اور ‏ ‏ وہ

سبھا آئین بندی سوں سنواریا ۳۰۰ ——— (کرم خوردہ) ———

سنوارا

نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

مصطفےؐ آئے علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہؑ   پنجہ گستاخی سوں ٹٹتے ہیں بہت ناؤں سیتی
سے ڈالتے

تب کہے حضرت نکر سیں منج سوں ایسے کام کد   گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں سیتی
نہ کر سکیں مجھ سے کبھی

دین قوت پائیا ان کے تولد تھے نکٹ   منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاماں سیتی
سے   مجھے   سے

ان کے نوراں تھے ہی میرے نین میانے روشنی   شہ کے بندیاں میں رہیا ہو بندہ ہو قرباں سیتی
سے آنکھ میں   بندوں رہا

کافراں کا سب غروری بھاگتا اس عہد میں   مہربانی مل کناؤ دوستاں خوشیاں سیتی
کرو

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں   میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سیتی
کہاں

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمترین   دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں سیتی
تیرے   ہاتھ   سب (ق)

(۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن اد ک مولود حیدرؑ تھے
لگا جھلکنے زیادہ

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک ات سور چندر تھے
آسماں اور زمین   زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
دنیا   سے

لگیا ہے نور کا برسن برسنے ساتوں انبر تھے
لگا   بارش   آسماں   سے

(۶)

مولودِ علیؑ آوے فلک پر تھے ملک سوں — تو آکہ نورانی کرے جگ پنے جھلک سوں
سے — آکے عالم کو

پیالا ہے چندر پھولاں تارے ہیں ازل کے — پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کے فلک سوں
چاند — ہاتھ میں

لے ناؤں علیؑ کا کرے مولود قطب شہ — خشاں وانداں کرے یک لک و دو لک سوں
نام — خوشی عیش لاکھ دو لاکھ

جم جے توں قطب شہ کی تجے شاہ مدد ہے — لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں
نت تجھے — لاکھ

تج دھاک کا پروا ہے لیو درحق کے انکھیاں — جو بھیری کوں جم راکھنے سکاری سو فلک سوں
تیرے رعب دشمن — رکھے

مشرق تھے جو مغرب لگوں سلطانی ہے شہ کی — کہتا ہے سگن پاچ جو سن جوسے پیلک سوں
سے تک — پیچھے

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم گنیتے سن کر — کاں ہو سکے سم دھنگری سو کھارو ملک سوں
سے برابر گنتے — کہاں مقابل (ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سیتی — جبریل لے وارنے طبقاں لیائے حوراں سیتی
کے ساتھ — نثار کرنے لائے کے ساتھ

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ شیرِ خدا — کوئی نبی نا پایا اے حرمت اتنے جاواں سیتی
یہ اتنے

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں
خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے مہماں کرو
آواز بجتے میرے پاس
چوندیر گرچہ سب خوشیاں ہور باس ہے ملہار کا
چاروں طرف اور
رنگاں میں رنگ باکر کینے رنگاں ستی ناداں کرو

جھلکے گلالی گال میں او مہ نویلا چھند کا
وہ
منجہ دل کے تئیں اس دل اپر سب مل کے اب قرباں کرو
میرے
اس نور کے او نار کو میں رات دن سیوا کروں
نبیؐ و علیؓ دولت ستی دم دم سبھی ایماں کرو
سے
نانگی نمازاں ناد اب سب نار کو بسرائیا
او ناد بھر پاکن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

ملک ساتوں فلک تھے آج آئے طواف کرنے تیں
سے کے لئے

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے
سے

تجلی مومناں کے سو دلاں اس دن تھے یوں پائے ۳۲۰
سے

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سور انور تھے
جس طرح سورج سے

سکل نبیاں سوں باطن تھے علیؑ بن مصطفیٰؐ سوں حق
سب سے

کیا ظاہر جو دو جگ تائیں نپٹ ان دو نور رہبر تھے
کے لیے

علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علیؑ کوں حق

نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپس گھر تھے
اپنے سے

ہزاراں رحمت ہے تج پر جو حیدر کا دھرایا دامن
تجھ

قطب شہ دو نو جگ میں سرداری ہے تج و سرور تھے
تجھے اس (رج)

غزلِ عقیدت

اب نال منڈل عیش سوں مولود کا گرجا و تم
سے
سا نو سُراں کے ناد سوں داؤد کا الحاں کرو
سانوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم
حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ اپر فرماں کرو ۳۴۰
سے
(ق)

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت دے رسولؐ آپی بیاں کیتے شرافت کا
آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں سوں منبر انبر
کی سیڑھی سے اسمان

دیئے ہیں داد پیغمبرؐ منبر پر چیڑ فصاحت کا
چڑھکر

کہے من کنت مولا مرتضیٰؑ کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا
کرتے کے ساتھ رتبہ

کنائے ہیں ملک منگل عرش پر کاچتے منڈل
کرائے یا گوائے

غدیرِ خمؑ ہے یہ دن، مگر شاہِ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس شہ دیں کا
تک

کیا افضل سو شہ تب سب میں دے فیض عنایت کا

ازازل تھے ہے غلام مصطفےٰ قطب زماں — منج غلام کمترین کوں دست پکڑ دیا امیرؑ

(ق)

(۳)

عید آیا انند سوں یاراں مبارکی کا — خوشیاں سوں دوستاں کوں، غم سب خوارجی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دیند سو دیکھ جلے — کلیاں انند کھلے ہیں، ہے رت یوں سکی کا

شادیاں سکل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ — چودہیر عود جلاؤ دھد کار بر ملکی کا

پیالا ادھر چکانا ساجن وقت پلانا — لالن کوں سیج لیانا ہے وقت خوش فکی کا

ٹیلا سو تج پیشانی ات بھاگ کی نشانی — کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے — بھو روپ سندری ہے دھرتی ہے حسن نکا

صدقے نبی ملاوے تل تل قطب رجھاوے — ات چھند بندی سہاوے سار با میں اس پیو کا

(ج)

(۴)

سب کرو مل کر مبارک باد ئی عید غدیر

اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دائم صغیر

نبیؐ کوں حق کہیا یادِ علیؑ نادِ علیؑ سوں کر
کہیا   سے
علیؑ مظہر امولک ہے رتن میری سو قدرت کا
بے بہا
نبیؐ صدقے علیؑ کا منقبت قطبِ زماں کہیا
کہیا
کہ ہے دنیا و دیں ہیں اے نشاں منجکوں سعادت کا
یہ   میرے لئے (ج)

(۲)

یو عیاں کا عید پھر کر آییا خمِ غدیر — دو جہاں سب روشنی پایا ہوا اس عید کبیر
آیا
ایہ قرآں نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں — مرتضیٰ ہیں یس پو جگ میں جیوں محمدؐ ان منیظر
جسطرح (ج)   مثل
انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا — سچ تمیں داماد پیغمبر ہیں علام الخبیر
اور   تم کو   تم ہی
مصطفےؐ کے امر پر سر بھیں دھرن آیا چندا — مرتضےٰ فرماں سو پھر کر آئیا مہر منیر
زمین پر دھرنے   چاند   آیا
دین و دنیا دونی ہیں حضرت تے قایم تا ابد — دو جہاں کی حکمتاں ہیں ہے تمہی روشن ضمیر
سے   تم ہی
کل عالم سب تمن خدمت کو باندھے ہیں کمر — منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر
تمہارے   مجھ

تس دنا بن کوئی دن نا ہیں دعا منگنے کتیں
ان دنوں کے بغیر　کے لئے

مرتضیٰ تیں مصطفیٰ ہیں عید میں دیتے سریر
کو

مدح کیتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبر ا ہیں
کرتے　لئے　خود

تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منیں ہیر
۳۷۰

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
مجھے

ہور رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو و منج نصیر
اور

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
کتنا　کہوں

گرد انو کی نعل کا سرما کریں شاہ و وزیر
ان

کر دعا توں بھیج صلوآتاں محمدؐ پر سدا
تو

اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
سے

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام

میں جو عاجز واس تیرا یا علیؑ منج دستگیر　(ق)

مُومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر
تو خوشی کے بحر کوں پھر آئیا...... کبیر

میز بانی عید کا جگ ہیں گنا و عیش سوں
سے
مطر باں لاکر گوا ؤ راگ ہور لاؤ عبیرؔ
اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومناں اس عید ہیں
تو لکھے سُنّے کے پانی سوں عطار دخوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی سنپور ہے اس عید تھے
سے
تو اسی عیداں ہیں دستا ہے بڑائی بے نظیر
نظر آتا

مومناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
سے ہوا
جن شرف اس عید کا پایا سو اوہے جگ میں پیر

باجتے اس عید کے طبلاں سیرگ سا تو منے
جنت میں
چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر
میں

عطارد مدح لکھیا ہے سو کہکش کلک سوں تیری
لکھا سے

سو آسماں کے ورق اوپر بدل ریکھاں سو سطر ہے ۳۸۰
بادل کی لکیروں سے

نبیؐ صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھڑا او نہار ہور سب ٹھار رہبر ہے (ج)
وہ مجھے اور جگہ

(۶)

خمِّ غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی — عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی
سے اب

سب دیس تھے بڑا ہے بو دیس کا مراتب — پنچا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی
دن سے یہ دن نکلا سے

حق تھے نبیؐ علیؑ کوں اپ جانشیں کئے آج — تب موماناں خوشیاں سوں کسوت کئے شہانی
سے اپنا سے

بیٹھے علیؑ تخت پر دن آج حق حکم تھے — پائے ہیں شیعیاں سب اس دن تھے زندگانی
کے سے سے

ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق — راکھیا علیؑ کے پگ تل جب عرش اپ پیشانی
اتنا قدم کے نیچے اپنی

جو کوئی کریگا اس دن دل جان سوں عیش عشرت — دو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدرؑ ہے

میرے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

سب

خلافت حق تھے آیا آج مہراں سوں علیؑ کے تئیں

سے لئے

سو سات اسمان عرش کرسی کہ نوکھن کا جو منبر ہے

آسمان

علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا

سے اسلئے تھا

علےؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر

دل

کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھپتر ہے

سر

ہوا پرگٹ جدہاں سیتے دنیا ہور دین قدرت سوں

ظاہر جب سے اور سے

سکل ایچت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے

سب

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن مِل مَلک چوندہیر تھے سارے بھی

سے چاروں طرف سے پھر

کرن عیدِ غدیرات چپاؤ محلاں مِل سنگارے بھی

کرنے پھر

مقرب فرشتے چار و ربی کن تھے علیؑ کے تئیں

کے پاس سے

لے آئے دبدبے سیتی ولایت کے پھرارے بھی

سے

کرن رشتت علیؑ شاہِ ولایت کا سو ہر ٹھارا

جگہ

کھڑے قطّار کر رضواں اشتت کر نہارے بھی

جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری

اور

علیؑ کے چرن دیکھے کر علیؑ کے دار ٹھارے بھی

دروازہ پر ٹھہرے قدم

سَپت گھن پھر نہارے سو دھرے چوندہیر تھے منز ہیں

سات آسمان پھر نیوائے چاروں طرف سے مرزمین پر

ہوئے مِل سب علیؑ پر تھے فدا چند سور تارے بھی

سے چاند سورج پھر

حق کی نظر تھے قطبا تیرا اثر اہے زیبا
سے
صدقے نبیؐ علیؑ ہے تج باعث ہور بانی (ج)
تیرا

(۷)

سب جگ کرے آنند کہ عید غدیر ہے — عیداں منے یو عید بڑا ات گھنبر ہے
میں یہ گہرا
روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا ۳۹ — دو جگ اُپر امیر سو حضرت امیرؑ ہے
دن
تج سیو..... سماں سدا دھیان یوں پھرے — تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار تھیر ہے
تیری سے جگہ
سلطان دین ہور دنیا کا علیؑ سچا — تر لوک لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے
اور تینوں عالم
تُلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر — کہکشن نیزے لے ہات چند خوب امیر ہے
سورج بادل کہکشاں چاند
سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں امیں — سب خارجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبیؐ کے دو نو جہاں میانے یا علیؑ
قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے (ج)
تو

شبِ برات

علیؑ شیرِ خدا کا چھانو اچھو کر جم اُپر سر پر

رہے ہمیشہ

ملک پیغمبراں پیراں دعا کر ہت پیارے بھی

ہاتھ پھر

نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ

سکل ہاتف سو رحمت تجھ کو قطبا کر پکارے بھی

سب پھر

(ج)

(۱)

خدا کے کرم سیتے شبرات آیا　　　خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا

سے　شب برات　　　دنیا

براتاں لیکر آیا ساریاں میں خوشی ہو　　　خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا

لے کر　سب　　　کے ساتھ دنیا جگمگ کرنا

اماماں میا ہے محمد قطب پر　　　نبی ہور علی کے دیا سوں سُہایا

محبت　　　اور　کرم سے　بھلا ہوا

خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سو نت نت　　　شہا کے مندر ٹھٹھایاں بجایا

بارگاہ میں

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر　　　سو سارے جگت میں دراہی پھرایا

کو　　　دُہائی ڈھنڈوری

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں　　　سونا بود کر کر جگت تھے گنوایا

دشمنوں کو　　　سے　گم کیا

نبی صدقے امرت سر قطب شہ کوں　　　سو ساقی کوثر پیالے پلایا

آب حیات کی شراب

(ج)

(۲)

جو شبرات اتے جھلک سوں جگ میں آیا　۴۱۰　تو سب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا

شب برات　سے　　　سے

شرف شبرات تھے سب رات پائے　　　شرف سب رات تے شبرات پایا

سے　　　سے

دہن پستے، نین شکرا دھر بند گھر یکے نازک

آنکھ ہونٹ (گڑی کے؟)

کہ جوں خشخش نمن باریک ہے خوے مکھ پہ ناریاں کی

مثل کے مانند پسینہ کے بوند چہرہ پر عورتوں

کجل نیناں سہیلیاں کے سو پرل سیام باداماں

کاجل

تھوڈی ہے سیب، دسناں جوں کچیار لیباں ہیں چاریاں کی

۴۲۰

دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے دالاں ہوایاں کے

جسم اس میں

ٹھسی کندن کی یوں دستی کہ جوں جھیلی ہے ناریاں کی

نظر آتی خوشہ

سورج مشعل، چندر جوناں، ستارے جونکہ گلریزاں

مثل

دیپائی منکوں مکھ پیشانی خویاں آکنواریاں کی

چمکائی چہرہ کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی نلی پھل جگ میں برگٹ سو

یہ اور ظاہر

جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے پنج گلعذاریاں کی

سے اور

رنچھل پیالے جو ہیریاں کے کمل ہاتاں میں لے سکیاں

کنول ہاتھوں ہیروں

کرن بھنجن ادھر مے سوں خماراں سب خماریاں کی

توڑنے ہونٹ کی سے

گگن درپن نمن جھمکن لگیا ات — رین روشن سُرج بن دِن گنوایا
آسمان آئینہ کے مانند روشن ہوگیا — رات سورج بغیر

اَجِت اس رین کے ات لاج سیتے — کدھیں آپ مُکھ رین یں نیں دکھایا
رات سے — کبھی اپنا رخ رات نہیں

رین ظلمات میں جوں خضر کا نیر — ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا
رات کی مثل پانی

سُرج چند تارپھل بازیاں تھے رہی دھرت — انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا
سورج چاند پھولبازی سے زمین — آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں
کہ نس کوں دن تھے روشن کر دپایا
رات سے زیادہ کرکے چمکایا

(ج)

(۳)

سُلکھن رات شب برات آبراتیاں لیائی ساریاں کی
مبارک لائی سب

لکھیا خوش عیش انند عشرت سو روزے کھاہاریاں کی
کھانے والوں

محمد فتح کیتے ہیں اُحد جھگڑا علی سوں مل
کرتے کا کو ساتھ لے کر

تو تن کے کھرگ اُجالیاں تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی
اُن تلوار کے سے بھاگ

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا

سے　　دید

سو درسن دیکھلا میرے جگت پر جھائے بھی سر تھے ۴۳۰م

دکھلا

سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہوا انند دل سوں

عروسانی سو باساں ہیں اُدک مہکائے بھی سر تھے

نبی صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں ال

قطب کی داس ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سر تھے

غلام　　خود کو　　پھر از سر نو　　(ج)

(۵)

مبارک کا خبر شبرات لیکر آئیا سر تھے

پھر سے

کہ میرے بخت کا طالع سورج جھمکائیا سر تھے

پھر سے

اُجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی آنگے

شرمائے　　(کے؛ کی)　　کے آگے

انند کا نور منج پر چھپتر نمتے چھائیا سر تھے

مجھ　　کی طرح　　پھر سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں وپ ہور جوہر یا ناریاں

سے پاؤں تک جھلکتی اور

سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی

(ج)

(۴)

سُہاگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سر تھے

پھر از سر نو

جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے

پھر از سر نو

چندر سورج اُنن دونوں بچاریاں کا وُھا دن لج

چاند وہ

اوگ جھلکار کے چند سور لاکھاں لیائے بھی سر تھے

زیادہ روشنی چاند سورج لائے پھر از سر نو

عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف اسماں پر

زمین

کہ دھرتی کوں نچھل اسمان کر جھلکائے بھی سر تھے

پھر از سر نو

سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اپس ہوناں کہ منگتیاں تھیاں

خود کو مانگتی تھیں

انن کے من کے چنیتے تیو بج سکھ دکھ لائے بھی سر تھے

اُن دل آرام

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دیا ئے ۔۴۴ آب حیات مُنج کوں اپ ہت خضر پلائے

کے کا چمکائے　　مجھے اپنے ہاتھ سے

شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں　　قطبا برات لیکر نس دن انند گنوائے

لایا　　رات کرائے

ہے سرو قد ہوائی پھلبازی ناگ پھلڑی　　مہتاب ٹیلہ لائے رنگ سورا دھر چڑائے

سورج ہونٹ پر

نس کیس میانے کیوڑے دستے ہن بھرن جیوں　　تالاں پھٹاک ناواں آنند گگن گجائے

رات جیسے بالوں ہیں نظر آتے بھنورے کیطرح

چوٹی کا پھندنا ہے طاوس کا ملا جیوں　　حاجب ہوائی سیتیں اپنا دورائی پھرائے

کے ذریعہ سے اپنی مالکی کا اعلان کرے

کھوپی کے پھل لڑیاں ہیں جیوں ٹوراں کریا کے جھیلے　　مُنج شمع مجلس اوپرا و شمع کوں ہولائے

میری　　اس

صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی بہاری　　پیالہ پلا پیاریاں پیاروں سیتیں پلائے

کے　　(ق)

(۷)

شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن　　موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن

سے　　دل چراغ

شب برات روزی کا برات پھر لیایا　　پیا کا مکھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن

لایا

دنیا آروس انند بالیاں سوں عشرت مے پلاتی ہے
عروس

سُہیلا شاہ کا الحاں سوں زہرہ گائیا سرتھے
نغمہ پھر سے

دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں

جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُپجائیا سرتھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں
کی کرتی

ایکس تھے ایک کا سنگار شہ کوں بھائیا سرتھے
ایک سے زیادہ ایک کا پسند آیا پھر سے

پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں
دل میں کھل گئی

کہ اپ جوبن چمن میں باس خوش مہکائیا سرتھے
اپنے خوشبو مہکائی پھر سے

نبی صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی
کو ہمیشہ رہے لاکھ

کہ عیسیٰ کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سرتھے (ق)
کے کی خوشبو لایا پھر سے

اُس کے سوناب تھے ہے مہتاب کا اُجالا

سے

اُس جوت تھے ہے روشن چندر جو تان درپن

سے

جھڑتے ہیں پھول گلریز اس کی میٹھی ہنسی تھے

سے

تو چند، سُرج، تارے، اُس تائیں کھولے دامن

اسلئے چاند سورج کے لئے

اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی

سے زمین

نیہہ کا ہوا اپس میں تو دے ہوا کوں تن من

محبت

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں

سے

لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش، شمع روشن (ج)

لاکھ اہے سے (کا) (کی)

(۹)

مکھ جوت سوں چندر مکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں

رخ کی جھلک سے مہرویاں ۴۶۰

چندر، سورج، تارے دیکھت نِس جھلک کوں جھلکائے ہیں

چاند رات کی

شب برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت　　بھنواں ہلال تھے نس دن ہے مو جیا روشن
(سے — رات — میرا دل)

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں　۴۵.　نین ہوائی تھے ہوتا ہے سب ہوا روشن
(چاند کی روشنی — آسمانوں — سے)

نکی کے جھاڑتے جھڑتے اہیں دھوئیں کے پھول　　پیا بچن کے پھلاں انگے نہیں سدا روشن
(سے — پھولوں کے مقابل)

دندیاں کے سینے پھوٹیں ہو زرمین جیوں پھانکاں　　خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن
(دشمنوں — اور — مثل)

(ق)

(۸)

شب رات آ کیا ہے سب جگ کتے تائیں روشن
(شبرات — کو)

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن
(جس طرح — سے)

جھلکاؤ آب مکھ کا دکھلا ک عاشقاں کے

نیناں کتے ہیں کیا ہے اس نور سینتے گلشن
(آنکھوں کو — سے)

خوباں کے زلف سینتے نسبت ہے اس رین کوں
(کے ساتھ — رات کو)

تو اُس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن
(اسلئے — زیب دیتا)

(۱۰)

عشق شبرات سر تھے دھن کری رے نین مہتاب سینتے دن کری رے

بیں پھر سے عورت — آنکھ کے سے

عجب اُس دھن کے مکھ پر ہے تجلی ہلالاں تن رتن روشن کری رے

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں گھڑیاں بازیاں سو آپ جوبن کری رے

خطِ سرمہ جیسے طرح — اپنا

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر نلی طاوس چک چومن کری رے

پھلی ناسک جھمکنے تھے ہے شبرات دھرت کوں آج نس جوں گھن کری رے

ناک کی سے — زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان

لڑاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں تو جھیلاں تھے جگت درپن کری رے

کی — سے دنیا کو آئینہ

ترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن گگن کوں پگ منے پینجن کری رے

قدم زمین اے حسین — آسمان کو قدم میں

نشانی گال تج مشرق و مغرب بنداں خوے تارکی سر پر کری رے

تیرے — بوند پسینے کے

ترا صورت عطارد کیا لکھے گا تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے

سے جسم پر لباس

عشق کے نوبہار کی توں کلی ہے پھلاں امریت کے جوبن کری رے

میوۂ آبحیات

ہر یک دھن ہر یک کدھن، پین نورتن کے ابرہن

ایک عورت پہن لباس

پی مدمدن جھلکا بدن، شہ پگ چمن کوں آئے ہیں

شراب قدم

مکھ شاب کے رنگ آب کوں، افتاب جوں ات تاب سوں

رُخ

دکھلائے کر مہتاب کوں، بے تاب کر پگلائے ہیں

سو دھن لٹاں کے جب جھلک، دونو الک کے سو مہک

حسین زلفوں

مہکیا فلک پر تھے ملک، بے سُد ہو لک لک آئے ہیں

سے لاکھ لاکھ کی تعداد میں

چھاتی اُپر چھاتی سندر، لٹ سیام بھر کچ تس بھتر

زلف

جانے مگر کالے ابر، ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں

قلعہ

مہتاب دھن رخسار ہے، گلریز گل کا ہار ہے

عورت کا

ڈو بھوں سو حاجب سار ہے، بیکس پہ یک چل آئے ہیں

قطب زماں حکم رواں، یک جاوداں ہے یو جہاں

تو ایک پر

کے تحت

امن واماں سوں کر علی جو تھے حکم یوں لائے ہیں

جیو (صنا) اسطرح

(ج)

ہلالِ عید

(و)

عیدِ رمضان

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھینونلی   تو ساریاں میں نڈر کی من کری رے
(کونلی)
کے بغیر کسی سے
تجلیچ کہنے کا نھا سو میں تو کہیا   دو تن کی بات کی جتن کری رے
جو کچھ
غیر
نبی صدقے قطب شہ کوں بھولا کر
دیوانہ بناکر
تو سب ناریاں میں اپ جتن کری رے
حسینوں   اپنے لئے محفوظ کرلی   (ج)

جگ کہتے آج گگن پر دیکھے ہلال ساقی ۔ ۴۸۰ ۔ سونئیں ہلال میرے مہہ کی مثال ساقی

عالم (مخلوق) آسمان

چگ جائیں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیج رقعہ ۔ پڑیا ہے گگن پہ پر کر منج نہال ساقی

پڑا آسمان مجھے

نوری ورق پہ لکیا خمّار چرخ مج تجہ ۔ انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی

میرا تیرا

یک ماہ تھے مرا دل لالو تیاں گگن کوں ۔ ڈھنڈ نو چند رپیالا پایا ابتال ساقی

سے آسمان ڈھونڈھ نئے چاندکا اب

تم شال انبر شفق رنگ کے اوڑ آپ بغل تھے ۔ دیتا صُرے ثریا دیکھ مج اتال ساقی

سے اپنے آسمان مجھے اب

بھر بھر پیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر ۔ مے سوں ملاکہ دیتا لب کا زلال ساقی

ہے

گالاں جو گل رخاں کے لالاں کرن کوں چو ندھر ۔ پھرتا لیکر کمل میں پیا لا گلال ساقی

کرنے کو چاروں طرف

نابات شیر خرما پستے شکر ادھر دھر ۔ کیوں روزے رکھنے سکیاں کر رول ساقی

ہونٹ میں رکھکر

سن ہنس کہیاں کہ سوراں چاندا یہ روزے ہیں یا ۔ جو پوچھتا ہے مے دے ست بو خیال ساقی

کہیں سورج چاند ڈال

مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کے تول ۔ دے بوسے لب نمک سوں کرمے حلال ساقی

منع کہے اسلئے

بھر عیش کی پیالی دے منجکوں تو آلی　　دن تیس کے ہلالی لیا سر بکام ساقی
مجھے

عشرت منجے دلا اب، جوں خضر جم جلا اب　　پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی
مجھے　مثل　ہمیشہ　شراب کے

متوال سب ملے ہیں، جوں پھل چمن کھلے ہیں،　　اپ من منے ملے ہیں، بھر بھر دے جام ساقی
متوالے　اپنے دل میں

دل لبد زاہداں کے، صوفی و عابداں کے،　　لے خرقے طاعتاں کے، دے مدتوں وام ساقی
مائل　شراب

پیالے پیتے پلاتے، بھر بھر صراحیاں لیاتے　　مدپی ہوئے ہیں ماتے، متاں تمام ساقی
لائے　مدہوش

کھلے ہیں پھل چمن سب، رنگیں ہوئے ہیں تن سب　　مدجام دے ہمن سب، بھر بھر مدام ساقی
کھلے　پھول　ہم

قطبا کوں اب خدا تھے، صدقے سو مصطفےٰ تھے　　اپ پیار مرتضیٰ تھے، انپڑیا انام ساقی
سے　سے　سے حاصل ہوا　انعام　(ج)

(۴)

نھنا بالا نوا ناز کر آیا جیوں لوا چند　　چندا مکھ پہواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
چھوٹا　نیا　جس طرح　نیا　مہ رخ　مثل ماہ نو

نکھا ریکھ اُپر سیام بدل یوں گھن چھپائے　　سبھی لوگ تجھا دیکھ نیسیایا جیوں نوا چند
آسمان پر　مثل

خدایا توں نکھا ریکھ چندا دسٹ دکھا موج　　یہی روز کھلاوں گا دیسیایا جیوں نوا چند
نظر　چمکایا

صدقے نبیؐ علیؑ کے ہے مست الست تھے قطبا ۔۱۹۰ رتن پر دیا تو ہے لب ہاں اب سنبھال ساقی

اسکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چندا عین عیدی بشارت دکھایا — بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا

چاند

ادھر کی مد کی گھر کوں کلف تھا سو مکڑا — سو کئی کیلی کھل دل عمارت دکھایا

ہونٹ شراب قفل — سے کونجی کھولکر

چھپی تھی سو یک ماہ مد کی چھبیلی — مٹا ہو عید انگارت دکھایا

ایک مہینہ تک شراب

صراحی سرو سرو سانی چھنداں سوں — پیالے رتن موج آرت دکھایا

کروں سو یک چت سوں مد پیر کا میں — کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا

دل سے پیر مغاں — مجھے اجارہ

محمد نبی فیض تھے عید آکر — محمد قطب کوں صدارت دکھایا

سے

(ج)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر جیسے رخ بام ساقی — لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی

چاند — لایا رات

عیش تھے پیالہ ات روشنی دیا ہے — بالا سو خم کیا ہے لے نوں سلام ساقی

بڑا — سے

(۶)

ابرو کا انتم ریکھ سو عیدی کا ثمر ہے　　　او چند دکھنت منج میں غلامی کا ثمر ہے

عیدی کا سدہا کرا دیا کرنہ کہو کوئی　　　او صوم تجلی کی گھرے گھر بین خبر ہے

سورج کا پیالا سجن ہت میں اہے بھر　　　کد بھی تو نہی نا ہیں کون سر اثر ہے

یا خضر قدح ہے سجن ہت کا پیالا　　　یا دست کی تاثیر یا عیسی سا بشر ہے

شربت کے طبق دور نہ مجلس میں پھراو　　　مج جام منے پھو کی نظر نخے سرا بھر ہے

عیدی کے دمامے طبلاں بجتے جگت میں　　　پیجن گھنگرو ناو کے گرجن سوا نبر ہے

نج خیال ہمن دل میں بنے جب تھی حیا سوں　　　او نقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے

بازاں میں تمارے سو شہا باز ہوا ہوں　　　اب باز من ناؤں تو پچھیں کی نشر ہے

بے دین کوں نانو نکو کوئی رمز رت کا　　　عالم منے وو خوک لقا مردک خر ہے

ن۱ وتم ۔ ن۲ وو ۔ ن۳ مجہ ۔ ن۴ دو ۔ ن۵ مجہ ۔ ن۶ تجہ ۔ ن۷ جیا ۔ ن۸ ہمں ۔ ن۹ پنوچھو ۔

انچل چیر چھنالا تلیں مکھ پہ چندر دیکھ — بدل کوں لے مین چھل بل ہو سہایا جیوں نو چند

ہوا رات اندھاری میں نچھل جوت جگت مانے — کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نوا چند

انم لوگ چرن سیں لگاویں سو کہت چند — سویں پاؤں پڑیا ریکھ دکھایا جیوں نوا چند

سر — کہتا ہے چاند

معانی سو نکھار یکھ ہوا قبلہ نما تو کو — اماماں کی دعائیں میں پایا جیوں نوا چند

(ق)

۵

رس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی — نو چند سے ساغراں میں بھرے مدام ساقی

شب — نئے چاند

زہد ریا تھے بھو دن بدنام ہو رہیا ہوں — پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی

سے بہت — رہا — محبت

مستی تھے اپ صراحی کرنی تھی سرکشی نت — کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

سے — اپنی

تیں۳ دیس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو — کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی

دن — لئے کیلئے — مجھکو — تو

صدقے نبی قطب کوں انپڑیا ہے طہورا

کو حاصل ہوا

کوثر تھے ساغر انپڑا صدقے امام ساقی

سے — حاصل ہوا

(ج)

جو خمخانہ کوں موندیا نھا روزیاں کے قفل کر ساقی
بند کیا روزہ
نوا چند کیلی سوں خمخانے کوں پھر تھے کھلایا عید
نئے چاند کی کنجی سے پھر سے

رِجھانے شاہ کے من کوں انند ہور عیش کے راگا
دل اور
نوا چندر کا چنگ لے چنگ میں چھندسوں بجایا عید
نئے چاند

جنت بن میں کھلیں جوں پھل کلیاں رحمت کے شبنم تھے
کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں سے
سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مدسوں تیوں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں
گھانس کیطرح
نوا چند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اُپر دسے ابرو ہلالِ عید
رخ پر نظر آئے
اُس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے وصالِ عید
ان کو

خرم خوشیاں سوں شوخ کی سیو یا بھری پڑی
ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شہ[1] آنند کا سرا ہو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند شراب (ق ۔ ج)

(۷)

انبر سمدور میں ہنسی نوا چند کا سٹا یا عید
آسمان کے سمندر نئے چاند

سو عشرت ہور انند منیاں پکڑ بے حد لیا یا عید
اور میں نہ ؟ لایا

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر
اسمان بے ستون اور بے باندھ

نوا چندر و جر کا طاق بندے سو بند ہا یا عید
نیا چاند

سکل متاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرنا کر
سب دیکھکر اس

نوا چند کا نوا محراب اسماں پر دکھا یا عید ۵۳۰
نئے چاند نیا

گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس کج اپر چڑ کر
آسمان ہاتھی نیا چاند اوپر چڑھکر

خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
کے ساتھ میں

---

[1] ن معانی

(۹)

ساقی، ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے

مے لیایا کرے نیناں متوال موہنیاں کے

لایا آنکھیں متوالی

شیر خرما، قند، بداماں، پستے، جیواں ملاکر

صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے

کے ساتھ کرتا

ڈھل کانوں تھے گُلائی گالاں پہ لال لالی

سے

لینگے چھنداں سوں موتیاں انتھ ڈھال موہنیاں کے

سے

کیوں رنگ میں نہ آویں دیکھ عاشقاں رقیباں

ہو جُھلنے جو بناں پر کنٹھ مال موہنیاں کے

ہار

لکھ لکھ الک سرک سٹ دکھلائے فن سوں نل نل

لاکھ زلف میں پیچ و شکن ڈالکر

تو سنبڑے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے

گرفتار ہوں کے پرند

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں
شربت پلا ادھر سیتے کھلیا گلال عید

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر
چنبڑی کی کستوراں کرو آیا ہے لال عید

طرے کے لال تار یا تھے چوتا شراب لال ۵۴.
جوبن بھٹی چیرا او کہ پایا زلال عید

بوبیاں کے منج بہرتا ہوں اس ہونٹ باغ
پھولاں پھلاں سوں پنچا ہے اتم نہال عید

رستم نہ کھینچ سکے ترے بھنو کمان کوں
پلکاں کے تیراں سیتی بھنکایا اچھال عید

مکھ پر مگٹ چڑائے رکبٹ کا مگٹ منے
تو حسن بہار میں سہے سو گگے کا ڈھال عید

ما چین و چین چتارے چھنداں چین تھی باز
تج ہار کے کندن تھے سو لیایا ہے مال عید

تانے ازل تھی منج یہ گگن رنگ کا چھتر
پیاریاں پریاں سو ماوے اپرا و رو مال عید

صدقے نبی کے سورج چند رتا اچھے گگن
بت مبت سوں قطب کر و سو لکھ لال عید

شاہ کے مکھ سورتھے پاپاں ہیں سب   چند تھے جوں تارے تیوں تاریاں انند
رخ آفتاب جیسے سے   چاند سے جس طرح اس طرح

تج سُہاتا ہے سدا اے خوان عید   ۶۰ تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند
تجھے زیب دیتا   سے

قطب شہ دایم علیؑ کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند
ہمیشہ   سے   (ج)

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں
روزوں   بہت   اور بہت

ساقی پلا اب عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں
شراب   اپنے

مُنج تائیں مد کا شیر بس ہور اُس میں خُرما ہونٹ کا
میرے لئے   شراب   اور

نابات اپ بوسے کا دے اے شہ پری ات گیان سوں
اپنے

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا پون آنند کا
شراب   ہوا

خوش بھید ہے مل پیوناں مد جیو کے جانان سوں
پینا   شراب دل

۶ سولہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں سوہنیاں

نازسے چلتی ہیں

سن نادریج آئے خلخال موہنیاں کے

آواز

جگ میں چلیں لٹکتے ات چاتورائی سوں سو

چاتری شوخی

کبکاں ہنساں گیسنداں سکھ چال موہنیاں کے

سیکھ کر

صدقے نبی کے قطبا مے لال لال پیالے

بھر پیولے پیالے کر لال موہنیاں کے (ج)

پیا

(۱۰)

عید سوی لیا یا خوشیاں انند
اس انداں سوں کریں خوباں انند

لایا

رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ رنگ
کرتے ہیں تس رنگ تھے مناں انند

بہت سے

دیتے ہیں ساقی عروساں چھند کے
عاشقاں کوں نقل او ادھراں انند

سے ہونٹ وہ

سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں
جب ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند

کی طرح سے

عبد البصير

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سینتیں

خود کوں　پیا　سے

اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جا سوں

عید آ کے مکھ جھمکائیا اب چونپ دل ہیں لائیا

لایا

سنگار ہیں اُپجائیا ناریاں ملیاں سو جان سوں

ملی ہیں

گن عید کا گاتیاں سکیاں پیو وپ کیاں راتیاں سکیاں

گاتی ہیں　کی

سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ماتیاں ہیں پیو کے دھیاں سوں

دل

صدقے نبی کے قطب شہ کوں عید سکھ دن دن اچھے

رہے　کا

جب لگ چندا ہور سور ہے ہے عیش مج فرمان سوں

چاند اور سورج　میرے　سے　(ق)

(۱)

خبر بکرید خوشیاں سیتیں میرے تاُمیں لیایا ہے
خوشیوں کے ساتھ لئے لایا
خوشیاں اوپر تھے قُربانی ہولنے بکرید آیا ہے
سے
اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سیتیں دایم
یہ کی دیکھکر اور سے
انداں راگ کوں آلاپ کر بہو گن سُنایا ہے ۵۷.
بہت
گلالی پھول مُنج مجلس تھے رنگ پا کر سُہاتے ہیں
میری سے
کہ ساقی اپ نَین پیالے سوں مد دے مُنج رِجھایا ہے
اپنی آنکھ کے سے شراب دیکر مجھے
سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سوں
خود کو جامہ محبت سے
کہ بکرید آ کے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے
سکیاں مُنج مستی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل مُنج سُہتا
میری کی ماتی مجھے زیب دیتا
جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبھا ہو لُبھایا ہے
اس

معانی کے بچن بُتاں تھے لے گُل
ہر اک گُل تھے سُہایا عید بکرید

(ق)

(۳)

ہویدا ابھی ہوا جوں جان بکرید — کیا سب جگ کوں آباداں بکرید
جتے شہ کے دندیاں تھے جگ میں سکوں — کیا ہے شاہ پر قرباں بکرید
جنت میکی سوالواں نعمتاں سوں — کیا تازہ جگت کا جان بکرید
ہوا بھرپور جگ کا میں ہور من — بچھایا ہر طرف نوخواں بکرید
خبر لیایا کہ خوش شہ کوں دلایا — حیات و بخت جاویداں بکرید
بھرائے بزم ساقیاں مدسوں — کہ ہے مستاں کا مہمان بکرید

نبی صدقے قطب لکھ برس جی توں
کہ تج تھے پاوے نت جیوداں بکرید

(ج)

منجے چوندھر انداں ہور خوشیاں کا گرجنا سُہے

مجھے چاروں طرف اور

تو مستی عید کا سر پگ پہ رکھ موہن منایا ہے

قدم میرے دل کو

نبیؐ صدقے قطب شہ کوں سُہے جم عید مستانہ

زیب دے ہمیشہ

کہ میرے سیس اُپر دایم چھتر شاہی سہایا ہے

سر (ق)

(۲)

خوشی خبراں سنایا عید بکرید — کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید

کی

کھٹکتا مرغ دل کے بوستاں میں — طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید

لایا

نگہ غمزیاں سوں کھینچا منج کوں ساقی — اپن سُدبُد گنوایا عید بکرید

کے غمزوں سے مجھے اپنا

خدایا کعبۂ مقصود دکھلا — دلیلِ رہ دکھایا عید بکرید

نہ کر غصہ شکایت عشق نپہیں — خرم دکھ میں نبایا عید بکرید

کی راہ

جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او — پرت میں اُس اُجھایا عید بکرید

جو کوئی وہ عشق اسے

اُلالیاں سوں جوانی کے توَل شہ سوں رلیاں آنے

نئے بادشاہ کیساتھ عیش کرنے کیلئے

کریں لک چھند بند تِل تِل تَین کے یک سین میانے

ہر لمحہ کے لئے

مدن کا مے پلا شہ کوں چُمن کی چاکنی دے دے

بوسہ لذت دے دے کر

اوک متوال کرشہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے

پَون عشرت سُہا وا یو لطافت شاہ کا دیکھت

ہوائے یہ دیکھکر

ملک حوراں چندر سورج رہے کم ہو اِپن میانے

چاند

نبیؐ صدقے قطب شہ کوں دعا پنجتنؑ کی ہے دائم

تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے

ہمیشہ اطمینان سے میں (ج)

(۵)

شہا بکرید ہے سالم دیہ یکن تج پہ قرباں ہے

تجھ پر سے

دھرت خوشدل گگن خوشحال جگ سب شاد خنداں ہے

زمین آسمان عالم

(۴)

اُتم بکرید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے

دل میں

گھرے گھر عید ہووے آج سارے تربھون میانے ۵۹۰

ہر گھر میں تینوں عالم میں

سکل غلمان ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو

سب اور سے

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے

جنت کے چمن میں

چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر

چاند

لگا سینے کنک عنبر لگا ڈُلنے کوں کھن میانے

آسمان میں

کرن زرتار کی پیرن سورج پن دور دھلکا کر

شعاعوں کی پیرہن پہن کر

ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میانے

خوب منور ہوکر نکلا جسم میں

سہیلیاں آج یوں شہ کیاں رنگی کسوت میں سہیلیاں ہیں

ان

کی

کہ بارنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے

کے میں

دیا حق نچ حکم تل سب پری ہور دیو وحش و طیر
تیرے کے تلے اور
سو جن ہور انس عنصر چار و سا چا نوں سلیماں ہے
اور سچا تو
سٹیا تیرا کھرگ دشمن پہ پر تو تو رگت میانے
ڈالے تلوار خون میں
ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
مثل اور
دعا کرتے اُسے سب جگ جکوئی تیرا دعاگو ہے
جو کوئی
ثنا کرتے اُسے عالم جکوی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی
نبی صدقے خوشی گھر گھر انندی ٹھار ٹھارے قطب
اطمینان جگہ جگہ
ترے گھر میں ہزاراں سال لک بکرید مہماں ہے
تک (ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے
گھر گھر خوشیاں عیشاں انند مہان پر مہان ہے

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
تو ابراہیم قلی قطب شاہ تجھے اور تیر کے ساتھ
جو اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہ واں ہے
۶۰۰ سے

علیؔ کا باگ توں تج جھل جھلا ہور دھاک ڈر تھے
شیر تو تیری جلال یا رعب اور سے
گگن کے باگ کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے
آسمان شیر (اسد) کو تجھ پر سے

خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں
تجھ یہ
تو دن پر دن قیامت لگ ملک تیرا آباداں ہے
روز بہ روز تک

جکوی تج سات یک چت نہیں سو دشمن ہے محمدؐ کا
جو کوئی تیرے ساتھ دل
جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
اور

توں موسیٰؑ تج کھرگ موسیٰ عصا تج مکھ ید بیضا
تو تیری تلوار کا تیرا چہرہ
توں عیسیٰؑ تج ترنگ ہے سورج ہور آسمان میداں ہے
تو تیرا گھوڑا سورج اور

ہے جم داودی الحان تج بزم میں تج بزم میں جم جم (؟)
(داودِ دے ؟) تیری
انداں پر انداں پر انداں پر انداں ہے

(۷)

سنگار کر اضحی اچلے سو نور انواراں بھرے

پھل سور طو اکن لگا تر جگ میں جھلکاراں بھرے

سورج

خوش عید عشرت شہ کے گھر لیایے دیکھ اس شہ ہت لیکر

ہاتھ میں لائے

لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھبھر مہکاراں بھرے

مے لب توں لیدا پیز میں لے بوسے تجھل بھانے میں لے

تیرا

مدپیالے میخانے میں لے چو طرف میخواراں بھرے

شراب

چندر مکھیاں پی جام اول تارے لیاں نقلاں بدل

مہ رخاں

مست ہو پھریں یوں نشہ اگل سوراں کے جو بھاراں بھرے

کے سامنے سورج جس طرح

تو قطب گھن زر کش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر

آسمان

کرناں سنے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے

شعاعوں ساڑیوں

ریگاں بدل سیخاں سُہیں تارے ٹکے لذت بھرے

بادل

کرڈل چند اسورج اگن گا نور سو اسمان ہے

چاند آگ

بادل سے سُفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں

کی

سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیراں ہے

دیکھنے یا دیکھکر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی سہیلیاں اُپر

خود

تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اپتا مان ہے

اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکتاں دھرت پر

پھرتی ہیں لٹک کیسا تھ زمین

یا گھن اُپر تارے سُہیں یا کھیلیاں بستان ہے

آسمان زیب دیں

کوئی گاتی کوئی آلاپتی کوئی ہنستی کوئی ناچتی

کوئی بیٹھی کوئی پیلاتی کوئی سرخش کوئی متان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند

رہے

جب لگ دریا میں نیر ہور انبر اُپر چند بھان ہے (ج)

تک پانی اور اسمان چاند سورج

صدقے نبیؐ کے قطبا خاناں محل بیانے

میں

۶۳۰

عشرت بکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یوں لیایا بسنت بکرید سوں

کے ساتھ لایا

سب رنگ بھریاں کے من کے تیں بھایا بسنت بکرید سوں

دل کے لئے

اس باں کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے

میں سے

آنند پھل جگ باغ او پر چھایا بسنت بکرید سوں

کے پھول کے

سب بن ہرے انبر منے پھولاں تارے کھل رہے

ستاروں کی طرح آسمان کی طرح

زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکرید سوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں جو نازک بھید سوں

سے

کرتے صفت شر کھیل کا آیا بسنت بکرید سوں

کے لئے کے

پیو سات یکیاں ہواپے جیو سات قرباں ہواپے
پیا کے ساتھ خود جی کے ساتھ خود

تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے ہاراں بھرے
خود

حضرت نبی صدقے تھے بل یا قطب کیتا یو غزل
لکھتا یہ سے

آنند سوں سن لا عید گل کے پر گھر یاراں بھرے
(ج) (۹)

(۸)

بکر ید عید آیا صلوات بر محمدؐ
آنند علم اُچایا صلوات بر محمدؐ
خوشی کا بلند کیا

جیکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے
جو کچھ سے
ووہی مراد پایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہما ہو
منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمدؐ
میرے سر

میری خوشیاں کی بیلاں لکھن منڈوے چڑ کر
آسمان چڑھیں کرکے
جبرئیل ورد لایا صلوات بر محمدؐ

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا
دل سے اور روح
حیل رسول صدق لایا صلوات بر محمدؐ
سے

دندیاں کی ذات کوں سب یک دھیر یوں ہی بکر ید
دشمنوں ایک طرح
دکھ آگ میں بھونایا صلوات بر محمدؐ
دکھ کی بھنایا



سُندریکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اسطرح نظر آتی ہے
سورج ستاریاں پر کرن بایا بسنت بکرید سوں

عشرت بدل امرت پھوئی چھڑکیا ہماری بزم میں
کے بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سُکھ برگ لایا بسنت بکرید سوں

میرے
یک ٹھار مل آئے بسنت بکرید حضرت دشٹ تھے
جگہ کی نظر سے
قطب زماں آنند سُکھ پایا بسنت بکرید سوں

(ق)

(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا　　حمل حسب جالاں لے حضر تھے دھایا

ج جگاتو جگ میں وجھل کا ژھم جھم　　چمن جوگ چند نمن جاگ جگایا
(چاند کی طرح)

م مدہر مد مستی میا سوں منوہر　　مدن من کی مجلس میں مُنہر منڈایا

ک کدم کر سو کستور متوگنٹ کلم کلا کر　　کنٹی کو یلاں کا مناگن گوایا

و ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا　　ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا

س سہیلیاں سو ہاتاں میں ہاتاں سہایا　　سہیاں صف تارے ثریا سہایا

ق قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں　　قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کھلایا ہے

بندا ناریاں کوں پھل چھڑیاں کمل کنچو کیاں ملایا ہے

(۳)

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سے یوں گھر آوے
پھر سے کی اس طرح
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو امیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری دل
گھنگرواں بال پیالے منے مدھ بھر کے پلاوے
میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سہنی گگن انچل سوں
آسمان کے
کوکلاں ناد سوں چوندھر پکھنی پیاری نچاوے
کوئلوں کی طرح پنچھی کبھن

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں

رو م تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے
سے خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
ناچنے
پریاں حوراں سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے
سے سے

شہرنگ پھل پیالے شبنم سوں دھولاے بھر گلالی تس
خوشرنگ کے پھول دھلا
سبز رنگی نہالاں نورنگیاں ہت دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

دیسین جوں بلبلاں تلتل تلاں ناریاں کی نرگس پر
نظر آئیں مثل
پرم مے پرملاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

تروتازے طراوت سوں کمل گلال ناریاں کوں
سے
بنداون تا فنی ہر یئے اُپر پھولاں پھلایا ہے

بھونر پھولاں کے پچھڑی میں مو کالاجوں کے کویل ہو
مثل
ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

چپالے نتے بھونر کے بھر سبے سرون ہمن کر کہ
کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا ایکیج ہلایا ہے

کچیاں کونلیاں کنواریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا
کچی کونلی کنواری ناری (عورت) کلی
محمد صدقے قطبا کوں انتداں سوں ملایا ہے
(ج)

بنتُ

آئی مشاطہ نگارن موں نگاری پری تائیں
کے لئے میری
قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اُس کیاں کھلاوے

نبیؐ صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگیلی
آبِ کوثر خدا حضرتؑ کے ہتوں منج کوں پلاوے
ہاتھوں سے مجھ

(۱)

بسنت کھیلیں عشق کی آ پیارا — تمیں ہیں چاند میں ہوں جوں تارا

م — جیوں

نچھل کندن کے تاراں انگ چھونا — بندی ہوں چھند بندوں کر سنگارا

بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجناں یوں — کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے سارا

ہم اور ساجن

شفق رنگ چھینے میں تارے گگٹ جوں — سرج کرناں من زرتار تارا

سورج کی کرنوں کی طرح

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری — بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا

کے قدم — لائی

جوبن کے جو صراحی لے رنگ من بھر — سو روماروم چرکیاں لائے دھارا

میں — رواں رواں

بھیگی چولی میں بھیٹن نس نشانی — عجب سورج میں ہے کیوں نس کو ٹھارا

بھیگی ہوئی — رات — رات

بسنت ونت جھد سو کندن گال اوپر — پھولا یا آگ کیسر کی بہارا

بہار

نبی صدقے بسنت کھیلیا قطب شہ

رنگیلا ہور رہیا ترلوک سارا

رہا — عالم

(ج)

پیاری ہور پیا ہت میں ہت لے — سرو بن میں نہنڈیں گل پھول مالا

اور ہاتھ ہاتھ

کنٹھی کویل سرس ناداں ناوے — تنن تن تن تنن تن تن تن تن متلا لا

نغمے

گرج بادل تھے دادر گیت گاوے — کویل کوکے سو پھل بن کے خیالا

سے پھولیں

سدا بیوا کریں ایسی گسائیں — دلدر دور کر کرتا نہالا

نحوست نہال

نبی صدقے ہو اقطبا ترا جینت — دندیاں سینے میں سلتا دکھ بھالا

دشمنوں (ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت — پھولاں حوض تھی چر کے چھڑکیا بسنت

میں سے

بسنت باس چن چن کے چنری بندھے — جو ابھر کے لہراں سوں آیا بسنت

جو بن حوض ہیں نو رتن رنگ بھرے — بسنت راگ گاؤ سہایا بسنت

رنگا نید میانک بندے گلسری — گلے گل لراں سوں دکھایا بسنت

نوی بالی کونلی کدم میں بھیجے — پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت

محبت کے

(۲)

پیارے بسنت کا ہوا آیا سکیاں تن مشک زعفراں لائیا
آئی لائی
(کرم خوردہ) ________ کہ جوندھر ہریا رنگ ہوا چھائیا
چاروں طرف ہرا کی
________ کہ جیو اس تھے جیون کا رس پائیا (ج)
سے

(۳)

(کرم خوردہ) ________ کہ کویل پرم نادا پنا سنایا
محبت کا نغمہ
________ سرس ہور آواز جگ کوں چھایا

گلالی رنگاں کے بن بہو جنس سوں چھبیلیاں رنگیلیاں کے قد پر سہایا
بہت طریقہ سے
نبیؐ صدقے اے قطبؔ شہ اس بسنت میں رتن میگھ برسن عجائب دکھایا
موتی کی بارش برسکر (ج)

(۴)

بسنت آیا سکی جوں لال گالا کسم چولا ________
پپیہا گاوتا ہے میٹھے بیناں مدہر رس وے ادھر پھل کا پیالا
ہونٹ پھول جیسے

(۷)

شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیایا بسنت

(لایا)

نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نور تن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ

سرو مینا میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت

(شراب)

سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول مہمانی کیا

گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت

(کے لئے)

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے

(میں)

پھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت

(پھول) (سے)

سور کا رخ میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں

ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت

(اور چاند)

بسنت کی خماری نین میں بھری ہنڈولے نین دل ڈلایا بسنت

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام نوی رت سیتی رت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بسنت آیا نورانی کریاں کسوت سکیاں سب آرسانی

امنگوں کے ساتھ

کرتی ہیں عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں پ رنگیلے ہوا حیران دیکھ اُس تائیں مانی

پھول

کو

کُنتل کے جھولے سُہتے ہیں او مکھ پر کہ جو پھل پڑ لے بھونرا سو گیانی

اس پھول

جڑنت چپر کیاں سوں شہ پہلے بسنت جب پلاوے نیہہ مد تب شہ کی میانی

کوہک کویل بسنت کے راگ گائی کہ پائی ہے اِسے رُت میں سُک نشانی

اس سکھ کی

ہوا آکر صفا پھل بن کوں تمیں دے کہ دکہ او نقش ہوے حیران مانی

دیکھ کر وہ

نبیؐ صدقے قطب شہ تا اُمن جم جم

کے لئے

سُہاویں رنگ بھرے حُسناں سُہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیایا بسنت
لایا
نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نو رتن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ
سرو میناں میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت
شراب

سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول مہانی کیا
گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت
کے لئے

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے
میں
پھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت
پھول سے

سور کا رخ میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں
ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت
اور چاند

بسنت کی خماری نَین میں بھری — ہنڈولے نَین دل ڈلایا بسنت

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام — نوی رُت سیتی رُت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بسنت آیا نورانی — کریاں کسوت سکیاں سب آ رسانی

منگوں کے ساتھ — کرتی ہیں — عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں پَر رنگیلے ۶۹۰ ہوا حیران دیکھ اُس تائیں مانی

پھول — کو

کُنتل کے جھولے سُہتے ہیں او مکھ پر — کہ جو پھل پر پڑے بھونرا سو گیانی

اس — پھول

جُرت پھر کیاں سوں شہ پہلے بسنت جب — پلاوے نیہہ مد تب شہ کی میانی

کوہک کویل بسنت کے راگ گائی — کہ پائی ہے اِسے رُت میں سُکت نشانی

اس — سکھ کی

ہوا آکر صفا پھل بن کوں تِس دے — کہ دیکھ او نقش ہوئے حیران مانی

دیکھ کر وہ

نبیؐ صدقے قطب شہ تا میں جم جم

کے لئے

سُہاویں رنگ بھرے حُسناں سُہانی

(ج)

دروسِ عبدیت

نر نیاں چڑ کہ نرنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں
پھول ہر اک کھل کے اب باساں سیتیں گایا بسنت

جھین چُنری پرنگٹ ناریاں کا کر آئے انگن
چیر کنارے کے تئیں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے (سے) انچل ڈھال کر بجھیج پر پلو کریوں سٹے
بجلی چڑ کے ہاتھ لے نھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چر کیاں کے نیر بُند (بوند) تھے (سے) سب فلک پکڑیا ہے رنگ
اُس گھر ابراں[1] کے رنگ تھے (سے) موتی برسایا بسنت

موتیاں یاقوت گھر گھر یوں دھک انباراں بھرے
ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سم[2] (برابر) کا دکھلایا بسنت

شکر ایزد کر معانی[3] رات دن آنند سوں
نیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت

(ج۔ق)

ن ۱ اُس گھر ابراں تارے موتی برسایا بسنت
ن ۲ سکھ
ن ۳ قطب شہ

پوریوں کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید ۔۔۔ شہ درس دیکھت ہوی حوریاں کی عید
(درشن دلانے والی) ۔۔۔ (کا درشن)

شاہ درس سینی گمتیاں کامیناں ۔۔۔ دید پر ہے دید منظوریاں کی عید
(کے درشن سے عیش کرتی ہیں)

شاہ کے مکھ سور سوں ہر دم حضور ۔۔۔ نت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید
(رخ آفتاب سے)

وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس ۔۔۔ شہ کی بھیتن سوں ہے مستوریاں کی عید

ناریاں جگ پر چمن دے شہ کرو ۔۔۔ لعل ادھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید
(ہونٹ)

لعل خوباں لب جب اُباں جو پائے ۔۔۔ تب تھے ہوی جگ میں کندوریاں کی عید
(بوسہ) ۔۔۔ (سے)

مصطفٰے ہور مرتضٰے کی دشٹ تھے
(اور) (نظر سے)
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
(سے)

(ج)

سُکھ بلاس کی عید

سدا ہوے جشنہ بزم میں نہہ انند — کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند

عشق کا — بہت

سنوارے گگن سے رنگیلے محل — رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند

جیسے — سورج چاند

سجن کے جشن میں سورج سے بھگت — دکھاویں عجب دیسے سوں چھند بند

نظر آئے

سبھی ساز بجتے ہیں گُن بھید سوں — پنجتے ہیں اُس ساز تے جیو کے چھند

سے — نکلتے — سے دل

گرجتے ہیں اس دھن تھی ساتوں گگن — جگت رقص کرتا نین پیچ گرزند

سے آسمان — کچھ

نہیں بزم اس ساز کا ہور کیں — نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند

طرح — اس طرح ڈالو آگ میں

نبی صدقے قطبا کرے سُکھ بلاس

کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند

رہے — اسی طرح — (ج)

اتبار (اتوار) عید

قرباں ہونے نت اُپر آئی اہے اتبار عید — عشرت کیے پردے لیا رچ منتر سو نت کے وار عید

کے اوپر ہے — منائی جائے گھر

گھر گھر خوشی ہور عیش کا سنچر ہوا بھوت ہاسوں — ہے آج جگ خوشحال سب ہوبی ہی بھار ٹھار عید

کئی طرح سے اور — دنیا ہر جگہ

امید کے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے — مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید

تو تب تجھے — غلام اور

مد شوق کے پیالے پینے متیاں کو سب تان کر — دے نقل تلتل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید

شراب سے — سے یہ

قدسیاں سبھیں اسمان کے مہمان ہو شہ گھر آئے ہیں — جگ میں اچنبا ہور ہیا دستے ہی یو اوتار عید

سب ہی — حیرت رہا نظر آتے ہی

بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے — پکڑے ہے نس دن شاہ کا یک چت سیتی دربار عید

بندہ سے میں — رات سے

صدقے نبی کے قطب کوں لیا لے کر اپنا کرے

مائل کرکے ۲۰

عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چونسار عید

آرام سے یہ (ج)

سالگرہ

عید

عیداں کیاں میں خوشیاں سب ہی اس عید میں
(کی)
سالاں کے غم بھاگیاں سب ہی اس عید میں
(سالہا سال — بھاگ گئے)

فتح و ظفر ہور عیش ہے اس دن منے
(اور — میں)
نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

ایسی خوشیاں پر لکھ گہر نیواز ماں
(لاکھ)
۳۰،
روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

چند اسورج لیتے جھلک اس دور میں
(چاند)
پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں
(رعایا)

جھاڑ سوکیاں کوں لگے پھل عید تھے
(سوکھے ہوئے — کی وجہ سے)
گوہر بھرے سیپیاں سب ہی اس عید میں

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں
(دن)
رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں
(ذوق سے)

قطب زماں کے سب گناہاں بخش الله

پکڑ یا علی داماں سب ہی اس عید میں

(ق)

(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا — کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا

محمدؐ کے میم تھے مدد مانگ کریں — علیؑ عین عادل علم کوں اچایا

الف آسماں آسماں گیر بند کر — حسنؑ ہور حسینؑ حسن حاجت لایا

قمر قاف قبّے اوپر جگ جگایا — پرم پی کا پیالا پیا منج پلایا

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے — حمائل سو ہے حمد کا خق نہ پایا

توہی ہسنی کا ہانس منج گل نہ باکر ۴۰، — نبیؐ ہاتھ نا بات نیکا چمکایا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سوں — قرب قطب کوں قاف قاسم دکھایا

(۲)

نبیؐ کی دعا تھے برس گانٹھ آیلا — خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا

پیا ہوں ہیں حضرت کے ہت آب کوثر — تو شاہاں اُپر مجہ کلس کر بنایا

مرا قطب تا رہی تاریاں میں نہچل نہچل — تو مجہ پر فلک رنگ[۱] کا چتر چھایا

۱؎ سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

دعائے اماماں تھے مجہ راج قائم
سے میرا
خدا زندگانی کا پانی پلایا
آبِ حیات

نبیؐ کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر
سر
اماماں دعا سوں طنابا بندھایا
کی سے

گل مصطفےٰ سیتی سیرا گندھا کر
سے سہرا
مجہ اس گل کا سیرا حمایل پنایا
سہرا پہنایا

دعائے علیؑ تھے سراجی چڑھا کر
سے
اپن سایہ سوں سایہ بان مجبہ چھایا
اپنے مجھ پر

ہر یک روم کی جیب سوں شکر کرتوں
رواں زباں سے
کہ تجہ بھاگ تار اشرف سوں نپایا
تیری قسمت

معانی محمدؐ پہ صلوات کرتوں
کہ توں داس پن تھے جگت میں سہایا
غلام سے
(ق)

(۴)

نبیؐ ناوں تھے پھر برس گانٹھ آیا ۲۶۰ نوے فتح خبراں شہاں کوں سنایا
نام سے
نئی کی کو سنایا

نبیؐ کی غلامی تھے ہے تاج تج سر
سے تیرے
شہاں تاج پر تاج تیرا سوہایا
سہایا

پھولاں کے منڈپ ہور گانڈے کے تھانبال
گنا کھم
کرناوں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا
اٹھایا

گلالی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا
پھولوں باندھے
او پھولاں جڑت قرص حمایل نبایا
وہ پہنایا

فلک دور نمنے سو منڈپ اُچا کر — جڑت سب تارے کوں اُس پر جڑایا
مانند

کلس دستے تھاناں اُپر چند سوج — وو جھلکار نوراں سیتی جھک جھکایا
دکھائی دیتے ستونوں پر چاند — وہ — سے جھک جھک کرنا چمکنا

سورج چند اپے تال ہو کر بجیں نت — منڈل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا
چاند

کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت — برس گانٹھ میں زہرہ کلیاں گایا
گرہ

کلیاں عشق کی مجہ ہیے میں کھلا کر — پھولاں غم کے دل بوستاں تھے گنوایا
دل — سے

مرا گلستاں تازہ اُس تھے ہوا ہے — مجہ اُس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا
سے

دندے دشمناں کوں سو یک جا ملا کر — سو اسپند کے پاتراں کر نچایا
کو

خدایا معانی کی امید بر لیا
لا
کہ جیوں سانت کے مینہو تھے جگ سب اکھایا
مینہہ سے دنیا — (ق)

(۳)

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا — سہس شکر کرتوں برس گانٹھ پایا
سے گرہ — ہزار تو گرہ

(۵)

حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج
علیؑ کے مہر تھے مجلس سو کچ کچائے آج

رحیم انبر کوں تاریاں سینے سنواریا سو
منڈپ پھولاں کا محمدؐ کے سر اُچائے آج

سو لکھناں سو سلکھن گھڑیاں میں امرت بھر
سہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج

جو سہرا میم محمل کا سر سیڑا میرے
علیؑ کی لے کی حمائل منجے پنائے آج

سنے کے صدر اور پھول گیند جوبن کے
ہزار چھند بنداں سوں سکیاں لچائے آج

صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا
سہیل ساقی ہو منج مد پلانے دھائے آج

فلک طبق میں ملک نقل بھر تاریاں کا
چکھاونے منجے آنند سات لیائے آج

سو لال گال طبق میں سکیاں عل نہہ بھر
سو تشہ سجاں کوں بہو چھند سوں لیا کھلائے آج

گگن طبق میں سورج چاند کے سو کانسے دھر
کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج

نچھل وہل کا جھلک جو جگ میں یو دیسے
کہ تارے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ
اِسے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے
سبھی تاریاں میں نکٹ ہو دپایا

چھتر کا کلس سو رکیبلی نوا چند
سو اُس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکار دو جگ کا سورا
فلک آپ منڈپ ہو حوراں نچایا

سورج چاند تارے پھر کھول کھولاں
فلک تال مندل گرج کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہور پان کا
عطارد کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں
کہ باقی پھولاں کی رُت تاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا
اناراں و گل تارنج ہت وو لایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک
کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ
برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق - ج)

سو مل آمشتری زہرا جو لیکر چنگ نوچند کا
نئے چاند

اُترکھن نبھے امنگ سوں آجماویں لاگ کنٹھ سرسوں
آسمان سے سے

سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
رہنے والے آسمان

اپس سُدھ کھو کہ بیچارے نچھارے نین عنبر سوں
اپنا کے آنکھ

مہکتی ڈور پر مل بھر زمیں اسمان سب یک سر

دماغ ہو ترجگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں
تینوں عالم اور

علیؑ اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج تیں
تیرے لئے

گرہ بائے بسا سو کا نبی کے اسم اچھر سوں
ڈالے کے حرف

(ج)

(۷)

ملایک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
کی

سماں سا تو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں میں بادل کے

فلک بدل کے مندل کر ملک لے سور چند تال — نچا نتار سکیاں منج کوں جم پہ بجھائے آج
بادل — سورج — مجھے

ندی رو ماولی موتیاں کی آرتی بھر کر — سو زہرہ مشتری کے ہت پلا دلائے آج
کی — ہاتھ سے

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا — علیؑ کے مہر سینتی سک انند پائے آج
سے

نبیؐ کے صدقے قطب منگ مدد علی کن تھے — سو میز بانی برس گانٹھ لگہ گنائے آج
کے پاس سے — لائے

(ج)

(٦)

گھڑی امرت منے ساعت سلکھن دیکھ اختر سوں
میں — مبارک

گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج مہتر سوں

محلاں میں ہریکس جا دیا خوش زیب و زینت لیا
ہر ایک — لا

چتارا ہو عطارد آ چتر ہر یک بچتر سمند رسوں
مصور — تصور آثار

کریں مل رقص آ حوراں ہر یک نرمل چند سوراں
چاند — سورج

جھلکنے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

(۸)

خدا ہور مصطفےٰ کی دِشٹ سوں آیا برس گانٹھ — یَسا سو برس گانٹھاں کا خبر لیایا برس گانٹھ
اور نظر سے لایا

بڑائی چودہ اِماماں ناوں سوں منج بہندو سیرا — نبیؐ دولت تھے عالم کوں مرہبایا برس گانٹھ
نام سے مجھے باندھو سہرا سے

سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو — حمایل قرص چندر.... دکھلایا برس گانٹھ
گلے میں پہناؤ

اوچائی پھول منڈپ پیار سو پیاریاں نویلیاں — دعا پھولاں کی خوشی جو رسوہایا برس گانٹھ
اٹھائی

بجاتے دِن وناں تم تم پلاتے گاوتے چھندسوں — خوشیوں پاتراں انجل کوں نچایا برس گانٹھ
گاتے

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال — سو موتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سو رہے کرنوں برس گانٹھاں انند سوں — شہاں میانے محمدؐ قطب لیکھایا برس گانٹھ
جب تک سورج (ق)

(۹)

خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ — سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ
سے

جو امرت گھڑی دکھ دمامے بجائے — تو مہتر سیتیں پاں دلایا برس گانٹھ
گھڑیاں

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لگہ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سوں پانے ہیں
اپنے

سدا جگ میں جیو و شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اٹھاتے

مکت مصحف کے تارے ہور ہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں مو دو جگ میانے سہاتے ہیں
میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر
چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں
بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چوندھر تھے
بادل مل ساتھ چاروں طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملایک مشک لاتے ہیں
اسمان

قطب شہ کوں مبارک کر دیا سوں پنجتن دایم
کے ساتھ بخت کرم سے

حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں
اور سے کی طرح

(ج)

جُلوہ

(اور)

دیگر رُسوم

مکٹ موتی منجا بندی مانگھ سینتی — جگے جگ نباتاں بنٹایا برس گانٹھ
باندھے
سورج میگھ انبر کت کرباں کے جھیلے — چندر کے نہالاں سو چھایا برس گانٹھ
اموٹے زمین میں رمل مول راکھے — او شیریں رس کی شیریں دلایا برس گانٹھ
نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ — خبر لاکھ سالاں لیایا برس گانٹھ
لایا
(ق)

(۱۰)

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ — سہاگن سکیاں میں سہایا برس گانٹھ
سے
جوبن کے طبل مل بجاو نوبتیاں — سبدتال برذنگ بجایا برس گانٹھ
رنبھا پاتراں ناچتے بردبارہ — .... ماراں نبایا برس گانٹھ
نین چھند درپن میں دیکھنے نتاں — تواب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ
ہتوں سوں نھنی لی ہے ہت میں صراحی — گگن کے گھنے گھن گتایا برس گانٹھ
صد سے
نبی داس ن پن تھی ہے قطب شہ — شہاں میانے شہ کر لکھایا برس گانٹھ
سے میں
(ق)

پرم پیاری کا جلوہ گاو سارے اُسے چند سور سوں پریاں سنگارے

چاند سورج سے

سُہاگاں بھاگ پھل منگ کھلے ہیں سہیلیاں آرتی تارے نوارے

سہاگ کے — کے پھول پیشانی پر

رچا وو تخت جلوے کا خوشی سوں کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے

کیا تھ — چاروں طرف — موتیوں سے

چڑاوو تیل اب سا تو سہاگاں مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے

ساتوں — ہاتھوں کو

پلا شربت دیو وہاتاں میں بیڑے بندھاوو ساریاں موتیاں کنارے

ہاتھوں — بندھاؤ

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں خدایا رکھ جداں لگ میں تارے

اور — جب تک

(ق)

(۲)

بنے ہور بنی کوں پلا وو سدا سو عاشق و معشوق ملاوو سدا

اور (پکارو؟)

نین میں دھرو سائیں کے دھیان کوں پرم کے ہنڈولے جھلاوو سدا

آنکھ — محبت

مری نین پتلی سدا نیر میں مہا جل ہوں ہیں کھلاوو سدا

آنکھ

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گائے — عشق سیتی جیو پاتراں کوں نچائے
(ہم) (کے ساتھ) (کے)

جوبن جوکی او پرم چو میوہ دل کا — اوپد من کوں ٹیلا کرا چند لگائے
(وہ)

طنبورا و کنگری میں اپے از گا کر — دو تن ہت سوں پیا بیں مد کوں پلائے
(اپنا) (رقیب) (ہاتھ سے) (شراب)

سنے کے طبق میں جوبن پھول گیندال — اس او پردو کجلے بھونر خوش سہاوے
(سونے)

سرو قد صراحی جوبن اس کا پیالا — انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے

بھواں خم سوں مج پانوں پڑکر سکے سو — نین مستی سیتی پیالا پلائے
(میرے) (آنکھ کی) (سے)

قطب پنجتن کا غلامی قبولیا — تو اس عشق انگوٹی میں چند سور بائے
(قبولا) (انگوٹھی) (چاند اور سورج ڈالے (ج))

(۵)

...... ناقص الاول ......

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا — نین پھانسی سب کر موہن من رجھاوے
(آنکھ کی) (دل)

سو بالی کی چوٹی گندی چاؤ سوں　۸۳۰.　مشاطہ عشق ہت کھلا و سدا
حسین کمسن　گوندھی گئی　کے ساتھ　　کے ہاتھ سے

ملی کونلی پیاری پیارے سیتی　　اپس میں اپے سب ہلا و سدا
کمسن　کے ساتھ　　اپنے　آپ

مجازی پیالا سو کیا کام آئے　　پرم مد حقیقی پلا و سدا
محبت کی مے

نبی صدقے قطبا تو پلیاں سوں نت　　وقت اپنا نس دن بلا و سدا
نبی　　رات دن　(ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا　　تو کارن چونپے سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار　　گلے میں ہانس عشرت کا پنایا
ہنسلی　وپہنایا

رنگیلی مہندی ہت مورپا نولا کر　　کندن کلیاں کے ہاراں خوش گندایا
ہاتھ اور پیر لگا کر

سہیلیاں سیانا تو گل کنٹھ مال بایا　　پیالے عیش کے سب کوں پلایا
گلے میں ڈالیں

نبی صدقے قطب نت سندریاں سوں
ہمیشہ
بدھاوا رات دن منگل گوایا

(ج)

دن ذنا گرجے جو بن بادل نمن 		کنگناں جھلکار منج سنّا وتم
کی طرح 		کنگن کی 		مجھے

رات کی بے خوابی میں پا یا رتن 		خوشیاں پاناں کے طبق بھر لیا ؤتم
بے 		پان 		بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چلو
خوش قسمت 		نئے

نھنّی بالی تال سوں نچّا ؤتم
کو 		کے ساتھ نچاؤ (؟) 		(ج)

رکھے جب کجل آپنے نین ہیانے — تو سو کیاں کے پاوے چھنداں سوں بجاوے

کاجل آنکھ میں — خط سرمہ

جو آوے سورج نسنے سنگار سوں — تو ہر بال تھے راگ نہہ کا او چاوے

کی طرح — سے عشق اٹھائے

جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں — وہ سو دھن کے گلے ہانس سہرا (۹) سہاوے

حسین ہنسلی

کنگی کوں بہت ناز سیتی پکڑ کر — عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دکھاوے

سے

نبی صدقے او ناری قطبا سوں میلی

ملی وہ

کہ جس کے سو بھاو اجگت من کوں بھاوے

عالم کے دل (ج)

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا جلوا گاؤ تم — اس سہاگاں کے سبد بجاؤ تم

کے

منجے پھولاں میرے دل میانے تھے — عشق چوکی پر چڑا بلاؤ تم

کے پھول — میں

نورتن منج عشق کے چوکاں بھرے — موتیاں لہراں کے تم بجاؤ تم

پھل ہنسی باراں کی آنند ہے — جلوے کا شربت پلا سمجاؤ تم

پھول

سو رنگ رنگیلی مہندی بہو رنگ سوں کلا کر
خوش رنگ بہت سے ملا کر

کیتیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے
کتنے ایک کے ساتھ

سب پیارے ملکے پیاروں سوں جا میں شہ پہ بل بل

سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رتس سوں نچائے

صدقے نبی قطب شہ نائیں سُہے اے خوشیاں
کو زیب دیں یہ

جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تیں رچھائے
سے کو

(ج)

مہندی

(۷)

امرت گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے

آبحیات ۸۶۰

قطب زماں کے تائیں بھوگن سیتی پلائے

کو بہت کے ساتھ

دیتے ہیں یارگہ او جس رنگ ہے سہاتا

وہ

اوہاں نانوں لے نبیؐ کا سورج شمے لگائے

نام کی شمع

صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کندن اس

منتے کے سرو جھاڑاں زیبائی سوں سہاوے

سونے کے ساتھ

زہرہ من محافے روشن ہیں اس انگن میں

کی طرح

یا سور کی ہیں کرناں جوتاں سوں سراوچائے

سورج اٹھائے



كنٹھ مال

(مالا)

(۸)

نبر دھیٹ شوخی سوں آ کر کھڑی جب   سو او چیٹ نظر میری اُس پڑی تب

تو بلی بیرت لاکے ہے ٹھیر نین منج   سکی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرن اب

قرار نہیں مجھے   کے لئے پیا

پیاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی   تو ریشم تھے آلے ہیں بالاں کے اس کھب

جسطرح   سے اعلے

دو رخسار اس کے ہیں رنگیں گلالاں ۸۷۰   او چلنے کوں دیکھ ہنس دربائی ہوے سب

اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے   چنپے کی کلی جوں سہے ناسکا چھب

وہ   مانند   زیب ناک کے

نین سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس   ادھر ہیں رسیلے کہ نابات کے جھب

آنکھ   کمھلاوے   ہونٹ   نبات

نبی صدقے کنٹھ مال جب پین آئی

پہن کر

قطب کنٹھ لاکر چومیا اُس کے دو لب

(ج)   چوما

کِسوتِ زرّیں

کسوت مکلل زرزری شہ آج سنگارے اہیں
لباس پُرتکلف زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے
گوہر سو تن مکھ نور کے چوندھیر جھلکارے اہیں
چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے
جتنے میں پاس
یوسف صورت نازک نھنے، چو بھر کھڑے سارے اہیں
کم عمر

کہکش وندے جوڑے رتن، سورج کلس کنچن برن،
لباس
زرتارکیاں ڈوریاں کرن، ٹوٹے سو جون تارے اہیں
کی شعاع مثل ہیں

تارے وو فاضل سور تھے، جھمکے اُن کے نور تھے،
سے وہ سورج سے
دیکھ سب ملایک دور تھے، حیران بیچارے اہیں
سے

بجلیاں کے ٹکڑے کرمیں دھرلے دھاتے کے چھندبند کر
(دکن۔ کان؟)
کولانٹ کھیلے سربسر کیا شوخ مہ پارے اہیں

شاہی ہاتھی

(۲)

خدا کا ہست بہت ہور جھرتا
ہاتھی اور
دندے دشمن کے سر پر پاؤں دھرتا
دشمن پاؤں

انکس اس سیس پر قدرت نو اچند
سر نیا چاند
کہ سُنڈ پھانسے میں دشمن نت سپڑتا
سونڈ ہمیشہ گرفتار ہوتا

فلک کے دور میں ڈو کھانہ نیترے
سنیا دنت سوں دُرجن سینج کرتا
دشمن

اندو جھلکار سورج نادبجلی
کیوں اس کا گگن نمنے پچھڑتا
(کیوں ہے) آسمان مانند

ترے حملے کوں ڈونگر تاب کیوں لیائے
قلعہ لائے
کہ اُس گرجن تھے بادل گرج دھرتا
سے

ہتی سنکھ جو کوئی دُرجن جو آوے ۸۹۰
ہاتھی مقابل دشمن
سو ہیبت تھے دندے تن من ہدرتا
سے دشمن کا لرزتا

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
سواری کر
سو کُنجر قطب شہ ہت جگ سنوزتا

سو کے دیسیں یوں نین سنگ جوں کاڑ جیبا ٹھونک (؟)

خط سرمہ نظر آئیں اس طرح آنکھ کے قریب (ہوں بھوچنگ)

چنگیاں میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں نجارے اہیں

چنگاریاں

بُند مہندی کے ہاتاں منے، گل لال جوں پاتاں منے

بوند ہاتھوں میں پتوں میں

موتی جھڑیں باتاں منے، جھل تھے سمند کھارے اہیں ۸۸۰

باتوں میں رشک سے سمندر

نٹوے کلاٹی لاگ کے، ات روپ نت بھو بھاگ کے

قلابازی کرکے بہت

پتلی کمر کچ پاگ کے، جگ من بھولا نہارے اہیں

دل بھلانے واری

سب مست گج گنبھیر جوں، قد راست دھرتے تیر جوں

(گج۔ہاتھی) گہرے کی طرح

آہستگی میں نیر جوں، بیگی منے بارے اہیں

پانی کی طرح تیزی میں ہوا

ہونا انند خوشحال سب، نٹ گاتے ناٹک سال سب

بجتے طنبورے تال سب، منڈل کے دھمکارے اہیں

چنچل چتر بدونت فنی لک لک ملک جس درسنی

درشن کرنیوالے جنکے

سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے اہیں (ج)

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے ہیں گنتا ہوا اب پہلا پہر
نہ شمار کر کے
کنولی کے کیساں میں جھکے باس سوں پھل کیوڑی
بالوں پھول

دُسری پہر دو پہری پھل اپ کن منے بائی سکی
دوسری پھول اپنے کان میں لگائی
اے مد منجے کیا کام آوے مد پلا و کوثری
مجھے یہ

تسرا پہر اللہ محمد ہور علیؑ کا ہے پہر
تیسرا اور
خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آ کر ملے قطب زماں سوں پدمنی
سے
صدقے نبیؐ قطب زماں ہے اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں معنیاں
سے کبھی لمحہ
کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں چھند بیتیں عنصری
باندھا

۹۰۰

(ق - ج)

تقسیم اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سینتی نھانے پری
نہانے

دُسری گھڑی عشق چادر اوڑھے ہے او استری
وہ عورت
دوسری (میں)

تسری گھڑی باندھے پرم کی کلسری اپ کنٹھ میں
تیسری اپنے گلے

چوتھی گھڑی چوکاں پچے پیلاتی مُنج مد حیدری
پلاتی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا وپکڑی نان سوں

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باساں سُنگاتی عنبری

ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بندا وچیر منج
مجھے

اٹھویں گھڑی چھنداں سیتیں اوڑے پون کا چادری
سے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتا
سو سارنگ نینی سب رنگ ہیں رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار پایا ہے سو ملہارا
گلے میں پھول کا ہار ڈالا
جو گاوے رام کیرے رام کر راو اں تر جھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے
(ج) نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے
کے مانند

راگ

(۴)

مُگٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے
مُکھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سُہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بیلاوو
بٹھاؤ مجھے
دھناسیری گا کے دھن منج کوں سرنگ پیالا پلاتی ہے
عورت خوشرنگ

مرے سنگ مل نچاتی سُگھڑے گاتی سُگھڑ ابھرن
سرے راگاں جو گاتی استری توں منج کوں بھاتی ہے
اسلئے مجھ کو

الاپے گانرا گنرا کماں بھوں کا چڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

ل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چپڑا وو تیل تم

یاقوت موتیاں کے طبق اُس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا پیم کا بھر بھر پلا عیشاں کے تئیں

نٹوا ہو ناچے مشتری ہت زہر چنگ باجے سدا

ہاتھ زُہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت بیت سوں

تم

صدقے نبیؐ دولت بَخَت جم راج کر راجے سدا (ج)

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھومان سوں جیو تمیں راجے سدا
زندہ رہو اے راجہ
جم جم جیو وپت میت سوں آنند خوشیاں کاجے سدا
حضرت نبیؐ کا ناوں لے سب مجلس آرائی کرو
نام
حضرت کے ناوں سوں (۹) مہمانی شہ ساجے سدا
منجالہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت
ہے اور
اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا
۹۱۰
بارہ اماماں ناوں سوں اسکے طناباں باندے خش
کے نام سے خوش
اسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا
سے شرمائے

شکر فروشاں کرتے کِتنا نرخ شکر کا

(کتنا)

نِرمول شکر کا لذتاں پا یہ ہمن کام

(پایا)

مکھ آیت تفسیر میں الجھے علماں سب

(پھنس گئے عالماں)

عشاق سوں الجھے ہیں ترے لٹ کے سر کے دام

(پھنسے　　زلف جیسے)

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاول

(تیرے)

گنجور رکھن ہار کہیا تپ تھے منج ایّام

(کہیا　　سے　　مجھے)

تج بندگی تھے سب ہی بندیاں میں سو بڑا ہوں

(سے)

کیا بوجھے منجے جگ میں کہ مشہور مرا نام

نا بوجھیں عشق پنتھ سو کاں پاوینگے اس انت

(کہاں　　انتہا)

ہے طوق گلے قاف کہ قلّاب سو جیوں لام

ن جوں ۔

ترانۂ عیش

(۶)

دُکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی چووے اس مکھ تھے پیو جام
(سے / ٹپکے)

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیا وو
(شمع)
جے سُور کے انگے ہوئے سب دیوے سو گمنام
(سورج / مقابل / چراغ)

عشاق کوں پیو یاد سوں جے پینا رواہے
اُس مکھ کے عرق باج رو انہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کتا بایگا عنبر
(تو / کتنا / ڈالیگا)
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
(میرے دل)

کھیل

موبات سو جادار[1] وغہ سوں کیا ہینگے کوئی

میری

او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں ہور عام

وہ　　　　اور

دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی[2]

دن

دکھ بھان پیو وے کہ نہیں جگ کوں سرانجام

(ج - ق)

ن[1] داروغہ ۔ ن[2] قطب شہ ۔

کھمڑی

(۳)

ناقص الاول

عجب کھمڑی ہے دو جگ میں کہ اس کھمڑی کی دولت تھے
سے
۹۴۰ اپن دل کے انداں کے کریں جگ سروراں کھمڑی
اپنے
منڈپ دے عیش کی مجلس بھر اعیشاں کی کرتے ہیں
گُہر کھافاں میں ہور جوتی دُراں نِج سمدُراں کھمڑی
اور بیچ
جتنے جیواں ہیں عالم کے وتے جیو دان پا سر تھے
سے اُتنے جتنے
اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کے تج گھراں کھمڑی
ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا تِل تِل
سے ہاتھ اُٹھا کر ہمیشہ
محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھمڑی

(ع)

پھوکڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج ٹٹکتی کھڑی ۔۔۔ کہ ڈھان ڈھکنی کھل کر ہٹکتی کھڑی
کھیل

جو ڈھان ڈھکنی کے کھل کھیلن آئی دھن ۔۔۔ نہ سک پھوکڑی پھو کھیل سکتی کھڑی
مجھے کھیل کھیلنے سیکھ کر

خوی کے بنداں تھے بجھے زرزی چیر ۔۔۔ جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
پسینہ بوندوں سے جس طرح بادلوں

سہیلیاں کے گُندنے تھے چین کاس باندھے ۔۔۔ او شہ چرکیاں سیتیں بچکتی کھڑی
گوندھنے سے سے وہ

سکی کن گنواری بوجھی اس کا تال ۔۔۔ او چھند بند دھکارن لٹکتی کھڑی
وہ

سیتی حقہ بھر بھر نہ بوجھیں سو عشق ۔۔۔ جو بوجھیں اپس آپ چکتی کھڑی
خود ہی

محمد شاہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نیہہ ٹھمکتی کھڑی
اسکی محبت میں

(ق)

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کردی گئی ہیں جنمیں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور محلات کی
مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنیکے علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

روت آیا کلیاں کا ہوا راج — ہری ڈال سر پھولاں کے تاج

رت موسم

مینھوں بُند کا لیو ہت پیالا — روت ناریاں ساجیں ایکس تھے یک ساج

مینھ کے بوند ہاتھ میں — ایک سے

تن تھنڈت لرزت، جوبن گرجت — پیا مکھ دیکھت کنچلی کس سے بکسے آج

ٹھنڈ سے لرزتا ہے گرجتا ہے

ناری مُکھ جھمکے جیسے بجلی — اَنجل باوک میں سُہے اُس لاج

کیس پھول دیسے تارے اسماں — اِس زمانے کی پری پدمنی آئے آج

بال نظر آئے جیسے

چوندِ ہر گرجت ہور مینھوں برست — عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج

چاروں طرف گرجتا ہے اور مینھ برستا ہے — ہر چمن میں

حضرت مصطفےٰ کے صدقے آیا برش کالا ۹۵ قطب شہ عشق کرو دن دن راج

برشگال

(ج)

(۲)

مرگ سلطانی تارہ جگ میں آیا پھر کر آج — رُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

سے — درخت سب پھر سے کھلے

لال رنگ کھیلیا ہی مکھ پر لال کے لعل بدخش — تو سُرج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج لاج

کھیلا چہرہ — سُورج سے شرم

کہو دا لکھ جھاڑاں کوں میرا سلام — تمن آرزو دل ہوا شیشہ کاچ
انگور کے کو — تمہاری

خوشی شادی سیتیں ہمن بزم میں — صراحیاں اُپر ساقی پیالاں کوں راج
سے ہماری — کے اوپر

کِھلیا مدعا پھول مو باغ میں — نکو آدو تن سامنے مو نجاچ
کھلا کا میرے — نہ غیر میرے

جلاؤ سپند تا نہ لاگے نظر — دو تن آگ میں تم پکاو وکلاچ
لگے — غیر کو

معانی علی دم تھے خوش ہی ہوا — کہو مطرباں کوں بجاو وکلاچ
کے سے — سے (ق)

(۴)

سہیلی ہے نیلی رت میں شوانی — گھٹا چھائے انبر نگارنگ نہانی
آسمان پر

سہے سبز انچل دھو نور جیوں گگن پر — مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سہانی
سر پر جیسے آسمان

پیاری کے خوی بند مشاطا نگارے — بھواں کج سہیں یو جیوں آسماں سمانی
جسطرح

عشق کے ہے بن سو پک ناد گاوے — پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی

چمن ناد سوں تال دارو بجاوے — جو بن کی پکھاوج بجاوے سمانی
سے

میرے اُتم سرو کوں رکھ توں سدا پر آب سوں   بار رحماں! آبِ کوثر سیتے دے اُس کوں رواج
کو تو سے   سے کو

تیرے مکھ پر خسروی فرِّ منور دیتا   توہی ترکستاں کے شاہاں دیونے تج کوں خراج
چمکتا   دیتے تجھے تب ہی

تج کھرگ تھے تیغِ رستم پست ہی عالم منے   رستماں ہیں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج
تیری تلوار سے میں   تجھے

وو کھرگ جھلکار بجلی ہو کے جھمکے[1] گگن منے   کڑ کڑا ابر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں براج
وہ تلوار آسماں میں

بھنوں کماناں ناچڑا اپے لوچناں کے گوشہ سوں   کیونکہ تج شاہی کے دِشتی تل دسیں دوجے دوراج
کماں ابرو نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے   تیری نظر نیچے نظر آئیں

آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے شہ ترنگ   دور چوگاں ہیں جو ہلچے گیند تیوں الجھیں راج
پھنسے جوں

اے معانی[2] توں دعا تھے ہور رہیا تھا نا اُمید   تج دعا با مدعا ہے کر محمّل سے نمنے راج
تو سے ہو چکا   (ق۔ج) تیری   کی طرح

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ   ۹۶   ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ
اور سے

تمن شوق کا نین تھے میہہ چوٹے   اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو سانچ
تمہارے آنکھ سے مینہ برسے   یہ   سچی

---

[1] ن۔ جھلکے ۔ [2] ن۔ قطب شہ ۔

(۶)

مرگ سال آئیا پھر تھے مرگ نینی سنگاراں کر
آیا پھر سے اے آہو چشم
جڑت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر

بدل جوڑے ہیں کیوڑے پھنکڑیاں جھمکا ڈ بجلیاں جیو
بادل
چھپا لکھو نپے ہیں پھل تارے بدل کے اندھکاراں کر
پھول بادل اندھیرا

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کویل کے کہکارے
گلے سے کوکو
پپیہے ناد سوں مدپیو نت کدنا خماراں کر
پپیہے کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا ہریا پیالہ ہریا کسوت ہریا جوبن
ہرا ہرا ہرا ہرا
ہریا جوانی ہریالی ہیں ندیاں موتیاں کے ہاراں کر
ہرا

چنچل مکھ نیر بلوراں ہیں مچھیاں لوعن ترا چنچل
مچھلیاں آنکھوں کی
جوبن گج گر جنے اوپریشاں بادل کے بھاراں کر
ہاتھی زلفیں

گلالی ہیں گالاں پیالے لمعاری نویلی نوی کونپلیاں تھے جوانی

نئی سے

نبیؐ صدقے ایسے مرگسال نت نت علیؑ کی دعا تھے چھتر آسمانی

سے (ق)

(۵)

انداں سیتے بھی آیا مرگ سال دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال

سے پھر دشمن

کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال

نہیں ہے دشمن اُچھلا خون

فلک نیں گرڑ گرڑاتا مست ہے ہت کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال

نہیں ہاتھی دشمنوں

اُنن کے دفع تیں کچھ نیں مجے کام کہ آپی سب چھپے اُس سیت پاتال

کرنے کیلئے کچھ نہیں ہے مجھے خود ہی ساتھ

کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں دندیاں مارن کوں لا مجوز کئے تس بھال

دشمنوں کے مارنے کیلئے

ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بدال

دشمنوں

نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا

۵۸۰ علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

اور (ج)

نبی صدقے مرگ آیا انداں کرو قطب زماں اپنے پیاسوں
عیش کے ساتھ (ج)

(۸)

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیالے میانے لعل تھے بھر پلاؤ
میں ہونٹ سے
جھاڑاں کوں پھول، ہور پھل سہتے ہیں جیوں جواہر
اور مثل
صدراں زمردی رنگ ہر اک محل بچھاؤ
میں
دستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے نمنے
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتیوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندکر مجھے باندھو
رنگ برنگی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب
آن کاس کے کنارے بجلیاں کارت جگاؤ
آکاس رتجگا کرو؟
بر رنگ نمنے بادل بر رنگ ہو دکھایا
کے مانند
شہنائی دارہ ان کا دوجگ کوں سناؤ

ہوا اپنا دکھا کر چونپ سوں کرسا ز ملہارا

رِجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ رین ون لگے جھڑ جیوں

گلے — رات — جھڑی جس طرح

(ق) دو جیں ات بھوگ گرمی تھے پُہے خوی بُند ماراں کر

سے — پسینہ کے بوند

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں — گرجنا اس کا سُہتا ہے ادا سوں

سے — (زیب دیتا) — سے

مُشک ہور زعفراں عنبر کلا کر — سکیاں تن کوں لگا وو بہو صفا سوں

اور — ملا کر — بہت — سے

چُوا چندن اگر پر مل سُہاوے — سجن مجلس میں ہر رنگ بے بہا سوں

(اگر) — کی — سے

طبق پھل بان کی پیاریاں بھراویں — سنواریں چولی اپ تن پر صفا سوں

پھول (پان) — اپنے — سے

پیا اپ من کی پیاری سوں یک جیت — پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں

اپنے دل — سے — یکدل — محبت

گوا وو راگ برسانت اس ہوا میں — سکیاں پیو کوں منالیا وو میا سوں

گا — برسات — لاؤ محبت سے

کھسا جوبن کسن میں تھے، مدن اُبلا کہ تن میں تھے

سے چولی سے یا کہ شراب

گھلا تیاں ہیں نین میں تھے، چھبیلیاں پو تلیاں بالیاں

سے پتلیاں

پین اَبھرن جگ مگیں چھن چھن، گلے نشہ کے لگیں چھن چھن

پہن کر چمک دکھلائیں ہر لمحہ

چلن میں ڈگمگیں چھن چھن، ہویاں بھی باولیاں بالیاں

رفتار ہوئی ہیں پھر دیوانی

بکس تھے ایک ہیں جوتی، دکھت بھولیں جگت کوتی

ایک سے زیادہ چمک والی دیکھکر

خجل ہویں ڈھال کے موتی، ڈھلیں جب چلبلیاں بالیاں

نبیؐ صدقے قطب ساتاں ہیں مل دیس ہور راتاں

ساتھ دن اور رات

(ج) لوین سکھ اپنے من بھاتا، چھنداں سوں نرلیاں بالیاں

سے پاک صاف

(۱۰)

گرجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بُستاں

پھر سے

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں

خوشبو

برسانت کے پھلاں کا بھید یا ہے باس روں روں
پھولاں اثر گیا ۱۰۰۰

دھپ کالے پھول باساں اپ من تھے گنواؤ
سے
دھوپ کالے کے پھولوں کی خوشبو

اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
آئی ہیں

جم فتح میزبانی ات مرگ میں گناؤ (ق)

(۹)

گرجتا دیکھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کر ملیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوجوں کی طرح جمع ہو کر ملیں دو فرزند لڑکیاں

مکل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
مثل بجلیوں کے لگیں

بکھایاں پھوی سوں چولے سب ..... کے بس ہنڈولے سب
بیٹھ

لگیاں کھانے کوں جھولے سب نویلیاں چھبیلیاں بالیاں
نئی شوخ

متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں
مست شراب پیالوں سے آنکھیں غمزوں کے چالوں سے

جوانی کے اُلاویاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں
ترنگوں سے کرتی ہیں مل مل کر عیش

مجھ عشق کے گدا کوں اورنگ شاہی دیتا

سب عاشقاں مجھ انگھے ہیں طفل جیوں دبستاں

میرے سامنے

روزی ہوا معانی تجہ عیش کا پیالا

تجھے

(ق) بھر بیٹھے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے خمستاں

تب ہی

(۱۱)

گر جیا مرگ خوشیاں سوں سنگارو آؤ سکیاں

سے آرائش کرو

پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤ سکیاں

قطرہ قطرہ

عطار باؤ پن میں پھولاں کے کھول طبلے

مہکار اچائیلا ہے پھر من میں دھاؤ سکیاں

اٹھایا

جوں لال پھول ڈالیاں پر تیوں دنداں پہ اپنے

بازو بنداں کے سر تھے پھندنے پھلاؤ سکیاں ۱۰۲۰

پھرے

اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قداں کن

کے پاس

۱۰۱۰

چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو باوہ

پسینہ

نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

اپنے

مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او

نظر آئے مجھے وہ

جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں

جسطرح سورج پر

جاہل سو دیں گنواں کر، ہم دین پر سو ہنستا

اپ دیں خبر نہ بوجھے کرتا لوگاں سوں دستاں

کی اپنے

دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نراکھیں

سے قدم نہ رکھے

ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں مٹھے ادھر جلائے

ہونٹ

گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں

دھرت بند چیر جو ابھر چولی رنگ پاچ کر انگ پر

بر بہوٹیاں لعلاں سوں اترے ہیں ہیناں میں

کی کے ساتھ

کوکے چوندھر تھے مُیوراں ہر بن چو طرفاں دیکھ

چاروں طرف سے موراں

نپکھی رنگارنگی نغمیں کرن مست ہو چمناں میں

نغمے

ہرے صحرا ہیں نہوے لالی گلالاں نہوے بن میں

شبنمی تیل سوں شمعاں جوں زمرد لگناں میں

موہنیاں تانے طراوت سوں سرنگ انگ رنگ کی ابری

خوش رنگ جسم

بھونے بند چھند سوں لٹکتیاں جم بناں لے جوبناں میں

امرت اوصاف تجل سات ہے ظلمات سوں بھیٹن

۱۰۳۰

یا نچل وو بدلاں سیام ہے جوبن کے گھناں میں

وہ (سیاہ بادل)

دیکھ عجب چھند وو نین مج سے ہے حیراں ہو کہے یوں

وہ

جو اہے کیوں لگناں آپر سوں کنچک کساں میں

اسمان ہور زمیں سب یک رنگ ہو سہاتا
اور
ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں

کر کسوت احمری سب سر پانو لک مکلل
سر سے پاؤں تک
سورج شفق میں جیوں تیوں ہر یک دپاؤ سکیاں
چمکو

یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے مے محبت
ہونٹ
شاہ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں
نئے کو پھر

نٹویاں کوں نین پتلیاں کی مد پلا متی کر
مست
شہ کے مندر انگن میں نٹ کوں نچاؤ سکیاں (ج)
مکان کے

(۱۲)

مرگ چھینے کوں ملالے ملکاں مل گگناں میں
ملاکر
سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھرئے انگناں میں
سمندر

تج تن کے جلوے میانے جلو کے راگ سُہتے
میں
رجنی کے ہت پیالا مے سب کے تیں لجاؤ
ہاتھ کو
چُنری جو چُن کے باندھے اوچیرا اس کوں سُہتا
وہ
بتیس ۳۲ برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ
اپ کھونپ میں گندے ہی کیوڑے کے پھول چمبول
اپنے بالوں گوندھے
چھندسوں پیالا ہتیلی ناریاں کے تیں لجاؤ
سے
صدقے نبی کے عیداں جلوا تمن سُہاوے
تم کو زیب دے
(ق) قطب زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ ۲۰۴۰
لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ابھالاں کے
ملا بر سیا حیات ہور خضر جوں تن جالنے جھالاں کے
اور

کرنے نظارے ہوا کے پیاں ے مست سہیلیاں
پپیہے
میگ ملہار بھو نر گائے سو تن تن سمناں میں
بارش

ہوے مشکیں بھوراں وو جو وطن کر رہیں پھل میں
پھول وہ
نرمل آ جھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذقناں میں
اُن

سر تھے پگ لگ جو مکل ہو زرینے منے سکیاں
سر سے پاؤں تک میں
من ہرن پچ لبدایاں گھنگرو ہور پینجناں میں
اور

خوش نبیؐ ہور علیؑ کے صدقے غزل مرگ کی کہیا
اور
سو قطب نور سوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں (ج)

(۱۳)

سالاں بسال مرگاں آنند سوں کھجاؤ
سے
جوبن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاؤ
سے ہمیشہ تم

مولودِ نبیؐ اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال
دنیا میں نیں سو حظ پایا مرگ سال
ہیں ہے

بدل کے منڈپاں چوندھر اُچا کر
مندل بجلیاں کے گرجایا مرگ سال
بادل چاروں طرف اٹھا کر

زمیں تازی ہو ہنستی ہی خوشیاں سوں
عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال
سے

فرش ہر ئی پہ موتیاں کے بچھانے
اپے فراش ہو دھایا مرگ سال
خود

جہاں بن خلق کوں یک دھیر تھنے
کرم کر عیش فرمایا مرگ سال
سب
سے

ات آچھے میگ کا گلاب لیا کر
سنے پر چگ کے چھنکایا مرگ سال
سینہ چھڑکایا

قطب مولود کرنا دیکھ امنگ سوں
سے
نبیؐ سُہیلا اپے گایا مرگ سال

۱۰۵۰

مہے پر برسیں جوں باراں ابی سم میگ کے وھاراں
ملک لے ہت ہو نیزداراں چلے نیلویں ڈھالاں کے
ہاتھ
مُرج شہ پیٹ سوں ڈھکیں سہیلیاں چاند جوں جھکیں
سوکھن درپن میں پڑ جھمکیں نہ جل عکساں روما لاں کے

...... ناقص الآخر .... (صفحات غائب ہیں) ....

(ج)

محلاتِ شاہی

تھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا — پیا بن ستیاتا مدن بالے بالا
ستاتا

رہن نا سکے من پیا باج دیکھے — ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا
پھر
رہ نہ سکے دل کو بغیر

اے سیتل ہوا منج گمے نا پیا بن — مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
مجھے گزرے — گلے لگا مجھے نہال

سجن مکھ شمع باج اوجالا نہ بھاوے — بھلایا ہے منج جیو کوں اوجالا
کی شمع کے بغیر — میرے دل کو وہ

جو رات آوے چندنی کی منجکوں و تارے — کہ چندنا منجے نیں نین سوز لالا
چاندنی مجھے — میرے لئے چاندنی نہیں بلکہ چشم سوز لال

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا — منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
خواہش ہے — مجھے کے ہاتھ

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر
اپس سائیں سوں پیو جم مد پیالا (ع)

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے
تو اُس میں جنت کے نگاراں نگارے
کو محمد قلی قطب شاہ — معشوق

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا
سورج چاند تارے سو اُس تھی سنگارے
سے زینت پائے

نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں
مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے ٹھارے
شاید زمین لاکر رکھے

جوں آٹو بہشت نمنے آٹو جھجے اُس
خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں — (دکھے) جس

جگت کوں جیا تان بخشنے کے تائیں
جوں عیسیٰ کے دم تس میں ہنتے ہیں بارے
لئے — مثل کے ہیں

سُرج چاند پیالیاں منے امرت بھرو ے
بدخشی لعل سم کئے رخسارے
سورج میں آبحیات — کے مقابل

اُنن مکھ میں لب عقیق یمن جوں
سو مکھرا سہیل ہو کے تابش سنبارے
اُن کے چہرے کی طرح — ڈالا

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے پتلیاں
سرگ اچھریاں پاتراں سور سارے
ہوا سے سے — جنت کی حوریں سورج

سجن محل

(۲)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منجکوں پلائی

مجھے

سر منیں چڑیا ہے اثر سر تے گئے ہیں مجہ خبر سُد

مجھے چڑھا پھرسے

نین خماراں کا بھٹی ناز سوں سر تے چڑائی

سے پھرسے چڑھائی

کیس میانے پھول تارے چاند سورج گُندے ہے

بال میں

پھول کیاں تے دوجا اسمان سچلا منج دکھائی

بال سے دوسرا سچا مجھے

بھنواں میانے روس باگر کہتی پیالا پیو منج کوں

بھوں میں گرہ ڈالکر مجھ

نین ادھر کے نُقل سیتی مُج کھلائی ہے ملائی

سے مجھے

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آکر نچا کر بجایا چنگاں کے دھکارے
سے چنگوں

دیکھادیں ارت ہت نین سوں تو کر یے فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے
دکھائیں ہاتھ کر کی

رنگ آسمانی چنتڑیاں چھبیلیاں سو بند کر سورج مکھ کرن جھلکے تن کے کنارے
ان

بھواں آسمانی کماں مس غلوں اُس دو تن کے جیواں کے سو ہدفاں اتارے

نبی صدقے بارا اماماں کرم تھے ...۱۰ کرو عیش جم بارہ[۱۲] پیاریاں سوں پیارے
کے سے کے ساتھ

خدا کی رضا ہور محمد نظر تھے
اور کی سے

علی پیار سوں قطب کو ٹر پیارے (ج)
سے

اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلاد سے اعلا خوشیاں ہُنہتر گھڑی
نظر آئے

اعلاسکی اعلاد سے جوبن کھڑی دوداں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنجک دسے بادل نمن
جسم کی جھلک چاند نظر آئے کی طرح

تارے تگٹ پھولاں سُہیں باندی ہے ساری زرزری ۱۰۸۰
زیب دیں باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چند نا چھتر تانی سکی
سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
ایسی نظر آئے جیسے سے

تج بل کری کے لعل ہیں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحرِ سامری
سے

گال گُلاَلی اوپر طُرّا پھولاں کا گُندھ دھری ہے
گوندھ کر
گال بر کان نازک ہے اُن کا ہوا ہوں میں کھلائی

نورتن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں باندھی آپ
ڈالی اپنے
تو ہزاراں بجلیاں انچل چمک میں پہنچائی

قطبؔ شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
تو
نبیؐ صدقے گر دُگر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی (ق)

حیدر محل

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نصرت طبل بجاؤ
زمیں کے

لیا نسیم ساقی منج بزم میں صراحی
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ
میری میں کی

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھرو تم
پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ
کی گلے ڈالو

نہ کے نہالاں میانے کنچگ کے باد کہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پاتر رُنبھا نچاؤ

تج مکھ کی لالی تھے دپے سورج کی لالی بھاگ سوں

سے چمکے

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی اِستری

عورت دیکھا بہت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا

ہونٹ سے پیدا ہوتا زندگی

اس نیر تیں پیاسے اچھیں یا شہ اچھو یا لشکری

ہو ہیں پانی کے

صدقے نبیؐ اعلےٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو

ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں اسمان پر چند، سور، زہرہ، مشتری

(ق) رہیں چاند، سورج

محل کوہِ طور

(۵)

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا — تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند بہشت ہے — اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا

مقام — کے تلے چھپا

اس محل کوں سو دیکھت بھوک پیاس سب کا جاوے — جانو جھلکتا واں شہ مردان کا اُجالا

دیکھ کر بھوک

بارا بروج پر ہے بارا امام دشٹی — تو اُس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ کی نظر — پر

ہر اک کنگورا اُس کا جامِ جہاں نما ہے — ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیمان — جو جگ پہ ہے رواں اُس فرمان کا اُجالا

(کھمن یعنی ستون)

انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر — دستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا

صحن مثل آئینہ — نظر آتا ہے

چند سور اُنو بچارے بیتاب ہوے ویں دیکھت ۲۱۰۰ — اس محل کے نورانی تعیدان کا اُجالا

چاند سورج وہ دیکھ کر

پہنتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچوپیں
شہادیں
نابات وو دیتی امرت گھڑیاں بھراؤ ۲۰۹۰

پدمنیاں جیتیاں تل شرُوپ پر جھلیاں ہیں
ان ہات قول بیسٹرا دیکر سکیاں اچاؤ

صدقے نبی قطب شہ جلوے کے تخت بیٹھے
حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

قطب مندر

(۶)

سُکھن سعد ساعت سوں سُرج چند اختراں خوشیاں

سے سورج چاند

قطب مندر میں کیتے دل دیکھ امرت مہتراں خوشیاں

کرتے

ملایک نور درسن کے، محلاں باند درپن کے

دیکھت تاں فرش رتن کے، کیے نوانبراں خوشیاں

آسمان

سکیاں چند سار رأتاں میں پیالے مد پی باتاں میں

شراب کے چاند کی طرح

کریں صریاں سوں ہاتاں میں پیالے گوہراں خوشیاں

صراحیاں سے ہاتھوں

نین جھلکار جاکمن پر دیکھت ہنستے سرگ بن پر

باغ جنت

سو تن کے نور تن تن پر کریں جوہراں خوشیاں ۲۱۱۰

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا — اُس لگے تار نمنے ہے بھان کا اُجالا

ہساتوں مک — لگے مانند سورج

قدرت تھے سور چند سوں بنیاد اس محل کا — سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا

سے سورج چاند سے

اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش یگ کوں — جگ قبلہ ہو کے وستا اس ٹھان کا اُجالا

لگے کے قدم کو — نظر آتا جگہ

ساتو سو خسرواں کی پیشیاں ویا خدا منج — جم جھلکے تس میں بیٹیاں جانان کا اُجالا

مجھے ساتوں

ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں — ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبیؐ کے صدقے آنند کر اس محل میں

بستا ہے اس میں شبیر یزدان کا اُجالا

(ج)

بارہواں پارہ ۱۲

خوشیاں عیشاں انداں سب آ گھر گنیاں سن یہ چھنداں سب

رہیا ہو پستہ خنداں سب بھر اتر جگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل محل یاقوت مرجاں مل

آسمان سے

کریں کھن سات ہو یکدل دُراں سوں سمنداں خوشیاں

آسمان — موتیوں سے سمندر

سہیلیاں جب بچن بولیں پچھل نرمل رتن رولیں

پنکھی جیواں کے کھڑ غولیں دیکھنت کھولیں پراں خوشیاں

دلوں — دیکھ کر

سکیاں چن بند کمل دینیاں بجاتیاں امرتیاں بیناں

بین بجاتی ہیں

اُمنگ سوں باج ارت بینیاں سرج ہوئیں جنتراں خوشیاں

سورج — سے

نبی صدقے قطب جکی غزل صد ہور دو دِس کی

اور — دن

کھبادے گرہ کن اس کی تو سن ہوئیں کن ہراں خوشیاں

(ع) — کہبادے کر — کان میں

۱

نھنی

نھنی سرتھے اپ کو سنواری عجائب | مشاطہ پری ہو نگاری عجائب

پھرسے خود عجب طرح

نویلی کہ قد تم سرو کد نہووے | کہ نو کھنڈ منے ہی پیاری عجائب

کے کہ برابر کبھی | آسمان میں

مدن پھول کی رنگ ساری بندی ہے | سہے اُس کی موتیاں کناری عجائب

کے باندھی | زیب دیتی ہیں موتیوں کی

تمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے | نین من میں کھلتی خماری عجائب

تمہاری مجھ کو چڑھی | (چشم دل)

نبی صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں ۲۱۲۰ | بجاتا ہے تانا دو تاری عجائب

لئے | (ج)

(۲)

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں

کے ٹپکایا گوندھ ہو

کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھلکتے ہیں نوراں سیتیں

ہے

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈُلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جو کھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری نوے دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں پیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول مسکاتی بولنے میں
۲۱۳۰
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں

میں

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او نغنی پیاری

مجھ سے

چنداکھ پر نوے چنداں دکھائی ہے نواں سیتیں

نئے

کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی

تیرے کہانی

کہ تج باساں کے مہکارے مہکتے عشق جاں سیتیں

تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں

تیرے

پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں

ترے نیناں کی جھمکن میں سہاوے بھید کاجل کا

لگے ناچاک ذو تن کا نین کے منتراں سیتیں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

محمد قلی بچپن سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

(ق)

نمن پن کے کھیل مولاں نہیں، امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف تیں بولاں نہیں، اپ نرخ نا جانے ہنوز

اپنا

قطب زماں کوں جان توں، نہہ کے بچن میں آن توں

دے عشق کیرے دان توں، کیتا اپس تانے ہنوز (ق)

کرتا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو دھنی لٹکی چمن

اُس نمنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سیوبون

سو کا سوں کر من جو غصہ و ناز کی بات

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوئی جیو منگے اسکوں گگن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

بلع کا ہے او سرو مانی خدا رکھ اُس جتن

ہستی ہوتی نھنی اپ تن اُپر چڑائی
اے بوتی میں رُپے کا چند ادکھاتی مُنج کوں
اپنے
یہ روپیہ چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد
(ق) شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی مُنج کوں
پھر سے

(۴)

نازک نھنی بالی محبت میں سو نا جانے ہنوز
لوچن کجل جھمکیں و لے بارے نہ پہچانے ہنوز
کاجل
نہ پر سُو من دھرتے نہیں شیشے سَر ابھرتے نہیں
پیالی میں مد کرتے نہیں مج عرض نا مانے ہنوز
یعنی شراب

امید مج تیرا اہے تج قول کوں سَر الہے
معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز

منج اوپر کاہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیو اپنے ہونٹاں کا چومن

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہُو بہا
(ق) مصطفےٰ و مرتضےٰ منج کوں کمر باندے کسن

او بہشتی باس سوں کھیلئے ہیں پھل سب جگ منے
اس
اس کی باساں کن نیاسے سب خطا ہور سب ختن
کوئی نہ پاسکے

جب کتاں کے بھید گندا لیے ہے نٹ نٹ کا رسوں
او ہنکاراں ناؤسن کر گر گڑ بڑاتے سب پتن

عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں
بھید او لے کر دکھلاتے ہیں ارُث اپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی
ے
جو ہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر پچھن

چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چندا جائے چھپ
چاند
آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

میں نجانوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفریں
سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن

(۲)

پیا سانولا من ہمارا بھلایا ۱ نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

دل

____________ تواپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

اپنے کے سے

____________ کہ تاریاں میں اُس جوت سیتی سہایا

جگ سے

رنگیلی دھڑی اُس اُدھریوں سہاوے ۲۱۶۰ کہ اپ رنگ سوں جگ رنگیلیاں رچھایا

اسکے ہونٹ کی اس طرح

اپنے سے

چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب نس انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا

کے ساتھ رات

ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی تو اُس شاب موتی سوں جگ جگمگایا

سے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل مد سجن جب پیئے اپ خوشیاں سوں توکل بانہ بایا

گلے میں ہاتھ ڈالا

(ج)

(۳)

نھنی سانولی پر کیا ہوں نظر خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز ہمن وس روں بھیدیا ہی اس کا اثر

۲
سانولی

مری سانولی من کی پیاری دیسے ۲۱۰. کہ رنگ روپ میں کونلی ناری دیسے

دل نظرآئے
تھے سب سہیلیاں میں بالی عجب سرو قد ناری اوتاری دیسے

سکیاں میں ڈولے نیہہ بازی سوں جب اوکھ جوت تھے چند کی خواری دیسے

اُس کے سے چاند
توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں کویل تیری بولاں سے ہاری دیسے

تیرے مقابل سے
تیری چال نیکی سبھی من کوں بھائے سکیاں میں تیوں جوں پھل بھاری دیسے

پھول
بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ولے کاں ترے رنگ کی ناری دیسے

کہاں
نبیؐ صدقے قطبا پیاری سدا

سہیلیاں میں زیبا تماری دیسے
تمہاری

۳
کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
ہاتھ میں

لے چھکتی ہے چھلکنی میں پون جیوں ہرن والا
ہوا

عشق باساں کے سو پھانسے باک کھینچے آپ دمن
آپ ؟

کیس میانے پھل جڑی چوٹی منے دو ناو بالا
بال میں میں

کونلی مکھ پر بھوں چڑائی ہے یوں نوراں سیتی
سے

عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم اس ناداں کالا

عشق بتاں تھے لگے ہے میرے نین میانے قماری
سے میں

نین لذت منج چکھا کر میرے تن میں کراو جالا
آنکھ مجھے

ہنسا جب کرے ناز وو چنچل ستیں — دسن جوت منج کوں دسیں جوں قمر
(ستیں: سے — دسن جوت: دانت کی چمک — دسیں: نظر آئیں)

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں — اُڑے کھونپے کا تج اُپر تب چنور
(تج: تیرے)

سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اجالا وو کسوت تھے پایا انبر
(وو: اُس — تھے: سے — انبر: آسمان)

موتی رنگ کا نمتینی پینے تون — دیسے منج نظر تل ہشتی سندر
(نمتینی: نیتنی — پینے: پہنے — دیسے: نظر آئے — منج: میری)

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا

۲۱۷۰ توں اُس کوں لکھے کا چکا دو شکر (ق)

دو لب ترے رنگیلے یاقوت کوں دیئے رنگ

۲۱۸۰

لے بیبک رنگ عقیقاں رنگیں ہوئے یمن میں

خلوت میں گمتے شہ جب ڈُبتا ہے چاند گھن پر

گذارتے ڈوبتا آسمان

چھپ جائے سورنس میں نکلے جو شہ انگن میں

سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جوں بال

تیری (دکر)

ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جم تھیاں سو بسر

تمہیں بھول گیا

کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُد بھولیا دکھن میں

کونلی دیکھ کر سُدہ بھول گیا

(ج)

(۳)

اُتم پیاری نظر بازی منج تج سوں کھڑی ہے

مجھے تیرے ساتھ

نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے

میرے ساتھ

کھینچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کچھ ستیں
سے

انچل اوجھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا پیالا
آنکھ سے

نور تن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی
جسم سے

چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
ڈالے

ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کمتریں

(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر آسمانی رومالا
سے

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہا کے کئے ہیں بن میں
تیرا (کر)

تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں
تیرا

پلکاں نمد تلے کر راکھیا ہوں میں تکے تیں
رکھا

جو پوتلی و ہندی ٹک آئے منج نین میں
پتلی وہ میری آنکھ

۴

پیاری

سکیاں جا منا لیاو پیاری کوں آج — کہ سب چھند بھریاں کا ہے سیس تاج

ہے سرکا — لاؤ

کہو یوں کہ مندر کوں بہو زیب سوں — سنوارے و لے نا لگے تج باج

نہ بسر ہو تیرے بغیر — بہت — کے ساتھ

مدن آ سنتا ہے گرگیان کوں — کرو داد اپیں آ تمارا ہے راج

خود ہی آکر تمہارا

عجائب ہے کسوت تمن حسن کی — کہ اس تھے سُہاتا ہے عشویاں کا ساج

سے — تمہارے

توں خوباں کا ہے روپ میں پادشاہ — تو لیائے ہیں سب تیرے تیں تہہ خراج

لائے — لیے عشق کا

تمن مکھ کا نور جب دیکھوں میں — او یک جمن منجے سو برس کا ہے کاج

تمہارے — لمحہ

نبی صدقے قطبا تے مجلس سدا

۲۲۰۰

سُہاتا ہے جوں حسن سوں ملک لاج (ج)

کندن رنگ تپلی کونلی ہور سروپ دیوں نویلی
اور
سُلکھن سندری آلی لچھن دیداں پری ہے

گلالی نین میں تیری سسمد پور موج مارے
سمندر پورا
سُرج سے گال پر دنت نورتن مانک جڑی ہے
دانت سورج
یہو رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل اتہہ
بہت
سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے

کرنگ نینی سہیلی توں میرے جیو کی پیاری

(ج) محمد قطب شہ سلطاں سوں مل ہل ہت جڑی ہے
ہاتھگی

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے برمنے ۔۔۔ بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیقہ پر منے
کونلی پیاری پیلی باری ڈاو ساری نے لو سولا ۔۔۔ ۲۱۹۰ ۔۔۔ نین ناری رنگ دھاری مدھاری سر منے
نیہہ دمن کا نار مٹھن کا پاوں جھنکایوں سہے ۔۔۔ آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے
دمق کاری دکھ تے کاری ہو کے گھاتی کرتی ہے ۔۔۔ لاک چاڑی لوچ باڑی مج کوں آڑی در منے
پھکڑ
اے معلی تیرا مانی سب میں سیانی نار ہے ۔۔۔ بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گمر منے

(ق)

ترازو عشق جو لکھی ہے پیاری آنکہہ انکہہ سیتیں

عشق کے ڈاو یک یکہ کھیلتی ہے ڈاو ڈاواں سوں

کہو الحمدللہ میری پیاری ہے پیاری

عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں

نام

عشق گوہر چڑائی ہے اپس کی وا اونی میانے

خود میں

اپس کی بانہ پر پھندنا بندی ہے بھاو بھاواں سوں

اپنے بازو باندھی

عشق کی باتاں میں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم

کہانی مجھے

پری پر میانے الجیا ہے مرا ول نیہہ پریاں سوں

پھنسا

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاؤ عشق سوں سارے

اور سے

تھیتا نا چنے گاتے بجاتے سبد تالاں سوں

پلاتی مد بھرا پیالا مرے تیں مدبھری پیاری

(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہے لاکھ چاواں سوں

کے ہاتھ میں

(۲)

پیاری نکر توں سجن سوں منم — جو جاگی جوانی تو پھر ہو گی خم

نکر: کے ساتھ غرور — جائے گی

یقیں جان جگ میں آیا بات ہے — کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم

یہ

جوانی و جوبن ہے سب پاؤنا — کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کوں جم

سے

میا آپ پائیں کا رکھ اپنے دل — کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم (مکرر)

محبت اپنے — تجھ سے

چھنداں سیتی سنگار کر آی دھن — سہے مکھ اپر خوی کہ جوں پھل پہ نم

زیب دے چہرہ پر پسینہ پھول شبنم

سے

پیواتے ہیں سکیاں میں اپ حسن کوں — او چائے ہیں گوباں میں اپنا علم

پلاتے اپنے — اٹھائے

نبی صدقے قطبا ہے تج نیہہ تھے — سہے سب بتاں میں توں اس کا صنم

تیرے عشق سے — سہائے (ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلچو ناداں سوں

عشق کی داو نی لیاؤ بجاؤ عیش تاشاں سوں

لاؤ — (تاشہ)

تج بول میں نمک نیں، تیرے ادھر میں رس نیں
تیرے نہیں ہونٹ میں
تیرے کنک میں کس نیں، ہور چوٹی ہے اندھارا ۲۲۲۰
اور
ایسے رتن رسن سوں دریا تھے قطب کاڑے
زبان سے نکالے
(مج) دو جگ میں اس کوں دائم ہے مرتضاؑ ادھارا

(۵)

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا
بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے
توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی بیر موبھاوے نا
تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی
رین دن کوں ج جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا
رات دن کچھ جی سے
لگیا ہے یادیوں تیرا کہ بھی کچ یاد آوے نا
کچھ
پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نا دارو دینے کوں
محبت نہ سکے
صحت کیوں ہوے عاشق تیں جو لب شربت چکھاوے نا
کے تئیں

(۴)

پیاری تو بول مارے تج بول نیں ہے تیارا
تجھ کو نہیں
دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا
نظر آتا ہے
چوٹی تیری سوناگ ہے ہور زہر اس میں کڑوا
اور
او گھر کھیلاں میں دستی توں ساچلی سنپارا
نظر آتی تو سچی

پھر پھر بھنور کے نمنے تج باس ہوں تو لیوں
دو
مانند تجھ
اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خمارا

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لاٹا
تو تن کی باس آتا سجلا جبا سنبارا

پہنی ہے کاج کی کاج اچھری بندی ہت میں
پہنی باندھی ہاتھ
کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی گنوارا
اور وہ

۵

گوری

سُہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب — اوکھ چند یہ چند کیاں میں لاجوں نقاب
یہ چہرہ کا — اُسی چاند جیسے چہرہ پر چاند کا

او قد سرو نیں ہے کندن کا نہال ۲۲۳۰ — جھمکتا ہے تو اُس تھے سورج کا تاب
نہیں — سے

وہ
توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی — تو چوتا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب
تو — ٹپکتا زندگی تیرے سے

رسالے ادھر ہیں ترے مدبھرے — سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب
رسیلے ہونٹ — کے کو

کہوں زلف یا تازہ سنبل سُہی — اوکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب
اس چاند

تری چال مدمت تھے لاجیں گج — نہیں اُن میں لے بھید ہور اشتاب
سے شرمائیں ہاتھی — یہ — اور یہ تیزی

نبیؐ صدقے قطبا سوں گوری ملی
سے
تو گل بانہ دے اُس کوں پیوے شراب (ج)
گلے کے ساتھ

سیجی تج رات کا یک رات منج سنوارات ہو دستا

نظر آتا واقعی تیری

کنا کس سیج رہنا میں جو توں سیج اپ بلاوے نا

کہنا اپنے

تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا ابلوج کا کلا

سے

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا

نبات

تری باتاں تری دھاتاں تری ریتاں اہے بہو دھات

ریت رسم

دیتی جکچ توں گالیاں دے بوسی دلاوے نا

جو کچھ بوسے

نبیؐ صدقے عشق باتاں خدا تج تیں دیا خانا

کی تئیں

تجے قدرت یتا ہے جو قطب کوں سمجاوے نا (ج)

تجھکو اتنا

٦

چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اُس بن نہیں ہمن یک تل قرارا

کے ساتھ لگا — بغیر — ہم کو

صبوری کوں نہیں ہے ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سُو کر نہارا

جگہ — کرنے والا

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے — دکھائی گال اوپر تل کا چارا

زلف — پرندہ دل

بسے من میں سو اسکے خیال تس دن — نہیں اس خیال بن منج من میں ٹھارا

رات — میرے

نین بہری چھوڑی ہے ڈور سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا

خدا ہوئی — کو

میا کرنا کرے معشوق اپے ہو — کہو نا کیا کرے عاشق بچارا

محبت — ہرگز — خود

نبی صدقے قطب عاشق ہے تیرا

سدا مل اچھ نہو یک تل بی نیارا (ع)

رہ — بھی

(۲)

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی چتر ناریاں میں دستی ہے چھبیلی
نظر آتی
سہیں تج پدمنیاں کے روپ بزماں کہ ہے چندر مکھیاں میں توں رسیلی
زیب دیں تجھے
بنے سولہ سنگاراں تیرے انگ تھے کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی
جسم سے نظر آتی
برستا ہیں تیرے نور جلوا نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی

نبیؐ صدقے قطب شہ سوں او پیاری
سے
۲۲۴۰ پرا و احسن کا کر آکے میلی (ع)
لی

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی تجے نیہہ کے پر لگے اے پری
سہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا عشق سوتے میں منج اُبر جت بھری
عشق کو پپ سوں کھینچ باندی کمر جوبن پیالا لے ہات میانے کھڑی
پرم کی سہیلیاں کرو ہم سوں بات پرم باغ میں سہتی کسوت پری
تنے تن ترے رنگ بھرے پھول ہیں توں سیورائی ہوناں سنے ہی کھڑی
عشق صحبتاں میں پیا لا پلا تری نیہہ بھی کی مستی چڑی
نبیؐ صدقے قطبا کوں گوری ملی ملات اس کا ہے سورج و مشتری

(ق)

سیرا کے سر نہیں اور س مُسرِن ہے — اُدھر رنگ میں حیاتِ آبِ زُلالا

شراب — وہ — ہونٹ

بھٹی جوبن جوانی بیٹھنی سوں — مو دل میخانہ پیالا دیو گُلا لا

میرے دل کے میخانہ کو

خماری سن کا ہے منج دینا بوسا — چمن گالاں میں ہے دنت پُھل گلالا

دانت

یوَن ماتی پیالے نین کیتی — تیرے ڈُھلنے تھے ہوے میں متوالا

جوانی کی مست — کرتی — سے

ترے روساں تھی ہوتی رات کالی — ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اُجالا

سے — سے — دن

نبیؐ صدقے رہے تج عشق میانے — قطب سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا

تیرے — میں — سے — عشق — (ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آپچھے لالا — کہ او پیالا ہی سورج بھی زوالا

لال — وہ — زوال

نجاوو پھر کہ آو میرے مندر — ۲۲۷۰ کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا

نہ جاو — مجھے — خیال

سنگاتی ہیں تمیں میرے جوَن کے — لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا

(جوبن؟) — کا ملال

ہوی ہوں میں تمارے نیہہ کی ماتی — کہ دیتا ہے وُ نِہ منج کوں اُلالا

عشق — وہ نیہ

ے

لالا

ہلیا من تو بالا سکی سن مو لالا — برہ تھے مو جالا بلی بالی بالا

میرا لالا — فراق سے میرا

.....بن بن ہی آلا مو کر متوالا — منگے میرا خیالا صراحی پیالا

مجھے — مانگے خیال

ترختا.....چولا منجے باج ڈھولا — ہو لہے ابو لا مرا سائیں بالا

ادھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا — توں کر پھول مالا تو تن جاوے جھالا

ہونٹ

مومن توسوں بھولیا گیا من سو تولیا — برہ راز کھولیا توں دے اپ وصالا

میرا دل تجھ سے — اپنا وصال

میں گاوں یلّا بلے من تلّا — ہوا من اللہ ابیں آگلے لا

دل اللہ (گلا)؟

نبی صدقے قطبا تو من سیج بسلا — بُلا لیا بھولا لیا لوارو ملالا

بھلا ملال (ج)

(۲)

عشق میں مست متوالی ہوں لالا — توں اپ ادھراں تھی منجکوں دینا پیالا

اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

۸
لالن

چتر ماتی کے ہت تھے لیو پیالا
ہاتھ سے
نقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
ہونٹ

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج
ہونٹ مجھے
میں متوالی ہوں لالن متوالا

شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ چھتر تے
اڑا او منج پرت کا شاہ نشالا
مجھے

بچن پیرت کے کچ نہیں بجتی ہی تو ہیں
کچھ بوجھتی
مگر توں ہے سکی نادان بالا

(ج)

(ناقص الآخر)

(۲)

نین پھاند میں دل رہیا ہے ہمارا
آنکھ کے پھندے
او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا
وہ

____
اس اوپر ادک سو ہے او زلف بارا
زیادہ وہ

____
اس انگے دسے چال ہنس کا بچارا
نظر آئے

سجن تج عشق کے دھوپاں میں پیاسی ہوی ہوں منج بلا تج لب ز لالا
تیرے مجھے تیرے

نبھاویں منج رتن کے ہار پیاریاں منجے بھاتے ہیں پیو ہمت کنٹھ مالا
مجھے پیا کے ہاتھ

نبی صدقے قطب شہ کے سو اوپر اوڑاتی ہوں سکیاں ماوے ومالا
اڑاتی رُمال (ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا تم اوپر تھے واروں گی جوبن بالا
تم سے

منجے وصل کا دیو پیرت پیالا
مجھے

زر نیا سو میرا تمارا میا ہے تمارے سو باہاں منجے کنٹھ مالا
تمہاری محبت تمہارے

تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاو برہ کی سو منج تن تھی جاوے گی جھالا
میرے سے

مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیو محبت کے موتیاں کا گل ہار مالا
سے پھول خوشبو گلے میں ڈالو

کسی ہات نا پیو سوں مد پرم کا توں میرا اپے ہے پرم ساقی آلا
پیالی سکوں سے

نبی صدقے دایم قطب شہ انند سوں کریں بھوگ ون کے تن تن ملالا
اُن (ع)

دو تن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باتاں   او مورکھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں

غیر ہم سے ہے ٹیڑھی باتیں

دو

نبی صدقے کروں اپ دل سوں سیوا

سے غلامی

اپنے

قطب شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزوں

(ج)

———— ۲۲۹۰ نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا

کلی پھول تھے بھی ہے نازک او لالن — پھولے ہے او چھب دیکھ کر تو ہی نارا

سے

لگے پھل انداں کے منج نیہہ بر کہ کوں — کہ جس رنگ تھے ہوتا چمن کا سنگارا

پھول — میرے عشق کے درخت — سے

نبی صدقے قطبا کوں تج نیہہ پنتھ بن

تیرے عشق کی راہ کے بغیر

نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا (ج)

کچھ اور مقام

(۳)

مرا لالن ہے لیلیٰ میں ہوں مجنوں — کروں تل تل زیادہ نیہہ پیو سوں

ہر لمحہ — عشق — پیو — سے

اپس سر پر بندیا ہوں نیہہ سہرا — کہ میں عاشق ہوں تج پر ہو (مضموں)

اپنے — باندھا — عشق کا — تجھ پر اور — طرح سے

میا سیتی کرو چک سار میری — کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رو رو

محبت سے — اثر کر گیا — تمہارا — میرے پوروں میں

تجے دیکھن تھے پاوے سکھ مو تن میں — کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں لوں

تجھے دیکھنے — سے — میرے

محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا — نکر چالے چتر چھنداں کے ممسوں

میرے — اثر کر گیا — چالیں — (فن لال ۹)

(۲)

پرت تازی لگی ہے مُنج سکی موہن پیاری سوں

محبت مجھے سے

بندھیا ہوں دل او چاتر چھند بھری کنو نت ناری سوں

باندھا وہ

اُمیداں کے انجھو موتی کے راساں ہائے ڈھکر ڈھک

آنسو

رین ساری صبا لگ مُنج گئی ہیں بیقراری سوں

راتیں صبح تک میرا

کیاں کسوت سکیاں ہر یک پرن کی اس چندر مکھ کوں

سُہانی سبز ساری سوں شفق انچل کناری سوں

انجھوں دستیاں ہیں تج مکھ میں نشاں نبیاں سُیں انگ سنگ کیاں

اب تک نظر آتی تیرے چہرہ تیرے جسم کی قربت کی

انجھوں کھلتی اہیں تیری نین رَینس کی خماری سوں

۲۳۱۰

اب تک رات

سجن کے نیہہ میں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو

عشق بغیر نہیں

نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں

کو کچھ سے

۹

موہن

اہو مائی مدن موہن پیارا　　پرم سو کھینچتا آنچل کنارا

نگینا لجو کندن کے میانے سنپڑے　　سو ووں سنپڑا لیا منجکوں پیارا

نگینہ　درمیان　اسی طرح　مجھے

پیا کوں پاوؤں پر جینیا مناوؤں　　نہیں وو مانتا کہیا ہمارا

پانو پر یعنی بعد　کہا

یکیلی دیکھ منج انجانتی ہیں　　کہاں ہیں نہاس کر کرتا پکارا

مجھے

تمیں منج تو لجاتی سیج اوپر　　ولے دیو و ادھر کا منج ادھارا

تم　مجھے　ہونٹ　مجھے

نبی صدقے کہی لیلی ہیں قطبا

کہ ہم تم پیم میں مجنوں بچارا

تمہارے عشق

(ج)

۱۰

حیدر محل

حیدر محل میانے تابات گھول ساجے — دن دن انند سیتے طبلاں مدن کے باجے
(سے)

اُس سرو قد کے اوپر جلوہ ہے نور تن کا — عشق کے پاتراں سب اُس کاس دیکھ لاجے

سب عاشقاں کے دل میں ہے عشق پھول جلوا — پتلیاں نین کیاں میرے من میں انند سوں کلجے

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پیشانی اوپر — چو پھیر نور تن کے تاراں منڈل سوں باجے

چادر عشق کا ووڑے جوں بر بھوٹی دیسے — تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لاجوں بھاجے
(اوڑے — مثل — نظر آئے)

ماوے سو بردو بنگر بڑاں سوں ناچے نرسن — ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر — حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے
(یہ — کی — سے — تیرے — سر)

(ق)

پیا ملنے کے قصے شوق سوں گو رنگ رنگ سیتے

سے

کہو

نہ گو ساجن کی دوری کی بچن نینہہ کی دکھیاری سوں

سے عشق کہو

نبیؐ صدقے ہوے ہیں منج کوں لا یاں کے اوپر لا با

مجھے

کیئی ہوں نینہہ کا سودا قطب شہ نینہہ بھاری سوں

کے عشق گراں بہا سے عشق

(ج)

(۳)

ہمن بائیں میں حلقہ کان میں ہاوے سو اُس دھن کے
چنچ فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمی من کے

سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں
ولے میں نا کروں سم چاند ہور سورج کوں ساجن کے

پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آب و زیور سوں
کہ پھول پنکھڑی تن بکھرے نہ ہوے نظراں جو لالن کے

یکیلا میں نہ بلمیا ہوں سو اُس لفاں کے اے بند میں
بہوت ہیں تیر سحر اُس دو نین جادوے پر فن کے

اُسی تھے گل کوں جو پھرتے چھبے کانٹے سو تن سب کوں
جو تیری باس سنگ کرنے گئے پھولاں سو سب بن کے

برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ تارے آرتی کرنیں تجے آتے ہیں سب کھن کے

کہ کرنا سک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں ۲۳۲۰
گنوائے عاقلاں سُدبُد سو دیکھت نین موہن کے

تجے سوتے نین دیکھیا بر آیا منج کوں حاجت سب
ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آجکل تجھ بیو سوں یاری ہمن جیو کوں
بھگتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے

سے

(ق)

اب ہات میں بندی ہے جلوے کے ناد کنگن
اپنے باندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں
پتلیوں کی طرح

عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) ....ناقص الآخر..........

نوٹ ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے برد باندے ۲۳۳۰ عشق کے راگ تاں میں بھید باندے

ترے کیس میں کنول ہور سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساج ساندے

بال اور

چولی تنگ انگ میں نت نارنگ پیچے نین سوکاں سوں مو جیت نت پھاندے

آنکھ کے خط سرمہ سے میرا دل

سنے جالی منے من میں ہلجا........ عشق ناداں سوں نت آنند تھیں ......دے

میں سے

توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرا کتے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے

نبیؐ صدقے ملی حیدر پیاری اے پیو یاں سینتیں چت سوں چت باندے

ان پیووں سے

ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب ڈاواں سوں براں کاس باندے

(ق)

(۳)

حیدر محل میاتے جلوا عشق کا گادیں

سے

یزدانی تانت چوندھر رنگاں سیتیں بجادیں

سے

تمیں بات دل جان کی بوجتے ہیں سو کے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب
تم خاطر کے سے
ترا حسن یوسف سوں کرتا ہو لاوا تری آرزو میں ہیں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر مو گل ہے تسبی مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب
میرے گلے کی تسبیح میں

اُسی تھے شہاں میں ہوا سر بلندی
سے
۲۳۵۰
نبی کے غلاماں سوں ہے قطب منسوب (ج)

✣

۱۱

محبوب

دل چمن میں او پری ناز سوں وستی محبوب ۲۳۴۰ سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب

پھل گلالاں ایسے گالاں تھی ہوا بلبل مست رنگیلا جام لے اب ہت منجے کستی محبوب

پھول سے ہاتھ مجھے

تیرے دربار کوں قبلہ کے نمن بوجے جے سر بسر ہے اسے منج عشق کی مستی محبوب

مانند جو میرے

اہے باریک کمر بال تھے اُس بالی کا اس اُپر زر کمرات ناز سوں کستی محبوب

سے سے

اے نوبلی نہ بوجھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا استی محبوب

بہت میں

نبی کے داس پنے تھے ہوا ہو قطب زماں اُسی تھے نیغ ہے میرا سدا جستی محبوب

سے اسی لئے (ج)

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا تو ہے مطلوب

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تج با مدعا ہے
اُسے جینے تھے سب جگ پر ترا فرماں روا ہے

ترا ہستی اُسی کا نانو ہے تن میں حیا ہو
تو تج مستی ازل تھے تا ابد لگ با صفا ہے

تیری سے

اسی مستی کے تئیں توں جب ہیا ہو دیس دلمیں

بہت دن ۳۲۶۰

ہزاراں شکر و سجدے کرکہ تج سو مرحبا ہے

ہمن دل کے گنوائے میں سجن کا نور دستا

گھوائے

سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع میٹیا ہے زحل تارا

سب

ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

۱۲
مشتری

نین بن میں دعوے کے پھولاں کھلات   نَیَن ہنسلی ہم سوں کری ایک بات

عشق انت ادھر میوہ تج کوں سہات   عشق کسوتاں تھے مجے مشتری

تجھے   ہونٹ   مجھے   سے

ادھر تبرے کوثر کا پیالا پلات   عشق تورے جوبن کی ساراں کرے

پلاتے ہیں   ہونٹ

ادھر چومنے تھے سولاجے نبات   ادھر پر ترے ہے پرم کا نشاں

شرمائے   سے

ترا مکھڑا پرم کہانی سُنات   اچپت چاند سہتے ترے دو و دل

سناتا ہے

کہ آپس کے من میانے منگوں منات   چنر ناریاں ہیں چنر پن سے تجھے

نبیؐ صدقے ماوے چنر قطب سیں

کہ راباں منے قطب تارا جنتات

شاہوں میں

(ق)

دوبیتی‌ها

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی

خواج کے ستاریاں میں منگل کیرا جھاہے

نبیؐ لشکر میں لنگردار ہو کر رہ معانی

(ق) کہ لنگرداری میں تج کوں ہزاراں لک شفاہے

لاکھ

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج — حسن ملک میں نا سہے تج باج

زیب دیتی ہے تجھے — نہ زیب دے تیرے سوا

کی

تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے — دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج

تیرے چومنے کی

سچی اس زمانے کی بلقیس توں — انچل سیس سہاتا ہے تج جیوں تاج

تیرے مثل — سرپر

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ — انن قول بیڑا دے کرو تم سلاج

تیری — کھڑی ہیں — ان کو

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی — تیری چوٹی گند نے ہوے مشا ساج

گوندھنے

جو بن پیالا وے ہت میں پیالا پلا ۲۲۷۰ ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

ہاتھ — ہونٹ

عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس — عشق تاراں سوں تم بجاو و کماج

ان

ہے سر پا نوں لک توں کنند کی بنی — دو تن کوں توں نا دیکھ کر کھ ماج

غیر

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور — محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

(ج)

۳
بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
نہیں

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام انو کوں ہور کرتے ہیں عنایت
اُن — اور

آسن اساں تے سب بوٹیاں سوکھے ہیں تج نین
امید کی آہوں سے
نیں ہی صواب پانی دیتا تمن ولایت

اُس شہر کی سو بیتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا
کوئی دیکھا سنا
نا کوتوال قاضی ناکس کا ہے حمایت

غمزے کے سمند میانے تیر اتر ہت ندے کر
ڈوبن ہوے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہاں اُساس دو لکا راہ خیال باندھیا
اپ ناز روشنی باتا مجکوں ہوے نرایت

تو انت میں جیو کا دوری کدھیں انپڑ نہ سکتا
تج حسن کے جھجی کا کوئی نا بوجھی ہدایت

ن اُن ۔

۲
حاتم

ناری سُہے تجہ اتالے چالا   جھلکار سہی ——
زیب دے تجھے   چال

سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام   چھوٹے اَلکاں ہیں پھول مالا

رتّن تھے اَدِک دیپیں ہونٹاں پَر   ادھراں کے اُپر جڑے سو لالا
سے   ہونٹوں   لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں   سورج کوں پڑا چھندوں پیالا
چاندنی   سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس   نس میں جو ہنسے پڑیا اُوجالا
عورت نے بال   رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اَچھل   انگ سنگ سوں کیے پیا نہالا

نت پیوے علیؑ کے صدقے حاتم
۲۲۸۰
قطبا کے اَدھر تھے مے پیالا
(ج)   سے

۴
ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
سگڑ سندر سہیلی گن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وُ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں
چاند جیسی صورت والی
وُتن میں توں سورنگی جوں پری ہے
اتنوں خوشرنگ

سبھی حوراں نہ آئیں آج تج سم
آسکیں تیرے مقابل
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
پیدا ہوتا سے جو جوانی
او شابی تھے سدا تج سروری ہے
اُس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے
آسمان
او ہاں گاون سو زہرہ مشتری ہے
وہاں

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اسلئے

(ج)

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا — تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت
(تیرے بغیر گذارنا مجھے)

نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہی جوش میرا — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی ولایت
(سے)

۲۳۹۰ تم یاد تھے ہوا ہے مومور ممنے موتن — اب نا کریں تو ہم پر ہور کب کریں رعایت
(تمہاری سے) (اور)

کوئی نا سکے معانی آپ کی تِتر بیاں کر
پڑتا ہے اپنے دل میں سب ون علی روایت

(ق ۔ ج)

مکوا جو لٹکائی بہونک بالاں میں پدمنی پدم کے
یک تل میں ہلجای منجے اس کمرے کے قلاب سوں
مجھے

قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی
اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں
لاکھ طرح

ہستن نکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں
وو پدمنی مل کر سُہے اب قطب شہ نواب سوں
وہ

(ق)

۵

پدمنی

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑ بُڑا پُر تاب سوں

وو بُڑ بُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اُس ۲۴۰۰
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں
میں

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر
سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن ہین آئی جلوہ میں
وو قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شب تاب سوں

سما آباج کے اوپر ہدف سو سور کرنا وو
سورج
بھواں کے توس سوں تارے کے نیناں تیر مارے ہیں ۲۴۱۰
سے
سرج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دسیں مج ول
سورج اور نظر آتیں مجھے ہنستے
کہ جوں منگتے سندھرکن او گدا ہو ہت پسارے ہیں
جیسے مانگتے ہیں سے وہ ہو کر ہاتھ
ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا
اے
جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوے حیران سارے ہیں
اور

۶
سُندر

چندر مکھ تج لعل لب ہیں، دسن جوں تیر تارے ہیں
چاند چہرہ تیرا دانت مثل
کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
کہاں سے

اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں
سماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جو تارے ہیں
اسمان چہرہ

سرج چند سوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
سورج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو
ولے پوچھیں جو مجکوں تو اُس انگے او بچارے ہیں
مجھ سے کے مقابل وہ

کہے دیکھے کرشمہ کر دو سندر نازنیں منج کوں
مجھے وہ
تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
ان آنکھوں

۸

رنگیلی

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے

خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے ۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں

آواز سے

رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں دپاتی ہے

ٹیکا مانگ نئے چمکاتی

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نُقلاں سوں

نین خماری اپنے تن چڑھا دھن کن بناتی ہے

انچل جھلکار کی چونیاں چند سورج من جھمکیں

کی طرح

ڈھلک نار لٹک چالاں منے چالاں نپاتی ہے

۷
سجن

سجن باہاں پکڑ دیو وادھارا　　تُماری سیج ہے جیوَن ہمارا

سنو منج بینتی ساجن دیا سوں　　گھڑی تلتل تمن پر میں بلھیارا

میری آپ بیتی عرض حال　کرم سے　　تم

مرے تن من میں نس دن یو بسے شہ　　تجی سوں جیونا میرا ہے سارا

بلبلا

رات　　تجھ ہی سے جینا

تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے　　سورج چنداد یوے مشعل ہمارا

تمہارے چہرے کی

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں　　جوں اسکندر کے درپن جگ سارا

تمہارے چہرہ　آئینہ　　جس طرح　آئینہ میں ساری دنیا

سکی یج میں اچنبا ہے اچنبا

تجھ

نبیؐ صدقے کہے قطبا کی پیاری　　—— کرم خوردہ ——

(ج)

۹
نور کی مورت

کجل انکھ میں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چندا مکھ پر سو حبشیاں کا حشم پکڑے

تو فوجاں حسن کے ہتّے جوبن گج مست ہو چلّے
ہاتھی
کمند کنٹھ مال تج گلّے کمندیوں کوئی کُم پکڑے

ترا مکھ جام چندر ہے سوہت درپن سکندر ہے
ہاتھ
ولایت حُسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
۲۲۳۰
اپن میں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

مدن گاتھاں نوے جوبن نویلے تن اپر سُہتے
پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھندسوں رجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج
رنگیلی بر بہوٹی بر بہوٹیاں میں سُہاتی ہے

نبیؐ صدقے محمد قطب سوں مل اچ گُڈی اب توں
(ق) چندا ایسی سہیلیاں تئیں سورج سا مکھ دکھاتی ہے

کسبن (۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب
شرم بوند
کیوں چھپائے بی نہ چھپ سے نیر نرمل کا جواب
بھی کے صاف پانی
نکہ اَچھر لکھے مکھ اوپر طرحِ صحبت کا بیاں
ناخن سے حروف چہرہ کے
آرسی دیکھ ہوگا تب خاطر نشاں تج باحساب
آئینہ
طرحِ صحبت باغ میں کیتی ہے توں وضعی نوا
کرتی نئی وضع سے
جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے و شباب
ہے تو کچھ سمجھ گیا چالیں
پیتی...... سوں مدتج کسبنا ناؤں ہے
ہے شراب تیرا کسبن نام
جیف میری عاشقی تجہ جیف معشوقی کے باب
تیری
مج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی
میرا نام سچ
آو خوش یا نہ آو خوش ہے نام میرا آفتاب

(ج)

چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں
جھڑیں پھل برگ انگن میں جھلوں دیکھ سر و خم پکڑے

عجب قدرت برن میں تج جگت خوباں سر ہیں تج
للات ان کا چرن میں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے
تجھے دیکھکر اپنے

معانی ختم کر اب توں سنے جے کوئی ہوے مجنوں
جو یک شمہ سنے تج روں کدہیں نا جام جم پکڑے
کبھی

(ق)

نازؔ

نازنیں

دھن دید پر نادید رکھ سورج نہیں رہتا کھڑا
عورت کی

تارے چندر سن یو خبر سب رین میں رہے گر پڑا
چاند کر یہ رات

سو دھن کا مکھ جھلکا وتا نس میں سورج چھپ جاوتا
نازنیں رخ جھلکتا رات جاتا

دن میں چندا نہیں آوتا تارے تٹیں سب جھڑ پڑا
۲۴۴۰
چاند آتا ٹوٹیں

سہیلی کا کھونپا ہے بدک بند خوے جھڑ جو پھول بجھل
بوند پسینہ کے تینھ

دیکھت چنچل نیناں چپل بجلی تو جاوے گڑ گڑا

بیچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ پھر نا جائے کر
بیچ پانی

باڑی سو پلکاں لائے کر سو کا کرے آڑا اڑا
خامہ

دھن سیس پر پھولاں چڑے انبر پہ جو تارے جڑے
سر اسمان

حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا
دیکھے نظر آتا یہ

رچی اپنی پشانی پر وو خونی خون کرنے کوں
کہ سمجے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں سکی یعقوت کوں بالی
ہونٹ یاقوت
شکر نابات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی میں

بیکائی چاک گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی میں
سکھلائی چال، ہاتھی کھلائی
۲۴۵۰
جواناں کوں نہ خاطر لیائی مغروری سوں جانی میں
جوانی لائی

اُدھر امرت پیا جانوں سو مکرا جیو پا جُھلتا
ہونٹ
سدا کیوں نا جیوے ہنتا ہے آبِ زندگانی میں

بچن ہور نہوں سوں جیو لینے و دینے جانتی ہی تو
گفتگو اور اشارے سے دل لینا اور دینا
نبی صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں (ج)

ہاتاں میں لالی یوں بسے کیتے شکار و سب کسے
ہاتھوں کرتا شکار وہ ہر ایک کو

خونی فشانی سچ دسے عشاق لے چنگ سنپڑا
نظر آئے

صدقے نبیؐ کا داس ہوں میں واس ایک راس ہوں
غلام

قطبا علیؑ کا داس ہوں پکڑ مکھڑا دل کڑا
غلام پکڑ مکر

(ج)

(۲) اسرارِ شباب

(ﷺ)

سورج تارے دیپائی ہے سُندر چندر پیشانی میں
چمکائی حسین چاند حسین پیشانی

مگر دستا ہے عکس اُس کا گگن سمدور پانی میں
نظر آتا آسمان سمندر

جو باندی ڈال ساڑی لال پتلی جین کے چن کر

دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ ارغوانی میں
زمین سورج میں نے دیکھا

(۴)

چنچل نین

(✻)

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نار کیرے خواب میں
دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے
دو مست شوخی سوں سہنے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تج نین چنچل .... کان کر دو زلف سوں
کھیلیں جو دھر تھڈی کے کو تج مکھ کے مہتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ
یا مکھ نورانی جوت بھرے ہے نین کیرے شاب میں
آنکھ روشنی

ہیں لشکری نیناں تری سجور سلح کلا کرے
آنکھیں
کوئی ریس تس کی کیوں کرے سو ندل کرے اساب میں
اُن

(۳) انداز شباب

یون سیتی ہت رکھی ہے اپ کمر — سورج چند نمن جھمکے وو زر کمر
جوانی سے ہاتھ رکھی اپنی پر — چاند کی طرح وہ
میں اس نور سوں لبدیا ہوں کیا عجب — ڈو جگ روشنی پایا کس نیں خبر
سے — نے نہیں

تو دوری ڈراوے منجے دور تھے — دو کیا بوجھے مو دل میں ہے تو نگر
تیرا فراق سے — وہ سمجھے میرا تیری
نہ ار دھنگ سوں سیس اوپر پائے انچل — کہ جیوں ابر چھپاتا ہے سور و قمر
آدھے جسم سے سر پر ڈال — جسطرح سورج اور

اچھوں دور اکرنا اچھوں فرق نہیں — وو نہونٹ ہے میری نظر کا بصر
ہلکی
کہتے لوگ جو کھو حسن حسن سوں — جو صراف ہوے گا بوجھے گا کھر

منجے اپنا کہہ نہیں کتے آپنا — کہو نا کہو ہلجیا تیرے منتر
مجھے کہکر کرتے — میں پھنس گیا ہوں
مکر حیلے کی دارو نہ بجاوے منجے — دو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
مجھے — اس سے چڑھا
معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک — جے چاکھے کہے ہی نمک سوں شکر
سے — جو

(ق)

سب سرو قداں میں کرے سو سرو خوشیاں سوں سماع
سے
تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قبا جاوید کا

کوئی آج لک بجھے نہیں تج حسن کے نکتے کے تئیں
تیرے
معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا
تیرے کبھی پہچانے
تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے
میں
نا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کتب تقلید کا
بوجھ
تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکت یک دید کا
وہ
نہیں
تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں
اور نہیں لمحہ کبھی
شاہا نظر منج پر دھرو تشریف دیو و عید کا
مجھ
(ق)

نینو گھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاوتی

مل سیج میں ریجھاوتی چو سار توں ہرباب میں

چاروں طرف تو (ج)

(۵) ماہ ابرو

تج ابرواں کے چند تھے دستا اجل چند عید کا

تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساقی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا

تیرے میری

نس دن دعا تھے مو نظر پڑیا ہلالی بھواں پر

رات سے میری پڑتی

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا

مقابل

تیرے ادھر پیالے کا ہے شیرینی ہور تلخی دھرے

ہونٹ اور

اس کے برابر نا کہوں پیالا کدھیں جمشید کا

کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر لوانہ بھجوں شوق سوں

۲۴۷۰

تو میرے طالع .... کا

منا عرفات دھن جوبن ترے ہور عاشقاں حج کے

اے عورت ـ اور

کینے قربان کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں ۲۴۸۰

دل ـ لہو؟

دیسے یوں جالے موتیاں کے نجھل جوبن پہ چنچل کے

نظر آتے ہیں

کہ جوں طبنو دو تھانبے کا پون سوں کس دو لائے ہیں

(ق ۔ ج)

(۷) سرو خوش قد

❖

سرو خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب

دیکھا

اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب

(سر کا) طرح

سرور سرواں مرا سرا اونچ ہے سورج نمن

سربلند

او سورج کرناں جھمکتے مجہ نین کھن میں عجب

اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

(۶) کعبۂ رخ

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جوں بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

سُہے تل حجر الاسود، ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سجے اور

سو مکراڈول جوں پانی سے بُند موتی جو آئے ہیں
بوند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبے کے درمیانی
مثل

یوں ہت قطب کے داعی دعا کر کر[ن] ملائے ہیں

چنچل کی نین تھے حج کوں نشانیاں خون کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں

مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ن منگ کر

جاں چھپا رکھوں معانی پاوُتی دوتن نشاں
جہاں بھی رکھوں پالیتی غیر
۲۴۹۰
طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب
آنکھ
(ج)

(۸) چاندنی اور سجن

(*)

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ
ادھر تھے چووے جم امرت پیالا
ہونٹ سے ٹپکے

سپورن ہے کلا چند تھی اے ثناکی
چاند سے
توسب جگ پر سٹیا ہے اپ اُجالا
ڈالا اپنا

ستارے نمنے جھمکے کن کے موتی
کی طرح کان
دیا اُس رنگ سائیں مکھ گلالا

دیسے جوں دود چندا اس میں موہن
نظر آئے
سُہیاجوں کہ نرمل چند بالا
جسطرح

جھلکتی ہے رین الماس نمنے
رات مانند
سجن دیو اُس صفا میں نرالا

چندن کے اوتٹ چندنی ہے زیبا

نبی صدقے قطبا کوں نیاں سب

(ج)

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے

چالیں سب

چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب

سکے

باغ میں سب ...... سرواں ڈلیں حیران ہو

سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب

سر کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سرو کوں

کی طرح کو

چند سرج اس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب

چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس میں مہکار مجہ پھول کا نہیں

خوشبو میرے

لذت اس جھلکار کا چبیا ہے مجہ من میں عجب

چبھا میرے دل

یارب اس سرو رواں کوں نا دکھا بادِ سموم

کیونکہ اس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب

آئینہ نظر آتا

ترتڑی دم دم میں اتاروں سرو رعنا کے اپر

سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب

جلاؤں آگ

نیاز

(۹) چاندنی اور پیا

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا — اون عکس دیے چندر تھے اپارا

چاندنی — ناز سے پیا — ان کا — چمکے — سے — زیادہ

بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی — پن اسکی پرت کچ نہیں اس پیارا

دل — کچھ

جنے سائیں کے عشق کا مد پیا ہے ۲۵۰۰ نکر سے اسے ہور مستی اتارا

جس نے — نہ کرسکے — اور

جکوئی ماتی ہے سائیں کے حسن چھب تھے — او سے مائیں نیہہ پنت میں جگ سارا

جو کوئی — تھے — مانے — عشق کے مسلک

پیا نور بستا ہے منج دل جھمک میں — کہ جیں نور تھے ہے سرج آشکارا

میرے — سورج — سے

سکی پیو چنتا لگیا ہے ہمن کوں — سجن بن نکر سے لے ہور کوئی نوارا

سکے — ہم

نبی صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا

تجھ سے — لگا

کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا

اپنے دل — کرتا

(ج)

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نابُج جہاں جہاں میں
نہ پہچان کر
سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں
اسکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجی کہ کچ ادھر تے مج .... (پی) کا تھا تھا
سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے
تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں
تجھ جیسے دیکھکر

مُج دل نین میں نور او سنبور کر کے خوش خوش
میرے کی آنکھ وہ بھرپور
پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی بِرہ آچُرایا جو ہر وصال سو سو
اب سنیر آئی ہوں اُس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں
حاصل کرلی ڈھونڈ کر

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں

یہ

کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا

تیری

دھری ہے کان میں مُدرے چڑائی ہے ابوتی تن

کہ پتلیاں میانے دستی ہے سو چلی بیتلی جیوں دیوا

میں نظر آتی

اُمنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑ کھیلتیاں میں خوش

چڑھکر

انچل ار دہنک ست پکڑے اونا کا ہت ستی ریوا

ہاتھ سے

پرت مہنر سوں آئی ہے سکھی اب دو دجوبن پر

نین امل کھلا کھینتی صراحی نہ سرا پیوا

شراب

میرا امرت انچل او جھل لذت منجکوں دکھائے

پسار یا ہات میں آساں سوں او اس منجکوں تک ریوا

اس سے وہ

نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کر سوں

قطب شہ کوں کھلاتیاں میں سہیلیاں رنگ بھرا میوا (ق)

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کرکے جگت مُنج مُنج
پیا
او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں میں
اُس
کیتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی
کہتی
کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایاں ایاں میں ۲۵۱۰
کیوں؟ رہوں گی
حضرت نبیؐ کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں
تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)
کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں میں

(ج)

(۲) رسم عاشقی

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا
سِندور ٹیلا پیشانی راکھے تِل تِل ریت ادے نیوا
لگائے

نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدارِ عیش
آنکھ کو

سرون بھی تپتے ہیں مے ان کوں بھی دے گفتارِ عیش
کان

منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دایم دیئے آپارِ عیش
خوشبو تو بے حد

...... تج دُرا دھر تس میں نبات امریت بھر
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات

میرے ادھر پر دھر ادھر منگتا ہوں میں آثارِ عیش
ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رخ سیتی منج رخ اہے نہیں اس تھے رخ فرخ کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسارِ عیش
سے

کتابِ عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے — تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے
گھر پاکاں میں تھے پنجیا گھر ۲۵۲۰ — عشق کا جنیتا سوامید ہے
عشق حرکتاں میں سو حرکت لہے — خوشی پھول چادر میں جمشید ہے
خوشی سیتے بوسا دے منج تخت پر — گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے
خوشی خوشبوی خوش ہے اسپند اُتار — عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے
خوشی خرمی میز باتی گنائے — عشق کے نشاں پر مراد ید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
لکھا
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

دونا بھی دو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
میں وصل
دو من ترا دو تیر نیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ
تج منج کمر کے کٹ منے بیرت یکٹ سنپڑیا بکٹ
اس کٹ منے کرتا اہے دایم مدن کا بھار عیش
میں
تیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
مثل
صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھے آپار عیش
خدا کی عنایت سے بیحد (ج)

(۵) عیش وصال

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا
وفا کے منتراں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں
سے نازنیں دل
کہو چند سور کوں جا جو یکایک آج نا نکلیں
چاند سورج کو ۲۵۴۰
کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

منج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے

میرا گلا عورت تیرے گلے

منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہووے سور کا جھلکار عیش

۲۵۳۰

میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج بانہہ کے گلہار کے

بازو تیرے بازو گلے کا ہار

باہاں منے بانا سکے تج بانہہ کا گلہار عیش

بازووں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

منج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کریں

میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش

میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈوبٹ سیتی دھن کچ کچ اپنا طول کر

سے

ہم دو توکچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش

پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہور یک میت سو

اور دوست

تج نکھ سیتی نکھ منج کرنے میں ہے ٹھارے ٹھار عیش

تیرے ناخن ناخن میرے

میرے تمرے روما؎ دلی جمنا و گنگا جوں مل اہیں

روں روں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تج گنگ دھار عیش

رواں رواں تیری گنگا کی دھار میں

؎ وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو بیلی بھی کہتے ہیں۔

بعدِ وصال

(۶)

رین سب شہ سوں مل جا گی سو چھب نیکا ہی پیاری کا
رات اچھا
نین ماتے الک بکھرے اثر گھلت اخماری کا
زلف
دیا جھولے پرم بارا ڈولے پھُل ڈالی ہونارا
پھول
چھوٹے گل موتیاں ہارا ....

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہو شہ مدسوں متوالی
انچل ہر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چینچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبحیات
اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندا رات ساری کا

ہزاراں منتاں کرتا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی
نہیں
سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں
شراب بھی
شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جا سے
اور کے بغیر مجھ سے نہ رہا
کہ یو دو کام کرنا کر میں لے سوگند کھایا ہوں
بہت قسم
سکی ہر گز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو
تجھ سے
کہ دوتن بھٹ پڑے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں
غیر رقیب پھٹ پڑے وہ
سمند دل ہیا نے غواص ہو کر غوطے مار برسانتی
دل کے سمند میں (برسات میں)
بچن کے موتی ..... ڈھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
سخن ڈھونڈ کر تیرے لئے
سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
نازنیں
کھیا ہنس عیش ازل تھے میں قطب شہ خاطر آیا ہوں
کہا سے

(ج)

محبت افسانہ

دسن کے داغ گالاں پر بھنور جوں پھُل گلالاں پر

پھول

دیسے پھل جھلک بالاں پر سو جگنارات اندھاری کا

۲۵۵۰

نظر آتے پھول

سو لکھن چھند بھری چنچل پھل کھائے سیس تھی انچل

عشوہ سرکائے سر سے

منتی ہوئے مست جوں منگل سو مد پی پیو کی پیاری کا

نبیؐ صدقے قطب راجے طبل آنند نت کاجے

راجہ، شاہ

سدا اچھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن دھن ہماری کا

(ج)

پرم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی　　کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھید یا ہے منج بالے بالا　　کہ ہوی ہوں تمن پیم میں ہوں دیوانی

تمہارا　اثر کر گیا　میرے بال بال میں　　تمہارے عشق　میں

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے　　بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی

نہیں

پرت میں جنے اپنا دل کیتا دریا　　عشق پنتھ میں اس کوں ساجا کہ مانی

محبت　جو　کرتا　　راہ

جکوئی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں　　جیون پھل وہی پا یا کریں جانی

جو کوئی　　زندگی کا ثمرہ　پایا

اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں　　جنے نیہہ بوجھیا ہے سن لے ایانی

جینا آرام سے　　جس نے عشق

نبی صدقے قطبا جگت مول پایا

دنیا کی　قیمت

سواد عشق ہے اس تھے نیں خوش کہانی

وہ　　سے نہیں خوشتر

(ج)

رقیب

(۳)

اے دو تن نرا سی توں ہے سر بسر غلیظ
چڑچڑکہ منج سوں ہر گھڑی باتاں کر غلیظ

غیر تو — مجھ سے

لے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے ولے
ہو سے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ

کئی ہیں دنیا میں — ہوسکے

بہتر جو بحر و بر میں نہ لے نانو کوی ترا
تج نانو لینے تھے ہو ویگا بحر و بر غلیظ

نام — تیرا نام سے

تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چتر چترنے تھے ہوگا چتر غلیظ

تصویر آتارے — تصویر اتارنے سے تصویر

شکر کوں آپ ادھر سوں شکر کر نکو کہہ توں
تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

تو اپنے ہونٹ سے — ہونٹ سے

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا لبشت چھانو
لک گانو تھا من جاوے گا شیطاں ندر غلیظ

لاکھ گاول بھاگ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے ہکر

طرح مجھے کہکر

اے دو تنی نرا سی توں ہے سر بسر غلیظ

(ج) ۲۵۷۰

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جنے رے ہور نجانے — او پیرت بات کوں ہرگز نمانے

جنے جم نیہہ دھیاناں میں رہیا — اُسے معلوم ہیں سب نیہہ کے مانے

حق اپ پیرت کے تیں دو جگ نپایا — بڑے بھاگ اُس کے جن اے نیہہ پچھانے

عشق کا جن منجے ان نگٹ بھاؤ ۲۵۶۰ — پرت میں اُن کرے بھو آنے بھانے

ہمارا بھید نیں بُجھتے نکو آؤ — ہمارے ہور پیا کے درمیانے

کرے سیوا پرم کا رات دن وو — برہ کی رین جن کوئی بہانے

نبی صدقے پیاری قطب آکھے

پرم کے چھند بند سب توں پچھانے

سجن کے دِشٹ جس ناری پہی تس کیا اڑا کی توں
مکر جو حیل چھوڑے توں پھر اس کیا آزماتی ہے

نہوے باتاں میں جس کے گن سو وہ شہ کوں یہ بھاوے کیوں
تر کماں سوں اُن یکساں ہے جتی کنکر نہ بجھاتی ہے

سو اُس ہیلی سیانی کوں سہاتا ہے سہاگ یہ سب
جکوئی خوشحال سوں شہ کا ہنس ہنس و قتاں گماتی ہے

کہی پیاری نبیؐ صدقے محمد قطب شہ کوں توں
ایسے اوگن نبھاوے منج دو تن جوکن ڈراتی ہے (ج)

"بڈھی کی کہانی"

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی
واں یک پری کے مکھ تھی سب بن لیا تھا لالی

رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچ سناتی ہے
میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نعمتاں چھاتی ہے
نسک کر

مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیستا کو اکی توں
جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دندکی بساتی ہے
دشمنی

پنوا کی توں کیتا اپسے للن سوں ملکہ اے دوتن
دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنواتی ہے
کیوں

رہی ہوں جان بُج کر میں پٹے سب عشق کی بھی مُنج
پڑ لکے کیا برہ نیہہ کا بچھولیا کے لڑاتی ہے

عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا — جہاں اپنا پنی چھایا اس واں دکھایا

محبت پریم

پرم پھول بن میں سگند باس مہکا — پرم آپنے ہات ارگج کلایا

خوشبو

بنتے

سبھی عالماں آپ پڑن جاہیں ۲۵۹۰ نہیں کوئی پایا لے پیرت کا مایا

یہ مایہ

پرم کے سو پیمانے سوں مد پلا کر — پیا طاق ابرو سوں سجدا کرایا

عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا — عشق عقل کے ہات ایسے نوایا

نہ عاشق کوں کنتا ہی بن عشق یک تل — وو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

وہ

پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا

پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

اوتار نار پیچل گل لال گال پھل ول کھڑکی منے تھے انچل سر پر تھی سر تھے ڈہالی

میں سے سے ڈھلکائی

تارے چندا پرو کر راکھے سو مانگ سر پر جگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی

پڑیا نظر یکا یک ہلمجیا سو جیوبے شک چنگی اٹھی جیوں چمکک حسن و ہمن ملالی

مج اُس لگیا ہلاوا دو تن سو دیکھ سہاوا اس گھر میں لائے لاواں گتاں سو جا اچھالی

سن عقل اُس بُڑی کی سا اس آئی اس گڑی کی سو جیو کمی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی

بوڑھی

بھنواں کوں گانٹھ باکر مج کوں نپٹ دپا کر غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی

مکھ پر بڈھی کی جھڑی کو شان کی ٹل کی جھڑی مو چندپ کرنا تڑی او پاکنی ہے ملی

قطبِ زماں معانیٔ بس کر بڈھی کی کہانی

شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی (ق)

جلائی

مُتفرّقات

دُنیائے فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی — جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی

پہچانا اُسے

دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے — شہاں میں سُہاتا اُسے ...... سلطانی

سے جو بہت باندھو — زیب دیتا ہے

وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا — کرے کام ساجے اوسے کامرانی

میں جو — سجتی ہے

دیو و جگ کوں بہو جن او بخشش کرو جم — کہ جھمکے گا اُس نور تھے تم پشانی

وہ — چمکے سے تمہاری

طمع کوں بہیا یادپانی سوں دھوکر — اپس دل میں تھے ہو بچن کن کہ دھیانی

کے یاد کے سے

نبی ہور علی سوں قطب کی ہے پیرت

اپنے سے

اور سے

۲۶۰۰

سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی (ج)

اسی وجہ سے

فتنۂ دکھن

الجھائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پھانسے دلوں کو اپنی بل
پتلی نمن لٹکائے ہے دل اپ نین محراب میں
کی طرح اپنی آنکھ کے

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے
کہا چہرہ مجھے سے مجھے
کہی اپن گھر آ منجے، یو سُد ہوا اس جاب میں
اپنے کے جواب

سورج بدن جھلکائے جب، چھپ جائیں تارے لاج سب
شرم سے (جیسا)
دیکھت سو اُس کا جوت چھب طاقت نہ رے مہتاب میں
دیکھ کر رہے

کیا چلبلی سو دھن ہی توں، ہر فن منے پرفن ہے توں
نازنیں میں
ہور فتنۂ دکھن ہے توں، سرزور ہر یک باب میں
اور

دکن کی پتلی

(۳)

سدا منج مست کرتی ہی نین سیتیں نین پتلی
کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یون پتلی

مجھے   سے
نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین ہوتے ہیں روشن دیکھتی توں ہے گگن پتلی

کتنا
بھنواں کشتی منے نین یوں رہیا جیوں نوح کشتی میں
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

میں   میں
ترا مکھ لوح کلبا یا دڑوں ناں مین پری جن تھی
ہندو پاتر سنپڑتی نین بچکتی جیوں ہرن پتلی

سے   ہیں
اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل
انچل جھلکا روساں سوں چلے ڈگ ڈگ گون پتلی

غصہ سے
نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے
نین عاشق ہیں دیکھن کے بچن سننے کرن پتلی

نئی   تیرتی
نبی کے صدقے سر تھے جینتیا نادان بالی کوں

ازسرنو
انند اں سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی
کی

(ق)

صدقے نبی قطبا سوں مل کرتے رلیاں ہر یک تل
عیش ایک لمحہ

لبدائے کر مج جیو دل پگلائے جوں قند ابیں (ج)
میرا پگھلائے

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی ہیں پنت تج پیم — منجے جیو دینا ہے پیم بن نیم
تیری محبت — مجھے دل دینا محبت بیں دھرم، اتفاق، اصول

کرب سوں ہیں نیو جی تھی پیا کوں — کہ یک تھا مج نین تل کوہ ہو بہم
نہ پہچانی — میری آنکھ میں باوامہ

ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہ — بہوت جویا ہوں نیں پایا ہوں میں تھیم
ڈھونڈا — نہیں

پرم پیو کا ہمارا جیو سجیو — پرم پنتھ میں ہی عشاقاں کا یہ نیم
پیا کی محبت کا — راہ عشق — اصول

نبی صدقے قطب شہ سانولی سوں — ۲۶۱۰
بچن ہندی سیں بولے ایم مر بیم
زباں ہندی میں — ایم سے ایم (کیا رے کیا) (ج)

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

دوسرا حصّہ

غزلیات

موہن اور حیدر نگر

(۴)

سو حضرت کے گو نشاں پہ اپ سر رکھایا　　　اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

جو　اپنا　　　اُن کے ہات سے

مرے سیں موہن سیرا سو متا ہے　　　تخت ہور بخت کا قطب نجم اُدیا

سہرا سجتا　　　اور

فلک ما دے منڈپ چھایا ہی رنگ رنگ　　　پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا

اور　اُسکے نیچے

دما مے سو بادل کے گھن کا چتر ہے　　　کلیجا سو تن دشمناں گڑبڑایا

بریاں نظراں تھے اُسکوں اسپند اُتار　　　کہ حیدر نگر اُس انداں بھرایا

سے　　　کو اُس نے آنند سے بھر دیا

محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا
علی آپ صدقے دو جگ میں بچایا

تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جملہ غزلیں ۳۱۲ اور جملہ اشعار ۲۲۵۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

(۱)

دلا منگ خدا اکن کہ خدا کام دِویگا — تمن من کے مراداں کے بھرے جام دِویگا
مانگ کے پاس دیوے گا — تمھارے دل مرادوں دیوے گا

خواج کی اگن قہر کے پانی سوں بجھاگا — براہیم نمن مجکوں سکھ آرام دِویگا
آگ سے بجھائیگا — ابراہیم کے مانند مجھے

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر — جے کوئی نبی نام سوں دل رام دِویگا
دروازے — جو سے

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ — اسے خون جگر دار وُئے نا کام دِویگا
نہیں جس

نکھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں — ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دِویگا
تو سے — میں تجھے

اپن بخت خضر ے تھے کدیں دلمیں نکر غم — تجے دار دئے صحت سوں شفا جام دِویگا
اپنے کبھی سے — سے کا

رقیباں کے دکھوں سیتی قطب شہ توں نکر غم
تجھے سے تو
خدا سارے رقیباں کے گلے دام دِویگا
پھانسی

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھا تیرا | کہ تو جلوہ فلک تھے ہے سو تا ماہی کرن سکتا
چمکا آئینہ رخ

تمن مکھ میں خدا کا نور مج نینا بھریا دیکھے | کِنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا
تمہارے چہرے میری آنکھیں — کسی کی تمہاری مقابلہ

مکھا سورج کتاباں تھے نوا خط سو لکھایا دل | اسی خط پر سبی عاشق سو یک راہی کرن سکتا
تو نیا سے — سبھی ہمراہی کرنا

کتے دن تھے پڑا کر مج کتا پڑھیا نو چھاتک | الف پڑھنے ہمن چوگاں اگر خواہی کرن سکتا
کتنے سے مجھے کتنا پڑھا نہیں پوچھا — ہزار

تمن جو اہن ہمن زردی نپایا مکھ بیچارا ہو | دکھے عاشق شفاخانہ تمن لاہی کرن سکتا
فائدہ

تمن کنب میں نہواداں برہ بخشاں سدا کرتے | سکاون علم شیخاں کوں نچھل کاہی کرن سکتا
تمہارے بچے فراق — سکھانے شیخوں مشکل کیوں

دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہی و تیر الے | دوری مارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا
کتنے جلاتا — دوری موت وصل زندگی

زمانے کے اندھارے تھی معانی توں نکر غم جگ
اندھیرے سے دنیا میں
پیالا ہت پیا کے پیو توں جگ شاہی کرن سکتا
پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کرسکتا ہے

(۴)

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسے نا | دوانی نیشکر میں کوئی کدہیں نابات باسنا
سکی نہیں آسکتی — اے دیوانی کبھی نبات نہیں رکھتے

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا — جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا

تیرے پیارے — ہماری وہ سے

نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں — جے کوئی خبر سو لیا وے مکھ پھول کا تمھارا

آنکھیں آنسوؤں سے دھوؤں، قدم اپنی پلکوں سے جھاڑوں — جو لاوے تمہارے

تجھ نین تیرے ہور بت نین کیاں تتلیاں — مجھ من میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا

آنکھیں اور کی — میری آنکھیں مشرب

اس تپلیاں کی صورت کئی خواب میں جو دیکھے — رشک آئے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دوارا

کوئی — دروازہ

تج عاشقاں میں ہوتا جنگ و جدل سو سب دن — ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا

تیرے عاشقوں — تیرے پاس

تج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہمن سو زندہ — او خیال کد نجاوے ہم سر تھے ٹک بہارا

تیرے سے ہمارا — کبھی سے باہر

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
تو لکھا وہ اپنے
ہے شش جہت میں تجکوں حیدر کہ تو اد ہارا
تجھے سہارا

(۳)

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جا ہی کرن سکتا — نوا یوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا

مانگا سکتا — نیا سے پورا کر سکتا

مج جال میانے توں بسے مج گیان دیوا توں دسے — کتا کسوٹی پر کسے میں دھیان تج سوں لائیا

میرے میں تو میرے چراغ تو نظر آئے کتنا ہی تیرا ہی

برہا معانی حل اہے اس کا دلا مج دل اہے

فراق

پھل سنگ رقیباں ہل اہے کیوں بی تو دُہن بلکائیا

پھول کے ساتھ بھی خیال

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا — مج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا

مجھے سہارا

پتلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے — اسماں میں اُٹھے شور دیکھت زلف تمارا

طرح جی آنکھوں سب دنیا دیکھکر تمہارا

تری ٹھڈی کے چل منے سو جیو کا جیون ہے — او چشمہ منے میں نمن جیو کیا ٹھارا

آب ذقن میں روح زندگی میں اس مانند جی مقام

زاہد جو ترا مکھ دیکھت جیو دئے ہیں — تج نیر ٹھڈی کی پچھی ہے عیسیٰ کا بارا

چہرہ دیکھکر جی تیرے آب ذقن دم

انکھ پاس کے سم پھول اپن باس نیوائے — کملا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا

برابر پھیلائے کمھلا

کرتار تیں کیس میں توں پھول نہ گوندا — قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں میں مہکارا

بال بالوں

بن سیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں — ٹک آ کے کرو گشت چمن جی اُٹھے سارا

تمھاری سوکھ ذرا

خبر ہوی شہ کوں ہوی سو اگیا یک آئے مج ٹھارا — نپوچھے ٹک پھرے پھار تو اب ہا سکا سے نا

قرار — باہر — فراق سہا نہیں سکتا

کہوں آپن بِرہ جس کن اگن شعلہ پڑے اُس تن — سو مشکل ڈ اتیا مج من ہمن دکھ کوئی سنا سے نا

اپنا فراق — کے پاس — ڈرا — میرے دل میں — ہم اپنا دکھ کسی کو سنا نہیں سکتے

مگر کھولے خدائی دکھ دکھاوے اُس سُرج کا مکھ — اندھاری مین پاویں سکھ تو مجھ پر دکھ ہلا سے نا

یہ — سورج — اندھیری آنکھیں — رفع ہونا دور ہونا

معانی ٹھاوں تو جانے غوص ہو کر تن پانے

جگہ مرتبہ — موتی

سو خالی سپیاں لیا دو جیاں سم تجکوں آسے نا

اغیار — برابر

(۵)

مکھ مین بنفشہ رنگ تِلا کا نور میں توں پائیا — جیوں سیام رنگ چند اِل سو مل سب جگ چندنا چھائیا

تِل — تجھ سے پایا — چاند سے — چاندنی

مکھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے — امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لائیا

درمیان میں — چراغ — لایا

کنتل مین کیوڑے بھیس میں لوگاں کہیں اُس دیس میں — مانک اجالے سیس میں منتر سو میں الجھائیا

مُغ — میرا — میں — زلف — متاثر ہوا

مجنوں ہے میرا نام ہی وحشی توں مج سو رام میں — اس مکھ الکھ مجہ دام میں یک پیچ میں گل باہیا

رات دن — مجھ سے — جو نظر آئے — گلے میں ڈال دیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر — یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کائیا

تیرے — پھول اعلے — زلف

شیشے کی قلقل تھے پیالے میا باندھی بڑ بڑے | بڑ بڑا دونیہ کے زوراں سوں جگ میں جگمگیا
میں سے وہ عشق سے

توں اندھارے پنیچھ میں نا منگ روشنی اغیار تھے | روشنی تج دیوے کون قدرت اجالے کا لگیا
راہ نہ مانگ سے تیرے چراغ کو

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں | موزبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا
مجھے قرار دیتے ہیں تیرے انیرا بھاگ گیا

میرے
تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے
کیوں
میں محمد ناؤں تھے دونوں جہاں میانے جگیا
نام سے میں

(۸)

سکندر کے درپن ترا مکھ د پایا | میں اپ کام اُس آرسی میانے پایا
آئینہ میں اپنا آئینہ میں

تری یاد سوں نکلے مو دل تھی لالی | کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں رجھایا
سے میرے سے اپنے سے

صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں | گدا گنج پا کر اپس کو پنوایا
اپنے پلایا

اپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں | سُنے بڑ بڑے پر اپس جیو چو بھایا
اپنے میں دیکھا سونے اپنا جی

نہ پیچو منجے مشک نافے کے نمنے | ازل تھے گرہ پا کہ طلباں بچایا
مجھے مانند سے پاکے

سب مالی نچھل نیر پلا جھور رہے تھے
یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا

دیکھیا ہوں ترے نین منیں صنع خدا کا
تو سِتر نہانی سوں جھلکتا ہے پھرارا

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا
لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

دو تن سو حسد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر
ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا

پایا ہوں اماماں کی دعا تاجِ شہانی
مج تاج میں ہے نورِ الٰہی جھلکارا

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے
کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو تارا

(٧)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا
باس منگ پھولاں عرق کا ہیں ہوا ہوں ڈگمگیا

بے علم ہور بے کتب ہور کس تھے بوجھیا جانا
عالماں بیچارہ دیکھ کر اسکی تک میں رہے تھکیا

سانولی قد سرو کوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات
چکنے جا کریں ڈر واں سیتی دیا لکو دیک دیکھیا

تسبیح زاہداں کرو نقل و مد ہوا ،، تسبی گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتاب تھا
تسبیح میں

ساقی تو آہِ گرمِ معانی کے تھیں نرج
سے رنج نہ کر
اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسفِ گم سو پھر آگا اب بکنعاں غم نکھا ۔ گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نکھا
آئے گا

ای ہمایہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تج ۔ من کا چنتا ہوئیگا پھر آکہ جاناں غم نکھا
اے دل عشق کا دیکھا تیرا ۔ دل کا کے

برہے کہا او دو دن نہادو راپنے پیو تھی ۔ وایم یک دھا توں نہ رہسے کاریزاں غم نکھا
سے ۔ طرح رہ سکے

جم بہارِ عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں ۔ چنتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشنخواں غم نکھا
تجھے پھر سے آئیگا ۔ آسمان کے پھول کھل گے

ہاں توں نا امید نا ہو کو نجانے سرِّ غیب ۔ کیا اچھیگا پردے او جھل کھیل تپلیاں غم نکھا
کوئی ۔ ہوگا

او جنگل میں شوق سوں اکعبہ خاطر رکھ قدم ۔ تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نکھا
اُس ۔ تجھ سے چبھیں

ای ہیا سو جاتھے نا ڈر منکا بھاتا ہوئیگا ۔ تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا
سے
اے دل موج سے دل کا

ہمن تم میں اے باو شرط وفا تھا — وفا چھوڑ باتاں رقیباں سنایا
ہم یہ

کہے ظلم کٹوال کا شہر میں ہے
معانی کوں ڈر کیا توں لطفاں نپایا
کو تیرے نپایا ہوا

(۹)

کل موتو نور دیدہ بسو شاب تاب تھا — اُس مکھ شرابِ دشت مرا آفتاب تھا
مجھے تیرا بعد دوت — انکا چہرہ نظر

تا دیس اُس تماشہ مکھ سور نور دوست — میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ او دو قت خواب تھا
دن (دیکھ) سورج — تا وہ

مجلس ترا ہزار پر یخانہ سکل — جیو اس میاں بصورت و معنی خراب تھا
تمام — دل میں

اوز ہر ڈنک نینو جو پئے گا نیں سو دہاک — دیوانہ سیں آگ برہ تھے کباب تھا
وہ آنکھ — سر فراق سے

میں تو میاں ریختہ جیوں دانہ سنک — نب ہر طرف تھے کار رقیب اضطراب تھا
سے

موآہ و نالہ تب تھے دکھایا من گھڑی — او نقد عمر مو دو نفس در حساب تھا
میرا سے — وہ میرا

اوکی بنت جیا کانہ سکتے دیکھن سو کوئی — او شرم مو کا اس رخ چند پر حجاب تھا
اسکے بغیر نہ دیکھ سکے — وہ مجھکو کے چاند جیسے

ہر غم پچھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا
تعویذ باندھے ہیں ترے بازو سیتیں پیا

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حقے میں تھے دو لا منجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھے ہے شفا

نین جھلکار تیری بجلی نمن جب جھمکی
دشت تھے منج شوق کا مینہ ٹپر کہ ہوا سب ہی ہوا

پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے ہیں تجھے
نین و دل بحث اپس آپ میں کرتے ہیں بجا

کیا غرض تجکوں اے بخشاں سوں پلامی ساقی
غم پچھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا

حسن تیرے کا کریں چاڑی نین آپ میں آپ
یک نین کیا بوجھا یک کیا کہیا توں ان میں بجا

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اسے
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر دوا

وعظ تیرے سوں معانی بند صیا ہے دل یا رب
کر د آمین نبی و علی تھے اس کی دعا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ دکھلائیگا
راہ
شاہِ رایاں تو ہے رایاں میں زرایاں غم نکھا
از

حال میرا دوی ناداں ہور کوپ رقیب
سب تو بوجھیا ہی خدا ہور شاہ مرداں غم نکھا
اور
عقیقہ

قطب شہ اس کنجِ فکر و خلوت وینی منے
میں

تا اچھے وردت دعا و درسِ قرآں غم نکھا
جب تک رہے تیرا درد

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بندیو سیتیں پیا
دو تن کی بات پکڑے ہے یکرو سیتیں پیا
میرے دل
مجھ سے
سے
غیر

ملنے کوں عاشقاں کوں نہیں ماو آنہ ٹھاؤں
پکڑے کماں آپنی ابرو سیتیں پیا
اتنا جگہ
اپنی

قرباں جاؤں نا میٹھے یاطِل کے سحر پر
سب جادو پکڑے نین کے جادو سیتیں پیا
آنکھ

مشکی خطا کا باس بیچارہ دیگا کاں
مشک
پکڑے میں سب ہی باس کوں اب بو سینیں پیا
خوشبو
خوشبو
دکھائی دیگا کہاں

کیا کم پلاؤ نا منجے ساقی پیالہ بھر
جوڑے میں سر تھے یاری او بندو سیتیں پیا
اس
سے
پھر سے

داؤد و راگ بیچ صراحی کے ناد تھے
رنگیں کئے ہیں بزم کوں وارو سیتیں پیا
سے
طرح سے

جب توں بلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر — جو سی نگر توں پھر کر ہم خاطر استخارا

تو ہم کو محبت اپنا سمجھکر — جو کشتی سے نکس پھر سے ہمارے بارے میں

تج مکہ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی — چھپتا ہے رنس کوں جیوں چھپتا دیس تارا

اور تیرے چہرہ — سورج رات جوں دن کو

اے دیدواں تعدی نا کر منجے نہیں ڈر — یہ شہر میں ہے قاضی کو تواں سیج کارا

مجھے — عشق کے

اب آنکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت تظر کر — طالع لکھے سوں انیڑیا اسکوں نہیں ہے چارا

آنکھوں سے — حاصل ہوا

زاہد ہور عالم ہور جوہری صراف — نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا

اور اور اور

نیہ بند انجھواں تھے جاتا پھتر ترخ گل

عشق لونڈ آنسوؤں سے پتھر

حیران ہے معانی او دل میں نہیں ہے ٹھارا

اس کے قرار

(۱۵)

جے کو کہ ہتیلی جام لیتیا — سلطانی جم مدام لیتیا

جو کوئی میں لیا — لیا

پانی کہ خضر حیات پایا — مد گھر تے .... جام لیتیا

جس سے کہ — لیا

سر .... کام راکھو — اے ـ معا ـ سوں نظام لیتیا

یہ — لیا

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے انو ہمنا سیتیں وفا — یک تل نہیں ہوا کہ کرے سر تھے بھی جفا

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یار کا گناہ — جن ظلم کے تو اسکوں اہے درد بے دوا

ماہے پنکھیاں ہو دل کا کبوتر تو نینہ میں — دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دلیل سوں — کرنا نہ کچ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا

ساقی دو تن کے رشک نین ناز پیالہ دے — ۱۰۰ جم کوں نتھا ای پیالہ نیں اس آب میں ریا

جاسوس سیدھی باٹ دکھا نینہ میں — رہ باٹ میانے ہور نکر سب سوں ماجرا

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں

بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

(۱۴)

جگ جوت عشق کا او لائی انچل کنارا — لیدیا جیا پتنگی جیوں اس جوت کوں ہمارا

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اجت
سے نہ جیتا ہوا
دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہی باتاں بے ریا
سے بھی
تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کاز بر
سُرمہ کا خط
جزم ہور رہیا ہے دل تشدید ناکر آپیا
تشدد

سبز خط انگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا
کے آگے
کیا خبر ہے اُن کوں کیوں پیلا ہوا ہی سب گیا
انھیں کہ
گیاہ
کیس کھولے کرنے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو
بال تو ہمارے لئے وہ
مانگ کاڑے جب کی وو دیس ہمناں کوں صبا
نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

تج کِتا کوں اے شمع اپ روشنی تھے سَر کھینچ
تجھسے کتنا کہوں شمع اپنی سے
مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا
تو
سیدے کر ہنر ان ستی دکھلاتے اس کا نور سب
سیدھے سے
نور جاتا اُف ستی اس تے سدا ہے بے نوا
سے سے

.... مو یار کن تھے رام لیتیا

میرے

باہر تو اودھر تے ساقیا نا — اس دور کنے کہ کام لیتیا

تیرے ہونٹ سے نہیں ہے — جس نے

لوچن تیرے شیوہائے مستی — او دِشٹ چنچل تھے وام لیتیا

آنکھ — اس نظر

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — لوچن سو صبح و شام لیتیا

چہرہ تیرا ہمارا — پُرتشش

مو سینہ داغ درد دوکھوں — رو یوں نمکی تمام لیتیا

میرا دکھوں سے

او چاہ ٹھڈی معانی کی جان

اے ذقن

تو حسن دو سو غلام لیتیا

تیرا

(۱۶)

زلف کی جدول میں الجھا ہے دکھو بادِ صبا

پھنسا دیکھو

الجھتا ہے باو ایسا بوجھو وو کیسا ہے بلا

پھنس جاتا — پہچانو وہ

نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تج نینہ میں

چشم شیریں سے کھنچے (مائل ہے) تیرے عشق

ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او مٹھائی سب وا

چکھتا وہ

(۱۷)

خبر لیایا ہے ہُدہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا
لے آیا پاس
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مکھ کا سو دِستا ہے
دل کے آئینہ تیرے نظر آتا ہے
کرے او خیال مُنج دل میں نشانی زر فشانی کا

میرے
چیتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
چیتا بن کر
لیا ہے جھانپ سوں آہو مَن دل مُنج ایانی کا
چھپا مانند بھولا

خدا کا شکر ہے تج سلطنت تھے کام پایا ہوں
تیری سے متعدد
دَندے دشمن کے مکھ پر پیوتا مئے ارغوانی کا
مخالف سامنے

چھبیلے مست ساقی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں
پیچھے
پلا دو مئی ہَوا اب تو ہُوا ہے گل فشانی کا

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمناں اُپر

ہم پر

میٹھے بچناں بتے لکھیا میرے خلاصی کا رقعا

باتوں سے رہائی رقعہ

اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن

اپنے سے ہم

اپنی قدرت ہات سوں مُنج کو بچاوو اے خدا

کے سے مجھے

تیری انچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر

ہوا سے

وو انچل مُنج ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا

وہ میرے

میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں

١٣٠

دیکھتا ہوں ہر کہاں دِستا ہے تج مُکھ کا صفا

ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرے

بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب

اٹھ جاتے ہیں اندھیرے

شکر حاصل ہوا ہے مدعا توں اُس دعا

تیرا سے

مجلس ترا ُسہاتا ہی خوباں کے حسن سوں   مُج جیو انہی کے روپ سینتی کامیاب تھا
میرا دل   سے

اس نین سُو کا سینتیں پرت مُج کوں یو پیا   دو جیاں کا دل ہماری بِرہ تھے کباب تھا
آنکھ خطِ سرمہ سے   محبت مجھ کو   اغیار   فراق میں

(۱۹)

سلیماں کَن لِجاوے کِن خبر مُنجھ موریک بارا
کے پاس لے جائے کون   چیونٹی کی   بار

کبوتر دل کوں عرصہ بند کروں پرواز اس ٹھارا
جگہ

عجب سحرے کہ سحر سامری اُس تھے گیا ہے چھپ

اولب خندے کے افسوں پر سوں وارو آپ لکھ بارا
اُس   سے   نثار کروں   اپنے کو لاکھ بار

بِرہ کی تاب تھے مُنج کوں خدایا توں سلامت رکھ
فراق تپش   سے   مجھے   تو

تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا
تمھاری   سے   ہوا

نَین راوُت لئے سُو کے نیزے ہاتھ غمزے سوں
آنکھ   خطِ سرمہ

سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں مُنجہ دل میں اوپیارا
سے   میرے

دو تِن افسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچ نہیں ڈر ہے
غیر کے پھونک سے ہم کو کچھ
ہمارے دیو کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں ہیرے
آنسو
ہر اک انجو ہے دُر دانہ منجے وو خسروانی کا
آنسو وہ

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
سے راہ
ہم
لگیا ہے داغ منج دل پر سو اس ہندوستانی کا
لگا میرے

پڑے دنبال میں میرے سو اس نیناں کے دنبالے
آنکھوں ۱۴۰
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا

(۱۸)

کل مج کوں نور نین لسو شاب وتاب تھا
اس مکھ شراب وحشت مرا آفتاب تھا
مجھ اسکا چہرہ نظر
سا دیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
میں عیش میں تھا یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
صبح تک سے چہرہ وہ

گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق مُنج سائیں
تیرے ۔ مجھے اے سائیں

لہ ہے اعجاز مُنج من کوں کہ جیوں عیسیٰ مریم کا
میرے دل کو ۔ جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس مُنج
مجھے

مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا
اپنے ۔ وہ

مراقد ہے سو تج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں جبغہ
تیرے عشق ہوا سے ۔ شل

عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰ محرم کا
جوں

توں ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب نا گنے مُنج کوں
تو ۔ نہ شمار کرے ۔ مجھے

گنو یا نا گنو تج ہات ہے سب حکم خاتم کا
تیرے ہاتھ

پیا تج بند میں الجھا ہوں کر آزاد مُنج بند تھے
تیرے ۔ گرفتار ۔ مجھے ۔ سے

معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا
کو

صنماں سب رستماں کے بھاگ گئے تج خسروی فر تھے

تیرے سے

شہاں تو رات دن کرتے مدارا جیو سوں سارا

تیرا

دل سے

کرمیں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ

کو

۱۵۰

کیا زنار میں تسبیح دیکھن روئے زیبارا

دیکھنے کے لئے

تجھے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بوبیاں سوں

قسم کو اپنے سے

لہ میں صد بار قرباں جاؤں اُس لعل شکر خارا

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اُس بے رحم عالم کا

نجانوں میں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا

نہ

وہ

اگر وہ ملتفت ہووے ہماری بات پر یک چھن

لمحہ

نواروں میں خزینہ اُس اُپر اس دل کے درہم کا

نثار کروں

وصل کہہ یا دوری آدونوں کا معنا ایک ہے　　نس میں جگنا شمع پروا کیا شمع پروانے کا
معنی　یہ　　رات　شمع کو

سب ہی کچ کوں انت نیں نا نیم حر کو انت نیں　　بھوت ڈھونڈ دیکھے نہ پائے انت تہہ افسانے کا
کچھ　حد نہیں　حد نہیں　　بہت　ڈھونڈھ　حد عشق کے

عاشقاں کا دور ہی آلودہ تیرے بادے تھے　　سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا
بادہ سے　　سنگ سنگ سے　باندھے

قطب کے میخانے تھے مے پینا آساں کام نیں
سے　نہیں

۱۷۰

بن محمد کوں پیوے مے سو اس پیمانے کا
بغیر　محمد قلی کے　پی سکتا

(۲۳)

پیا باج پیالا پیا جائے نا　　پیا باج یک تل جیا جائے نا
کے بغیر　نہ　　کے بغیر　ایک لحظہ　نہ

کہتے پیا بن صبوری کروں　　کھیا جائے اما کیا جائے نا
کیسے　بغیر　　کہا　لیکن　نہ

نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے　　کدھیں اُس سے مل بیسیا جائے نا
جاہل　　کبھی　بیٹھا　نہ

قطب شہ نہ دے مج دوانے کوں پند
مجھ　دیوانہ کو

دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا
کو　کچھ　نہ

(۲۱)

یاد مج اس رات کا دیوانہ کیتا — وو نھنا مج خواب میں افسانہ کیتا
مجھے کرتا — وہ کم عمر مجھ سے

رات میرے نین مج سونے نہ دیویں — او ہمن گھر میں نپٹ ویرانہ کیتا
آنکھیں مجھے — وہ ہمارے بالکل

کم نکو کر یا خدا اس زلف کے تئیں — مج دل آزاری بدل آں شانہ کیتا
میری

شمع مہاں جیوں کرے پروانہ کوں اب — مرغ بسمل بھونکر پروانہ کیتا

جیو میرا اس پری کے نیہہ سوں مل — عقل و ہوش و سدھ مرا بیگانہ کیتا
دل عشق — سدھ

میں نہ جانوں کیوں اچھے گی حور جنت — حسن تیرا مج عجب دیوانہ کیتا
کیسی ہوگی — کرتا

اب پچھے گا قطب معنی حال کیوں
مجھے معانی
پوچھے
قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا
کو اسکے عشق میں سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو منج دیوانے کا — عشق آپی آگیا سودا سو میرے خانے کا
سے (دل) مجھ — آپ ہی

جم کے سو تخت اوپر جے تاج سو پر چند ہے
جسکو سورج چاند ۱۰۰
چمٹے کی دیکھو ہمت جو اس حقارت آیا
چیونٹی

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں اپس سنبھالیں
کی سے اپنا
او ساحر کماندار کرتے سو غارت آیا

قطبا توں داس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں
تو غلام ہمیشہ سے
سودا ہے تج پرم سب وقت تجارت آیا
تجھے عشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اہے بیم ماتا — سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
ہے عشق بھری — سکھیوں کو کی بھاتی
مہن کوپ کرتے ہیں اپ ناز سیتی — دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا
موہن غصہ اپنے سے — غیر یا رقیب بات
سنتاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن — سجن کا میانہہ منج دن (دل؟) نیاتا
ستاتے فریب سے — محبت میرے
مری چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں — اُسی تھے سدا برہ کوں میں سنتاتا
فکر محبت سے — سے (اس کالئے) فراق ستاتا

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
میرے سے
یا حضرتِ سلیماں کن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ
خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلاوو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندِر ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے نئے سرے سے تعمیر
میرا سو عیب ڈھانکو اے مے سوں بھیگے کپڑے
شراب سے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے
منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا

جاگا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھریا سو چندا ابیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدر میں

بی صدقے قطبا کی ماتی کہتی ہے

دیوانی کہتی

قطب شاہ سُندر گنی مد ماتا

اچھے گن والا عشق میں مگن

(۲۷)

تری نیہہ کا منج کو بچھو لڑیا — مرے سب ہی تن میں بس اُس کا چڑیا

عشق مجھے — زہر چڑھا

میں آئی ہوں تج پاس اُتارا کرن — تمیں کرنے بارا اُتارا پیارا

تیرے کرنے — تم ہی والے

جو دیکھی ہیں اُس روپ و نتا سجن — نین اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا

آنکھ سے زہر چڑھا

(۲۸)

کھوا بچھڑ کے آویں گے من ہرنا — لگوں گی آج پیا کے چرنا ۲۰۰

دلبر — قدم

سنوا نری ہوں میں صندر سینا تو میں — موا نگن میں توں پیا پگ و صرنا

سنواری سینہ تیرے علے — میرے محن تو قدم

رکہ دیو و منج کوں اثر تم للتا — کہ تمیں من کے میرے ہیں پرنا

مجھے — ول اللہ — نگری ول — توانا قوت

دوتے کا کوڑ کپٹ دو تن کوں — نیہہ نگر میں تو سکیاں سوں پھرنا

غیر کے ساتھ — عشق کے شہر کے ساتھ

دو تن گلتی ہور بلتی جوں موم بتی — گنواتی ہے جلنے منے ساری راتا
رقیب اور بل کھاتی — میں — رات

سدا مانگوں ہیں جیو ہور دل سوں پیو کوں — کہ اُس بن دوجا میرے من نے سماتا
جان اور — سے پیا کو — دوسرا — نہیں

بنی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری
سے عرض
کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا
تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساقی پیا ہور وں راتا ۱۹۰ کہ پر سیج پر سائیں پر سنگ گماتا
ساتھی سہیلی اور وں کے ساتھ مشغول رہتا — غیر کے سیج پہ پیا عیش و عشرت سے بسر کرتا

ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کروٹ — پکڑ دو وتی کا من ہمن من ستاتا
یار ہم سے ناراض — دوسری ہمارے دل کو ستاتا

پیا مجھ سوں یوں بل کہ جھل کھا دو تن — میں ہوں تیری ماتی تو ہے میرا ماتا
اے پیا مجھ سے سلوک بل رقیب — شیدا

حکایت پرم کا نکو منج تے پوچھو — پیا بات دے ہوں میں سب من کا بھاتا
عشق نہ مجھ سے — ہاتھ دے چکی ہوں دل کا پسندیدہ چیز لیا

میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیارے — کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر مناتا
فریب خوردہ عشوہ طرازیاں سے

نہیں امن خاطر منجے وصل بیانے — کہ ہر دم منجے ہزہ سائیں ڈراتا
مجھے میں — مجھے فراق یار

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے مُنج کوں دکھ گھنیرا ۔۔۔ نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا
مجھے زیادہ

جو سلطاں وصل نیہہ سوں ورلیاوے ۔۔۔ تو بھاگیا برہ اپنا چھوڑ ڈیرا
عشق لاوے ۔۔۔ بھاگا فراق

پیتر رخسار کر سُوکے[1] قلم سوں ۔۔۔ کجل سیاہی سوں لکھے ہے گھنیرا
خط سے ۔۔۔ کاجل سے لکھے گہرا

اپس سائیں سوں یک چت سوا کرنا ۔۔۔ اگر یوں نیں تو دوسی ہے کیرا
اپنے سے یکدل ہو کر ۔۔۔ اس طرح نہیں

صبر سوں کام دونہ جگ کر تو اپنا ۔۔۔ اتا لاو یوگن گنبھیر دھیرا
سے دونوں ۔۔۔ اتنا عقل گہری آہستہ آہستہ

محمد قطب شہ راجا اپن سر ۔۔۔ محمد نانو لے باندیا ہے سیرا
راجہ اپنے ۔۔۔ کا نام لیکر باندھا سہرا

نبی صدقے سدا کھتا تُر کماں ۔۔۔ کہ مُنج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتیں توں مُنج کوں ۲۲۰ کہ میں باندی ہوں تج سوں محبت سارا
اپنی سے مجھے ۔۔۔ باندھی تجھ سے محبت ساری

۱؎ سوکا = سرمہ کا ڈورا، خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

پھول بن میں تیرا نازک ہی دہن   چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
خاموش   آہ نہ کرنا

نبیؐ صدقے قطبا کے من میں

جوں سسی ناؤ سکی چپ رہنا
چاند مانند کرنا ؟

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاؤنا   مندر میرے سمجاؤ کرلیاؤنا
تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ   مکان سمجھا لاؤ

پیاری کا کرنا ہے من بھاؤنا   پیا مکھ بچن لے منگل گاؤنا
دل کو بھانے والا   بات بول

پیا ہات میں ہے مرا اختیار   منج اپنا کیا ہے مومن بھاونا
کے ہاتھ   مجھے میرے دل کو بھانیوالا

منج غنچے کوں دیکھ یاد آوتا   النگار سوں سائیں مکاؤنا
مجھے آتا   دیوار سے مسکرانا

جلانا دو تن کوں اگن رشک میں   ستانے دو تن منج سوں راونا
غیر آتش   ستاتے غیر لے راؤ ؟

بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں   دو تن دیکھتے منج مندر آونا
بلاکر بے وقت مجھے   رقیب کو دکھانے کے لئے میرے مکان میں آؤ

نبیؐ صدقے قطبا توں اس جیو کری

سیجن کی سرک میں سو ہلکاونا
بستر کروٹ پھانسونا

سائیں نگھرڈ کے سامنے سکیاں کی ستراں کیوں سہوں
ناراضیاں تب
س
سُہتا ہے سائیں سیج سب سُندر مناناسو نے
سجتا پر

جوبن جوانی جوت پر جو لاچڑائی جنت سوں
چمک جسم نثار کردیا فکر
چ
چنچل چپل چت میں جھولانے جھولناجگ جو دیکھے تب
دل دیکھے

صدقے نبی صدقا قطب ہی صدق سوں صاحب قراں
ص

صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

صباحی ادُکھ دیکھ پینا شراب | فرح بخش ساعت میں لینا شراب
صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر
ترے حسن تھے وان دے شاہ کوں | ۲۴۰ | اودکھ کے عرق تھے سو پینا شراب
سے خیرات | اُس سے
تری نین مستی ہو روں روں چڑی | پرت مے بھریا دل کا لینا شراب
آنکھ (روم) رواں رواں چڑھی | عشق کی مے سے بھر ہوئے
رعشق ساز کے تار مطرب بجاؤ | کہ قانون تاناں میں لینا شراب

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجے شہ کریں گے میاسوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۲)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آسکے
صنعت انو پراس
یک چت ہو مل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیا سے جو تشنہ

خاطر خوشی خبراں سیتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہے خوش
خ
سے
خسرو خماری ہوے خوش یاں کے خیال سوں خوش بوے تب

رنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں لیا جاں کرو
سے
رنگ کے رین میں رنگ کر و رخ ہوے رنگیلا خوی تب
ر
رات

پیو کی پرت کا پھول پا، لو ہیم پانی پور کر
پیا محبت عشق تھا
پ
پلکاں کے پینگا میں پگا وہ پیو کوں پھل ہوے تب
پلکوں کے بیچ پینگا

سدا دیتا ندا مطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے' مُی لعلے ادہر بھر توں پلا تِل تِل
ہونٹ بھر کر تو لحظہ بہ لحظہ
صَبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب
نے ُ سے

سلیماں دوجی انکھی صبا بار اخبر لیا یا

تُرنّاے ترن تاران بجا کر دل چھیا ہے اب
چاہا
جیا جیوں پھل پگلے باندھے گئے نیوں توں پچن پا کر
تیرا
پون دل گل کھلاں ہارا طرب کا مد پیا ہے اب
شراب

دو دا ارو مرا ساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا
منگیا توں سو خوشیاں کر دو الیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد
ہماری مے پرستی میں تمن تسبی ریا ہے اب
تمہاری تسبیح

ازل تھے نبیؐ حب قُطُب پیوتا
سے حب نبیؐ پیتا
ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب

(۳۴)

جب سَپَن دیکھوں توں آتا میرے خواب
خواب تو
رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
(نیہہ) عشق میں گذارتا

میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ
دل آنکھیں
تیرے بِن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
بغیر

تج امولک نور تھے روشن جگت
تیرے بے بہا سے
عشق جھلکاراں دیاتا میرے خواب
روشن کرتا

میرے رواں روں تھے بدل غم دور ہیں
رواں سے غم کے بادل
چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
تو

جم اچھو صدقے نبی عشق سوں قُطُب
رہے کے ساتھ
نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
محبت کے ساتھ آنکھیں

(۳۵)

خوشا مستی تمہارا بی ہمن پر بل کیا ہے اب
بھی ہم
کہوں مے کا خماری تج کدھر توں ساقیا ہے اب
تجھے تو

کب لگن آسر و تیوں پھل بچ عرق رکھے سدا
تک پھول
او لجان خوی کیتہ لیلات نقاب آلو داب

اس ادھرانگے معانی گڑ کے تیں منگت کھڑا
اس کے ہونٹوں سے مانگنا
منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلو داب
گالیوں کے ساتھ

(۳۷)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب
مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
آکر سے
نندکا سرا میٹھائی بے حد اچھیا سے ہے ڈرتا
اس دن کی مار کر تو جیفی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او
حروف نہ لکھا وہ
دل گھر میں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب
تصویر اتار کر
اس سات ہلجا ہوں میں چنگی ہے عشق کا سو
پھنس گیا ہوں مشرر
سب کنکرے ہلالاں جگ میں دیائے طالب
چمکائے

نڈر اچپل چنچل لو جن ہمن ساجن کے خوش ڈہب ہے
نڈر شوخ شوخ آنکھ ہمارے
انھاون مل کئے دشٹی سوں سنجر کار یا ہے اب
نظر

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داس ہیں سب
سب اپنی سے غلام
سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب
تیرا چراغ

(۳۶)

اب مجھے وامی دے اس لعل شراب آلو داب
ترش
یا ہدف تو کرا و تیر نین شاب آلو داب
وہ

ہنس ہنسا شیریں زباں سوں دیو منج گالیاں جھنک
مجھے
میری آساں کم نکر توں جہر تاب آلو داب
امیدیں تو
دل چمن بند قبا کھولو گریبان چنپہ کا
چنپا
۲۶۰
فرح دیو اس بتیاں ثواب آلو داب

(۴۸)

سجن تج مکھ عرق بُند بُند بہت ورز ورز دستا اب

تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا

او مد جن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستا اب

وہ شراب کوئی اوری نظر آتا

کماں بھنواں کے نانڈے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو

دو تن بچ کوندے ہے غیبت کشش بل ور دستا اب

رقیب کچھ

ڈراں تھے بھوں اچا کر چیک نہ دیکھو بہوں ساجن کے

ڈر سے بھوں اٹھا کر چوک کر بھول

کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دستا اب

سمندر سے

سکت تج جیو دینے ہے و لے مارن قواعد نا

مجھے دل

تری خوبی پخیل بازار میانے سور دستا اب

پاک میں سورج نظر آتا

معانی قطب شہ کس دِ معرکہ رمز نہاں پیو کا

کسی طرح پیا

کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا حور دستا اب

جو صدر سچا

جو طالباں کوں دیکھوں سب آرزوئے یا ہیں

مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کو تو نہیں کہن تیں ہُنتلی دو تن کو بالیا

کہو کہتے ہیں غیر

او ظلم کس وضا سوں کر نس جگائے طالب

وضع سے رات لو

مکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں

رنگ سے دکھ

منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب

سے چبھائے

کہتے ہیں طالباں تیں دیرا اچائے تو رخ

سے اٹھائے

او مکھ کی بندگی تھے تک دل نا رکھائے طالب

اس چہرہ سے

مکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر

ڈال

۲۷۰

نہ پیالا مو پلا سو آنند پائے طالب

عشق کا بجھ

تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا
سر و خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
عیسوی دم موسوی فر تھے ہمارا کھول باب

بیہدہ کرتے پرستش چاند ہور خورشید کوں
میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب

مکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نینہہ رباب

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعای مستجاب
اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب

(۳۹)

باغ کے پھولاں سراسر مست ہیں بن ویک آب
بغیر دیکھے
بات اب باساں سے کرتے ہو رپیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بوندوں سے
او پیالہ کن پیوے ہے اس سدا مستی کی داب
وہ کون پیے میں دباؤ

تم ہنسنی کرندا آتا ہے ے خانہ میں تھے
سے
خوش طہور اے تمی پیو و کہ ہے وقت شباب
تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھو ناز سوں
اس کی میٹھی گفتگو سے بہت
او نمک داں تھے نمک دیو و کہ ہو گا سم کباب
اس سے

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول
ترے پاس
۲۸۰
نرخ ہمارا نا توڑو ہیں ہم تمن تھے نور یاب
تمہارے سے

(۱۴)

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب　　　دوونی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب

تجھے　　　تیرے چہرے کی بنا پر

اِس سبب دیوانہ و حیراں ہوا　　　مت پٹیں گے کس اوپر تم آب تتاب

نہ ڈالیں گے کسی پر

مستحقِ عشق کوں دیو زکات　　　تا اچھے فردا قیامت تم ثواب

کو　　　ہو

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن　　　کس سیتھے اِی شیوے سکھ کرتے کباب

سے　　　سیکھ کر　　　ہم پر　　　باڑ　　　سے　　　یہ

نیہہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار　　　میں پھروں پروانہ ہو دیو خطاب

عشق کے　　　چڑھ کر

عاشقاں جلتے ہیں پروانہ نمن　　　کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب

کی طرح　　　مانگتے

دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں　　　بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نیہہ گلاب

تیرے　　　سے ڈال عشق

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے　　　غیر کے باتاں نہ سُن ہیں بے حساب

راہ

دو نو جوبن ہیں ترے قصر بہشت　　　دو ادھر تیرے نیلا جیوں کوثر آب

ہونٹ

یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے　　　آب نیہہ میں رہ پلا کوثر شراب

میں　　　شراب عشق

غم کی آہاں واٹیاں نیہہ کا پانی چھنک
عشق — چھڑکنے سے

داکھ کا ہنگام ہے ساقی پلامے جیوں گلاب
انگور — مثل

ہے ٹھنڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات
آبِ ذقن

حقہ ہے جیوں نوشدارو کا ادھر تیرے خوشاب
مانند — ہونٹ

آپ مکھ آئینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور
اپنے آئینۂ رخ — سے میرے

بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب وتاب
پھر کبھی — کو — تم ہی کا

نٹوے سدا کان لیتے ہیں جیوں یوں نت ناٹ کا
ناچنے والے — مثل ہوا

پاتراں غمزے کتیاں و کھلاوتیاں مو نین خواب
رنڈیاں — کرتی ہیں — دکھلاتی ہیں — میری آنکھ ہیں

عاشقاں کوں نہیں ہی حاجت کچ سلح سنجو دسوں
کے لئے — ہتیار — جوڑنا

۲۹۰

تم نین بھالے ہمن دل پر ہیں حاضر جواب
تمہاری آنکھ کے — ہمارے

اب معانی شوق کے موتی جھڑیں تج نیہہ پلو
رنگ کا پلو

جوت اس موتیاں کر یوں دیسے کہ جیوں سمدر پر آب
چمک — کے — نظر آئے

عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اُٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب

قطب شہ بندہ گناہ گار اہے
سب کرو یاراں دعا ہوگا ثواب

ردیف ت

(۴۳)

نھنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہوا مست
بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست
(بہت اچھا برائے گا میرے ہاتھ)

نین غمزے سیتی پیاری گلے میں پالے زنجیر
نجانوں کس جنس ہوگا منجھے اس ہانس تھی ورت
(پھر سے — آنکھ کے — ڈالے — طرح — ہنسلی سے چھٹکارا)

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتے علمان سب بسریا
پڑن ابجد پٹے سب عالماں مکتب مین نشست
(چہرہ — سے — جتنے علم — بھول گیا — پڑھنے)

کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی سو شیریاں
کرے اُس باس تھے میرا دماغ باورا ست
(کنگھی — بال — اسکی خوشبو — سے — دیوانہ)

وفا منگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں اب
وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیا بیہودہ برت
(سے — کی خواہش کرتے ہم)

پہ عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے
اُن او ساساں روشنی ہے آفتاب
(آہوں سے)

حلقۂ نیہہ کا ہے معانی کان میں
عشق کے
راکھ اپنے حلقہ میں ناکر عتاب
رکھ

(۹۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب — عاشقاں کا دل ہوا اِس تھے کباب
دیکھا — سے

ہور کھولے روزہ شیخاں باس تھے — آ بجاوے میرے میخانہ رباب
سے — میں

میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں — سبھی رمّالاں کہو اس کا جواب
معشوق — حسین

شُکر و شکر و شُکر لاکھاں شُکر ہے — میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
نہ — میں بھی

ٹھارتے کے نیں بوجھو چند سور کوں — ہور کے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
ٹھہراتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو — اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے

چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو — ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
تاروں کو — ٹھہر لیو

آسماں کہنے کنہہ مشکل بہوت — گر کہیں گے تو کہیں گے بوترابؓ
میل — کا راز

تج نین تل میرے دل تل تل بسے — ۳۱۰ — ایک تل انکھ نا دیچا چوتا شرابؑ
بہت — تیری آنکھ کا — میں ہر لمحہ — ایک لمحہ — اُٹھا

ؑ ایک تل انکھ کھول تا چووے شراب

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروری — کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ہو مست الست
نہ پرند غرور بغیر بال و پر سے

تماری یاد بغیر نیں ہے بزم مو رنگیں — کہ میرے بھاگ لکھیا ہے عیش رو زالست
تمھاری نہیں میری حصہ قسمت لکھا ہے

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے
قطبؔ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
ن معانی

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سراپیک جو دولت — میں تو کہ کیا جانو کوں بخت سوں بولت
بولتا ہے
پیکر

انچل تو بکیا رن گنا موتی سو تارا — تا یک دیا موتی ستر یا نم جھولت
رنگ
چمکا

دو جوگ ٹلا موتی کُٹل بکھرے تارے — مکھ نور کرہ جوں سورستاریاں کوں سو رولت
بکھرے ہوئے تبطرح سورج روتا ہے

ابھری ہے نین رنگ خماری کی گلابی — مد پیک گلے لاگ جو بن کھولک بولت
آنکھ میں شراب پیکر لگ کھول کر کہتا

ساقی تو آبار یک ٹکا مو پ سراسٹ — گل گشت چمن پیالا ہتا لیک سو سولت
ہاتھ میں لیکر

دو تن تو رکھے وشٹ نپٹ بیر خیالوں — برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھا مولت
غیر نظر فراق لکھ

درد تیرا ڈرا آتا ہے یکیلا دیکھ کر مج ۔۔۔ کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جاوتا پست
اکیلا مجھکو ۔۔۔ سے جاتا

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
شاہوں
کھڑے ہیں رست انس و جاں وو دربار کے جد دست
اُس

(۴۴)

یوَن کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست ۔۔۔ ۳۲۰ صبا کا باد لیجا عرض میری دست بدست
جوانی کو لگے ۔۔۔ ہوا (جھونکا) لے جا

او بال پن میں دیا جو بتاں کا مکا سخت ۔۔۔ او تول سیتیں مو دل بھانڈہ کاچ کا شکست
اس کے بچپن نظر آیا جو بتوں کو نپل ۔۔۔ جلد بازی اتنا ڈالا ہی سے میرا برتن

نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر ۔۔۔ کہ پیتے ہیں ہمن دایم پیالہ اُس کے دست
نہ مجھے ۔۔۔ ہم ہاتھ سے

روا ہے گرچہ سبھی طاقِ ابرواں کوں نماز ۔۔۔ تو طاقِ ابرواں کوں جن نماز کیتا سو بہت
تیرے جو کرتا

دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آبِ حیات ۔۔۔ اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں ہست
تیرا سے ۔۔۔ پانی ہے

ترے خیال کے مرغاں ہوئے ہیں جگت سنگھی ۔۔۔ تمھاری یاد سوں بے خبری تھے مرغِ دل ہوت
پرند ۔۔۔ تمہاری کی سے میل

۱ آہ ۔ ۲ مشتاق

(۴۷)

مدن مست بدل مست کجن مست پری مست ہوئی مست پون مست لگن مست پری مست
عشق کا دیوتا بدل تازہ انداز ہوا

چڑھی مست بہی مست ٹلی مست رہی مست مکھا مست سدا مست سہن مست پری مست
چہرہ سجتی ہے

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست او رمی مست گرزک مست نقل مست بچی مست پری مست

پری مست پیون مست سرا مست ہوی مست ملی مست کجھی مست ارسن مست پری مست
شراب زبان

کھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست لٹاں مست نین مست دکھین مست پری مست
پھولاں کاجل زلف آنکھ دیکھتی ہے

تلا مست طرا مست دھری مست شکر مست چمن مست ہنسن مست پری مست
ٹیکا چومنا ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست
کنول
قطب مست کری مست بون مست پری مست
جوانی

(۴۸)

مکھ تیرا دیکھ کر میں آج مست ۲۵۰ تیرے مکھ کے تئیں ہوا ہوں بت پرست
چہرہ

سب دن تو متا اچھ معانی کہ نکر غم

برہے کی شکایت تو کسی دھیر نکھولت

فراق — طرح نہ کھول

(۴۶)

مج تیرے لال لب کے چمن سوں سو کام دیت — خوش دل ہو ہو گا تت سو ابار ی کا جام دیت

مجھے — سے — میرا — دیتا

تو نانوں یاد دل تھی سبھی یا دل تھی دھوت — وو نانوں ورد کرتے سو دو جگ میں نام دیت

تیرا نام — سے — سے دھوتا ہے — اس نام کو — دیتا

یک چھن سو مج کوں صبر ترے لکھ بنا تو ناہ — کس دھر کہ کس دھر آکھوں دلا مونہ رام دیت

لمحہ — مجھے — بغیر نہیں — طرح — مجھکو

نک دیکھ اب تو حسن ملکاؤں تو اسے بھال — اب تیرا حسن دیکھ منگیں مج کوں وام دیت

باہر

مشکیں کرنگ دل میں سیلا اکھے کرب خیال — میں وام کس ضیا سو بچھاؤں کو فام دیت

رکھے — وضع — فہم

کوئی تو محرماں کوں رضا نا ہیں چند وصال — عاشق بیچارہ کیا کرے کونا پیام دیت

کہو

کیا تائیں توں غم کرتا معانیؑ انند کر

کس لئے تو

قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت

---

۱ قطب شہ۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال
نہ حک تھے جائے نہ آب زلال تھی او نوشت
تیرا

تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے
سو اس نہال کوں بسلانے باغبان نشت
سے • • تحریر
بٹھلاتے

سو باس تیرے تھے آپ دل میں لالہ داغ دیا
پھولاں سو باغ میں تج باج دستے ہیں سب زشت
خوشبو ・ سے میرا ・ تیرے

نہ کر خیال ہمی پی شراب مست ہولے
کہ مکھ کے پانی ترے تھے سدا ہیں منت بہشت
سے اپنے ・ تیرے بغیر نظر آتے ہیں
خودی ・ سے

پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتار
پسند جالوں لگے مت او سے کسی کی دِشت
جلاؤں تا ・ نہ لگے ・ اسکو ・ نظر

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہی بت پرست
سب خیالاں اپنے سٹ کرتا ہی میرا خیال دست
مجھے بنایا

وو طلسما خال تج در بند ہے مج جیو کا
کس نظر اس حال پر پڑیا کہ ہیں بند تھے نجت
• •

مادہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھان وار
میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا لعل مست
تیرے ・ میرے دل ・ سے
مادہ ・ کان ・ کان سے

۱؎ سو اس نہال کوں بسلانے باغباں کا شرت ۲؎ قطب شہ ۳؎ جوں ۴؎ اوسی مت ۵؎ کدہی ۔

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب — میری مکھ زردی میں رنگ لعل بست
چہرہ کے — چہرہ کی

وامکھ وانے اُنگلیاں کی بوٹ میں — رنگ بوٹاں[1] میں مے عناب ہست
انگور کے

زاہدا کیا پند کہے اے بے خبر — رب کی حکمت میں سو گنج حکمتست

میرے آکھر میں لکھے سونا پھرے — خوش لکھے ہیں عشق سطراں رست رست
حرف

جانتے دارو حکیماں درد کا — نہیں دوا ہوسے نہ ہرگز[2] اُن کے دست
عشق کی — ہوسکے — ہاتھ سے

ہر یکس میں مستی ہر یک دھات ہے
ہر ایک — طرح طرح
قطب معنا[3] مست از روز الست

(۴۹)

تمہارے مکھ کے گہر تھے سو نور پایا بہشت — عدن چمن میں تمن مہر کا ہوا ہے کشت
سے — تمہارے — کے

پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہے مغرب میں — گلے میں طوق سو دیکھ چاند کے مرایہ سرشت
سے — دیکھ

---

[1] بوٹاں ۔ [2] ہرگاں ۔ [3] معنا ۔

طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو | کہ بالی میں موہن ہے بالا کا حاجت

ہمیں بیٹکر نمنے ہیں بند میں | نہیں ہور ہمنا کوں جالا کا حاجت

خماری نین تھے کھلے پھول جیو میں | نہیں موکو دونا و بالا کا حاجت

مرا دل ہے زربفت کا کارخانہ | نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت

تو کہنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں | معما ہے نین کھول کہنا کا حاجت ۲۸۰

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے | سکندر کے درپن اجالا کا حاجت

مرا دل کندن حسن کا کھان ہے تو | نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ | نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت

معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
کہ اس علم میں نیں ہے دانا کا حاجت

---

۱ تس کوں ۲ کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت ۳ ہمناں ۴ عوغا شہ قطب شہ

جن چرے چاڑا وو دانے کا اچھے معمور سب — دایم اللایام پیالہ عشق کا ہے اُس کے دست

جو ہے وو

عالماں سب خضر کے تج سبز خط تھے خط لکھیں — جدولاں اُس زلف کے میرے دل اوپر نقش قلبت

تیرے سے

علم کا عالم پڑھایا نہہ کی آیت منجے — آیت اس پرکار کا پرکاری کی منج دل نشست

عشق سے میرے

کن کمر باندھے نین لہو رنگ انگے ییک تل — اُجلا پیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب بست

آنکھ خونی رنگ کے سامنے ایک ہو رہا

نین کے تیز آب تھی چوتے ہیں منج نیناں تھے بند — وو بُنداں دریا کے موتی ہو لگاتے دست دست

سے ٹپکتے میری آنکھوں سے بند وہ بوند

قد الف ساقی توں ہت لے جام وضع دل کا — رے نمن قد میرے کون سید کریں توں اپنے ہست

ہاتھ (ر) سید ھا کر تو اپنے ہاتھ سے

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے — یے رقیباں دیکھ کر دکھ تھی کئے اپ جیو پہ جست

سے تمہاری یہ سے اپنے دل

اے معانی توں چھپا کر کا ہے پیتا ہی شراب

کو تو لالاں لکھ رہے باتاں تریاں سب رست

باتیں تیرا

(۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت — نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت

تجھ

اختلاف نسخ

لہ کا ۲ نون ۳ یے قطب شہ ۴ نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو
کو
۳۹۰
کہ رگ رگ بھید یا ہے دیوانگی کا اُن کوں سب علت
چھید دیا ہے
اثر کر گیا ہے
منجھے پائے ہیں بھن پن کھوتے اس چاہ زنخداں کا
بچپن بسر کرتے
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تے پایا ہوں ملت
سے پایا یہ
ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب سوں
ہم سمجھ کر سے
علیؑ ابن ابی طالب ان کوں مارو ہت ضربت
ان کو ہاتھ سے
معانیؔ عاجز و بیچارہ ہو آیا تمن در کوں
تمہارے
کھولو دروانے لطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت
مجھ

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سنے دین کا گنوائے بات
میں دیکھا جو

ؔ قطب شہ۔

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت
اچھا
دعائے صبح میرا آب دکھایا ہے اپن قدرت
اپنی

انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل
ڈالے مجھ وہ
سبھی بھاگاں میں دِستا ہے مرے بخت نیہہ کا دولت
قسمتوں نظر آتا عشق

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کل منج کوں
سے لگا مجھے
پلا دو نیر اب ہونٹاں کا ہے او نیر مُنج جنّت
پانی وہ میری

نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے
زباں سے
اے باتاں سُن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت
کے سے

تُمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوے ہیں سب
یہ
تمہارے پرچھائیں سے ہم
اے چھاواں دیکھ کر دو تن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت
لاڑ غیر کو پکڑا اور

نعل جنگی کے تمے ہوا پیدا اے نور — چاند سورج جگ میں اس نوراں سُہات
چنگاری سے — اسکے نور سے زیب دیتے

تھا[؟]ل تمے اس میں ہور ہمنا میں راز — کیوں[1] کہوں نیں ہات میں ہے اس کا آت
یہ سے — نہیں

میری آہاں جوت تھے بو جتا دِوا — کیا پکارے تج پکاراں ہوئے صات
اور ہم سے —

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی — پایا اس اَدھراں سیتی شاخ نبات
بجھتا چراغ سے — ہونٹوں سے

داکھ کے ٹھنواد پنچے تیرے باغ — عیش و خوشیاں کر سدا دو نو سرات
تو — انگور پہنچے

حسن تیرا لکھے ہیں قدرت قلم — کیا کم آوے تج مشاطا کا رِجہات
اُنگے لکھے — تجھے رجھانا

موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے — ۱۰۴۱ — کیس کے پیچاں منیں پیچے ہے رات
جتنا ہے — بال میں

تیر مارے سو معانی[2] پھر نہ آئے

ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات
پھیر لینا

---

[1] کیوں کہوں ہے ہات میرا اس کے ہات [2] قطب شہ

سوہوناں کا بھسی برہ آگ پر — آگ برنا او چاے سب جنات
اُٹھائے

چھاوں انچل بیٹھیاں نین کی تپلیاں — ان نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
بیٹھی ہیں آنکھ

برہ کی اگ کھلا سمندر کوں — میں ہما ہوں کھلا و منج نابات
فراق — مجھے

قد رعنا و ہور لٹکتا چال — پایہ ڈو ضع تھے دو جگ لمات
اور — سے پایا

زلف سحراں میں طالباں الجھے — باطل السحر نیں ہے اس ابیات
کے جادو بھنسے — نہیں

نین دریا میں اُبلے ہیں موتی — عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات
آنکھ کی

حسن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دیئے ہیں ازل تھے حسن برات
اور کیوں — اسکو — سے

شعر تیرا معانی صدقے نبی

لکھ لیتے ہاتاہات گاتے پلات
تے — پلاتے

(۵۴)

رخ کئے میخانہ رخ لے پیالا ہات — ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات
کی طرف — میں — سے ہر ایک کو بھول جاتے

(۵۶)

اپ حسن سوں لٹکے جو توں، مردے سبھی پاوین بعث
اپنے سے چال تو زندگی
سوکے سو پھُل تج دشت تھی تازے ہو کر لیاوین بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں

سب عاشقاں تج عشق مِن جوں پھول بن تازے جھیں
تیرے عشق ہو جائیں
موراں، پپیہے، کویلاں، تج شوق تھے گاوین بعث
تیرے سے

۲۰م

تج نین تھے، سُکھ چین سب، پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ و اور
امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساوین بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہور البوج تھے، دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور مصری سے دنیا میں
تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب راوین بعث
سے مٹھاس

بھواں کماناں، تیر پلکاں، ساند کرائے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو
ہر تیر سوں نو لاک جیو سو تن میں الجاوین بعث
سے لاکھ الجھ جاویں

ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شے اپے اونارا حداث — مٹھائی اپ اُدھر ولدارا حداث

اَپَس مکھ پھول ایسے رنگ بھرے تھے — کیا ہے جگ میں سب گلزارا حداث

ترے دو زلف ہیں جے کفر رنگ کے — کیئے عاشق کے تئیں زنارا حداث

سلونی روپ وَنتی جیو کی پیاری — ہمَن پر لی (لے) کرے ہی پیارا حداث

بچن اس کے کریں رادیں کے سم کیوں — کہ ہے اس بات میں گلزارا حداث

خداوندی اُسے سُہتی دو جگ کی — کیا اپ پیار سوں سنسارا حداث

نبی صدقے قطب شہ دل میں کیتا
محبت حیدرِ کرارا حداث

نبی صدقے ملیا قطب زماں سوں

ملا سے

او پیوجے چھند میں ہے ور ساز باعث

وہ جو فریب

(۵۸)

گنوانے دین کوں میرے نین بتخانہ ہے باعث
پیے زمزم کی ندیاں کیا کم منجے میخانہ ہے باعث

آنکھ کا — یہ میرے لئے

موتیاں کے پیتر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی
ہزاروں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے باعث

میری آہوں — ذہنیہ عشق

بجھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو مکر
توں نا دیوے تو کن دیوے دو تل کا دانہ ہے باعث

کون وہ

برہ شہراں منے جب تھی سٹیا ہوں بیج میں نیہہ کے
ہر یک پھولاں رتی میانے پرت نشانہ ہے باعث

فراق میں سے ڈالا عشق — کے میں محبت

نین کی چلبلائی میرے دل کے بن منے بنچیا
پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے باعث

باغ میں اگائے — کیوں مجھے وہ

نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا
ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے باعث

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں

ہنس

نکو لیاؤ دو گھڑوں موتی مو یک دُر دانہ ہے باعث

مجھے نہ ملا

جب توں کرے یک دِشٹ آپیں دونوں جگت سب جی اٹھے

تو نظر خود

تج نین نرمل روپ سوں تِل تِل کوں دِکھلاویں بعث

تیری آنکھ صاف شکل دکھلاویں

صدقے نبیؐ قطبِ زماں عیسیٰ نمن بولے بچن

مانند

چوندھر تھے جیون کے بدل عالم اُپر چھاویں بعث

چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث
منجے تج عشق کوں ہے راز باعث

غرض کو — مجھے تیرے کو

پیا میٹھ بول تھے ہور اُس ادھر تھے
ہمیں ہیں مت نیں چنگ ساز باعث

پیا کے میٹھے سے اور اس کے ہونٹ سے — ہم نہیں چنگ و ساز کی وجہ سے

نین تیرے کے کیتے دِشٹ چاڑی
چھُپے کیونکر کہ ہے غماز باعث

آنکھ کرتے نظر چار آنکھیں

نظر جیو کوں پیا بھُل مکھ سبب جوں
پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث

دل بھول کر — محبت کی شراب کو

بچن بولے رنگیلی جیسے موتی
۴۲۰. کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث

جن موتیوں سے

کھُلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
ہوا ہے اس تھے اے پرواز باعث

عشق دل کو — سے یہ

تمہارے عشق کا ہیں وو دن پن تھی پیا جیو سوں ۔۔۔ منجے سب عاشقاں میں اب بڑا ہے کر گنو وارث

دووہ بچپن سے دل سے ۔۔۔ مجھکو شمار کرو

نکل سکے وو کن عشق درداں کا کدیں ہرگز ۔۔۔ طبیباں سب ہوے عاجز کہ یک دارو کہو وارث

سے کوئی کے کبھی

گنگا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے ۔۔۔ منجے ڈر کیا تراؤں بار دریا کا ہے تو وارث

ابلا آنکھ آنسوؤں بوندوں سے ۔۔۔ ترانے والا

تمہارے نور تھی پایا ہوں میں پنتھاں عشق کے سب ۔۔۔ رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھی تم رکھو وارث

سے راہیں ۔۔۔ وجہ سے

اودر امید کا ہے توں پکڑو و زور یک چت سوں ۔۔۔ اودر کا حلقہ کن میں یا کے ہیں تیرے انو وارث

وہ تو اسکو دل ۔۔۔ اس کان میں ڈالکر

معانی کوں وو انگن کا گر عنبر تھے ہے خوشبو

کے لئے اس صحن سے زیادہ خوشبودار ہے

منجے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث

وہ خوشبو

(۶۱)

تو حسن کا جھمک ہے جیوں کی دلیری حارث ۔۔۔ تو پگ پکڑ کہیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث

تیرے زندگی ۔۔۔ تیرے قدم کر کہا

اپنے نین کی کدنا باتے کمند کر گل ۔۔۔ کھینچیں نہ اپ طرف کیا اُن کوں ہوا ہے باعث

اپنے

مسجد نمن کیا ہوں اُس ابرواں کوں سجدہ ۔۔۔ میں بندہ ہوں گنہگار بخشو مرا خباثت

مانند اُن کو

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث　　ساقی دے منج پیالا جاوے صیا حوادث
انکھ　مجھ　　مجھے

پلکاں کے بال بھالاں نا مارو میرے تن پر　　آسان اُساساں تھے دل میرا لیا حوادث
کے بھالے نہ　　دل سے

کیا کام آوے منج کوں اے لال داکھ مستی　　موسے منے چڑھیا ہی نہہ مے پیا حوادث
مجھے　یہ　انگوری　　امیدُں کی آہوں　سے

باتاں کتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیا ل　　غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث
کہتے　کی　اور　　میرے　میں　چڑھی　عشق کی شراب کی

تم ناز حسن سکہ ہے دل اُپر ہمارے　　رقیباں رقم نہ بوجھیں ہی اے جیا حوادث
تمہارے　کا　　اور　یہ

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہنہ سکے　　کھل کھل کتاباں پڑھتے دل کوں دیا حوادث
نہیں سکتا　　کھول کھول کر

او طاق ابروان دیکھ موی معانی فرت
بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حوادث
جینا

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث　　عریضہ اپ بندی کا اگلمک کن دھر سنو وارث
دل کی　ہو　　اپنے　یہ ذرا　کان دھر کر

جوش غم پکڑیا ہے دیو نہہ کا لنگر تمیں
عشق
اس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کر و تم سے غیاث

میں پلک او پر پلک نا مار کھوتا عشق باٹ
کا راستہ
منج کوں اپنا ہیو کہے تو سب مینے او ہے غیاث
مجھے

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں نھن پن تھے پیا
مجھے بچپن سے
دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین وے غیاث
کچھ

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت
ہمیشہ
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے تو جی لے لے غیاث
اور سے

(۶۳)

موزین ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث
چپ رہ توں عقل کرتی وو دوں کلام بحث

کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرد
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث

پرکار منے پکڑے تو زلف دور میرا
....
مانند تیرے

دیتے ہیں خوبریاں سب کے نین میں جلوے
آنکھوں
مکھ خال نقطہ منج پر کرتا اہے حواث
چہرے کے خال کا مجھ

نیناں کے دھار اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے
آنکھوں سے
کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث
کیوں

بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا

ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس میں ناجث
کچھ اپنے آپ

(۶۲)

بچھڑی کے درداں کوں تم ہونٹاں کا منج کوں مے غیاث
فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث
وہ چڑھے میرے لئے

میرا سُد بُد سب لے کر کے ہو رہتا تے ہیں جُدا

دل کے آماں ہور اُساساں کا ہوا ہے نئے غیاث
اور آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر داپ جیو کا
جو اپنے دل

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجے پے پے غیاث
دیں

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھال کے موتی صحی   کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آکھو حدیث
مالا   کہو

شمع تم مجلس میں قصا آپ زباں سوں بولیا   ۴۸۰   رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حدیث
تمہاری   قصہ   اپنی   سے   بولا   سچے   مجھے   تیرا

سب گنہ تیرے معانی دھو گئے اس یاد سوں
اسکی   سے

نقش کر اپ دل منے توں دو جہاں میں سو حدیث
اپنے   میں

(۶۵)

جنے پیوے او نین جام اُسے جام عبث   زلف پھاند منے الجھیا ہوں منجے دام عبث
جو   پیئے   اس آنکھ سے   کے پھندے میں پھنسا   میرے لئے

بزم میرا سو تمن یاد تھے روشن رہے جم   جیو کی دوری بندھیا ہوں بھیجنا پیغام عبث
تمہاری   سے   ہمیشہ   دل   باندھا

جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں   اس کا ناؤں نا لیو و کوئی لینا ہے او نام عبث
دل کے   آئینہ   کوئی   تم کو   نام

عشق کا ملک تری یاد ستی جیتیا ہوں   دستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث
سے   جیتا   وہ   نظر آتے   آگے

تمہارے عشق میں جیوں موسیٰ گگن لگ انپڑیا   اس چھجے پر چڑھیا ہوں بھی منجے ہے بام عبث
آسماں تک حاصل کیا

تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں   اس تھے جھگڑا کریں ال خاص بھی ہور عام عبث
سبب سے   اور

بوسے کے توں سیتی نہ آئے اے جیو سم ۴۷۰ ہر کن کرے وو بحث اہے اس کا خام بحث

سے دل مقابل

رستم ہے حسن کا بِکٹ اپ نیہہ فن منے کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث

ہمارے عشق کے میں وہ میں

لازم گناہ کرتے ہیں کو توال و قاضی سُن میں شرعی ہوں کی کرتے اہیں لوگ عام بحث

سنکر

نازک ہوا ہے شیشہ تھے دل اس رکھو سنبال لاگیا ہے ہم تمن کوں ازل تھے مدام بحث

سے کو سنبھال تم کو سے

لیکھے اھیں معانی کے انگارہ تج رقوم

لکھے ہیں

کچ ہور یاد آوے تو وہ ہے حرام بحث

کچھ اور

(۶۴)

اُس کے مشکیں خط کا میرے دل اُپر لکھو حدیث عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث

ایک لمحہ

بات میری کہہ رقیباں دھرلئے طاقت مرا تم سلیماں ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث

کان دھر کر میری

تیرے طاق ابرواں کا کن میں پایا حلقہ سُن اب منجے زیبا ہے کہہ بولو پیا یک دو حدیث

کان ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف تو نیَن کے جام کا مے پیکہ پڑتا اد حدیث

تیری آنکھ پیکر

معانی[1] مست تھا او ترک اس نس
رات کو
موبا تاں عرض کی تل یک دو نا بوج
میری

(٦٧)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دسے مجہ آج — دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج
کے مانند نظر آئے مجھے
گھوکر
تمہارے مکھ کے پنہل جل میں مچھ عجب ترتی — خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سرتاج
صاف پانی مچھلی تیرتی ہے — تمہیں حاصل
ترا او دن سو دیا نور حور جنت کوں — بھوں[2] تیری سو اعرافیاں کوں دینے داج
چہرہ
تمن دو اُر مکھ ہے نگیں سلیماں کا — طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج
تمہارا چہرہ
ازل تھے عشق کے پلڑے کتیں کئے مج بٹ ... — فقیہ و زاہداں میانے منجھے کئے ہیں سراج
سے — میں مجھے
ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت — سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو مو علاج
تمہارے فراق سے — فراق اپنے سے میرا

نبی کا داس معانی[3] ہے عرض خوب سنو
غلام
سکل شہاں منے شاہی کا منج کوں دیو راج
تمام میں مجھے

---
[1] قطب شہ [2] بھونک [3] قطب شہ ۔

اے معانی توں پرت شوق کا پایا ہے لذت
(تو — محبت کے)
قند نابات مٹھائی اہے تج کام عبث
(تیرے حلق کے لئے)

ردیف ج

(۶۶)

طبیباں دیکھ کر مو درد نا بوج — کہ دارو مدد بھیتر کا یو نا بوج
(میرا — نہ پہچان سکے)
ملن کا سد دیا بوجک ستارا — ۹۰۴ ولیکن فتنہ جیو کا تو نا بوج
(وصل کا یاد دلایا — بتلانے والا)
کون شعلہ تھا کیتا رخ جو جگ من — کہ عاشق غیر عاشق کوں جو نا بوج
(کیا — میرے دل کی طرح)
وہاں تھے باس خوش بارا لے آیا — ولے مجھ باس مخفی تو او نا بوج
(سے — میری — اسکو)
گگن کہتا جو دو تن تجھکوں دیکھیا — ادھر پر چین دانتاں کا مو نا بوج
(خراب گن — غیر (رقیب) — ہونٹ — نشان — میرا)
کتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیں مج مست — جنوں تھا دو پیرن کا سو نا بوج
(کہتے — دیکھا مجھے)

ل طبیباں ناز میری دیکھ نا بوج — دیویں دارو بھتیں مو درد یو نا بوج
(نا سمجھ)

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے
خوشبو سے دل

ناچ کر ہور بوسہ دیوُوں میں تزنگ کا نال تج
اور گھوڑے کے نال جیسا

شکر کر چھن چھن معانی آپنے پروردگار
ہر لمحہ

نیہہ باغاں میں گلابی پھُل کھلے ہیں لال تج
محبت پھول

(۶۹)

چند املھ پر کلی کن دیکھنے باری تھے بالاں کچ
چاند جیسے چہرے سہیلی

غصے سوں اس اپر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں کچ
سے اُو ۱ه
سے کچھ

تمارا حسن میرے دو نین میں نقش باندیا ہے
تمہارا آنکھوں باندہ دیا

جے کوئی دیکھیں تمن کوں کج ہوویں انکے نہالاں کچ[1]
جو تم کو کچھ

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او ناز کا ڈلنا

کبھی وہ

سہاتے ہیں اوں کوں ناز ہور چالے و چالاں کچ
زیب دیتے اُن کو اور

[1] جی کوئی دیکھوں۔

(۶۸)

دن ازل تھے جیو تاراں سوں بنیا ہوں خیال تج
روز سے دل کے سے بنا تیرا
نقش بندی خیال ہیں مو دل ہوا ہے خال تج
میرے میں تیرا

نین پتلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں
آنکھ
نیہہ کے طبلاں بجا درپن دکھا مو گال تج
عشق آئینہ مجھکو تیرے رخسار کا

اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات
آنکھوں میں
کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج
پہچانیں تیرے

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا
کی
جانے وو اپ دل میں بسلایا ہے پیرت ڈال تج
وہ اپنے بٹھایا محبت تیری

مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح
میرا
ایک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج
لمحہ

پیا منج خاص خیلاں میں گنے ہیں   کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج
مجھے   مجھے بہت

خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز   پرستش نا کرے اُس دل رہو رنج
اپنی صنعت سے کو   نہ کے میں رہے

منگے عاشق جو اُو پھول حسن سُنگنے   کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج
چاہیے اُس کو نگھنے   دل کی

ازل سے تھے حسن کا دل کارخانہ   کہ اُس کے تار پوداں کا سہو رنج
سے

معانیؔ[1] کوں تمن غمزیاں تھے نِن ہوش
کو تمہارے سے نہیں ہے
نِچھل صوفی بندا ہے نا رکھو رنج
اٹل بندہ نہ

(۱۷)

او چشمۂ حیات کوں نا لا خدا توں رنج   اُس وہن تھے عاشقاں کو ملیا ہی پریت کا گنج
اس نہ دے تو   عورت سے کو ملا محبت

مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے   مو آہ درد دیکھ حکیماں کدھیں نہ رنج
میرے کرنے کے لئے تو   میری کبھی

یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا   ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج
میں مشہور ہوا اور   مانند

مو سیس اُپر بھنواں کا انکس کاہے راکھتی   نیناں کے شہر میانے بندے ہیں ہنجے سنج
میرے سر پر کیوں   آنکھوں میں باندھنے مجھے

---

[1] قطب شہ

جیتے ہیں سمند، ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے

حمائل نمنے بائے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں پچ
اور
مالے کی طرح ڈالے

گنوائے غم گیا میں باغ ہیں دیکھیا عجائب کچ
دیکھا کچھ

پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں پچ
کے لئے

دو دل ہور پونگ کے موتی تمن کن میں کرے باتاں
اور تمہارے کان

اسی تھے ہو کے نرل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں پچ
سے

معانی عشق کے تاراں سوں بنتا ہے سراسر سب
معانی

سراسر کن نہ بن سکیں اُنوں کے ہیں خیالاں پچ
کسی سے سکیں اُن

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج
دیکھو

توں اپ پائیں سوں اچھ اُن تھے نکو رنج
اپنے کے ساتھ رہ سے نہ رنجیدہ ہو

تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب
نہیں

کہ عاجز ہوں منج او پڑنا کرو رنج
مجھ پر

ؔ قطب شہ

ہونٹاں کے نیر پی کے معانی دیسے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج
کو

(۷۳)

سکی آج پیالا انند کا پلا منج
خوشی مجھے
دیا قوت اُدھراں کی مستی دلا منج
اور جیسے ہونٹوں مجھے

محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں
نظر آتے بہت سے
سکی لیا سجن کوں منا کر بلا منج
لے آ کو مجھ پاس

گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوں
موتیوں سے
پیا آرتی ہتائیں پیو کوں ہلا منج
کی پوجا کے لئے پیا

ترے نیہہ بن جیونا منج نہ بھاوے
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے
۴۰۵ مسیحا نمن آپ دم سوں جلا منج
کی طرح اپنے سے مجھے

ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں
بدن تیرے بن نیں ہے نیکا طلا منج
بغیر نہیں اچھا سونا

ترے حسن بن ہور منج نین میں کد
کے بغیر اور میری آنکھ کوئی
نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج
سے

نبی صدقے قطبا علیؑ مہر سیتے
سے
بند صادل کہیں نیں اُن بن ولا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

تو ناز کی سوں جانو نا کس کا بھلاں کے دل
تیری سے بھولے
پیشانی ٹیکا لائے ہیں سیندور جیو برج
اچھے رنگ والا

مو سر منے چڑیا ہے خماری او یار کا
میرے میں چڑھا
اس یاد سیتی پیالے پلا ساقی چار و پنج
اس کی میں

تو نین قصہ حسن کے معانی ہوا ہے مست
تیری آنکھ کا

اب نینہ کی ترازو میں کھکر توں اسکوں سنج
عشق تو تول

(۷۲)

صبح جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج
میرے دل میں سے
غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج
میں

پیرت کا ناز راز تمن کو عیاں اہے
عشق تم
روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج
کو

تم لعل ادھر تھے پائے ہیں یاقوت رنگ سر
تمہارے ہونٹ سے اچھا رنگ
سو رنگ بھرے کوں نہیں اہے پاناں کا احتیاج
ہے پان

تو نین دشٹ تھے نہیں ہے صبر کوں قرار
تیری آنکھ کی نظر سے
تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج
تیری کافر سے

مو خاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے
میرا سے
ہم تم میں اس تھی نہیں اہے پیماں کا احتیاج
وجہ سے نہیں ہے

مو نین میانے بیس کے بھی کیے نہ آوتے
میری آنکھ میں بیٹھ کر بھی کیوں نہیں آتے
مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج
کو

لہ قطب شہ

جنے ثابت قدم ہے عشق میانے / دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج
جو / میں / محبت / سر
جنے کامل کیا ہے پیم اپنا / غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج
جس نے / عشق / نہیں ہے
پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد / توں یوں بُوجے تو تج دکھلائے منہاج
محبت / سمجھکر / ہے / تو اگر / بوجھ / تجھے
پرت تج کوں کرے گر تیر باراں / توں اپنا سینہ کر اُس تائیں آماج
محبت / تجھے / کی بارش / تو / کے لئے آماجگاہ
نبی صدقے قطبؔ دو جگت میں
علی کا مہر تج سر دُرۃ التاج
تیرے

ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہی ٹیلا اوُنے کوں مباح / پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاوُوں نجاح
تیرے / ٹیکا / لگانے / جائز / ٹیکا / نجات
لو جن کی پتلیاں کے تبخانہ کوں کیا سجدہ / فقیر و ناتواں ہوں میں کروں اسی الحاح
آنکھ
کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات / جو سر تھے بائے پھر اکھو نپہ مکھ دسے اصباح ۶۰
بال / کے لئے تو نظر آئے / پھر سے / چہرہ چمکے

(۷۴)

بخشش قیمت مجھ
دنیا کے کارخانہ کا نہیں زر بیا سو لک کیچ — سُنے کے تا رجب جانگے نکل کر تب رہسے وَچ
سونے جائیں گے
سو دھن میں کونپلیاں پیچے سو لیو کونپلیاں ہت — تو اس تھے مدعا پا کر دسے گا عاشقاں کیچ
اچھی عورت پھوٹے اپنے ہاتھ میں — سے نظر آئیگا
ترے قد سدرہ و طوبیٰ نمن سچلا سہاتا جو — لگے تو رس بھرے میوے نگیلی تجکوں او دو کیچ
کے مانند سچا زیب دیتا — تب تجھے وہ پستان
سنے کے باغ میں تیرے بہشتی میوے پھنتا ہوں — کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہیں سب پیچ
سینہ — سامنے سوکھے ہو ہیچ
اُمید اُن باغ میں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے سب — شکر کر میوے کھا کر توں کہ اپنے جیو تھے او لیچ
کے مجھے — تو رنج دل سے نکال دے
بنگی شاخاں اُپر پالی رکھے آر اغصے سیتے — رکھے گا میدھی شاخاں پر اگر آرا تو ہو گا لیچ
ٹیڑھی
سے
سمومی باد اب ہمنا ڈراتا کیا ہے گرمی سوں ۔ ۵۵ ہمارے باغ کوں نہہ باؤ لگتا، باؤ تیرا ہیچ
بادسموم ہم کو سے — کو عشق کی ہوا ہوا ہیچ

(۷۵)

برہ منج جا جتا ہے سائیں تم باج — مرے مندر تم آدیو وصل کوں راج
فراق مجھے جگاتا تمہارے بغیر — مکان
جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے — اسے نیں عاشقاں کے صف منے لاج
کی خاطر — نہیں ہے میں شرمندگی

باتاں عشق کیاں منج یوں دو لگر نہ پوچھو ۔۔ غم کی بیاہی دھویا یک چھن مِنے صبا صبح

کی مجھ سے کہکر میں

دو دل سیتی تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت جیو کے نین سوں ہرگز نا دیکھے دلکشا صبح

سے تم سے کرتے محبت دل آنکھ سے

میرا خمار توڑو اپ حسن کی نگہ سوں جیوں مے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح

اپنے سے جس طرح سے

تسلیم کر معانی او طاق ابرواں کوں

اس

گدا کا حاجت بر آیا ہے کو صبح......

(۷۸)

ترے ہونٹاں کے رتن تھی سنیا ہوں بات صحیح عالماں اس کوں نہ مانیں تو دسیں سب میں قبیح

سے سنا نظر آتیں

دل کے باتاں بوجھے معشوق پیر کے حق میں کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح

پہچانے کی محبت مجھ سے

تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پر نور تو ہمن علم کو کہتے اہیں سب لوگ فصیح

سے نظر آتا ہمارا ہیں

سینہ چھیلے گیا ہے باو اُساساں تھے پیا ہونٹاں کا پھونے ملم لاؤ کہ تا ہوئے ملیح

آہوں سے مرہم

زندگی نیر اُپر میل نہ کر سوں ہرگز مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح

آب حیات تمہارے ہمارے دل

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے — کہ مرتھے ہوون جوان اُس تھی پاو تو راح

پھر سے — سے

بھواں کماں نین تیرے تھے کتن نہ چھوٹیا — ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح

کمان ابروئے چشم سے کوئی بچا

تمہارے ہجر دریا میانے بایا نہیہ کشتی — ہلیا ہے ذوق کا بارا نہ جانے کن ملاح

کے میں ڈالا عشق کی — طوفان نہ معلوم کون

پیا کے مکھ میں وسے جوت خضر و موسیٰ کا — کہ اس کی یاد کوں توں ورد کر مسا و صباح

رخ نظر آئے — کو تو

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ منیا کرو ساقی — خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح

ہم سے — کے

محبت

معانی بھید پایا اُس یاد نور تو دل میں

تیرے

اُسی تھے دستا ہے روں رو ترا کہ جیوں مصباح

وجہ سے نظر آتا ہے روشن روپ

(۷۷)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح — دو تن کی جاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح

مجھے خواہش — غیر رقیب چغلی سے

سائیں کا راز مستی تج پر چیڑیا دعا کر — شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح

کی تجھ

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے — کیوں یک دو پیالے نا پیوں دستا ہے صفا صبح

سے — نہ نظر آتا

(۸۰)

تمھاری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبوح — او یک قطرہ لہو تامیں توڑیا توبہ نصوح

رات — وہ ایک

رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجے جلاب — کہ مرتھے ہوؤں جو اُس تھے پاؤ قوت روح

تم مجھے عرق — پھر سے — سے

تمھارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت — سنے جو یک چھن او عرضہ ہوئے منجکو فتوح

بھیجا — ایک لمحہ وہ

تمھارا حسن دکھیا جب ہوا ہو جیوں جمشید — تمھارے ذکر تھے پایا ہو عمر میں جیوں نوح

نظر آیا — مانند — مانند

سے

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا

کہ رات دن سے اُسکوں پیا کا مکھ جیوں یوح

نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعائی قدح — کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح

تم قبول ہو — نئی

خبر لے آو تمیں میرے تیں پرت جاسوس — کہ میرے سر میں رہیا ہی اچھو ہوائے قدح

تم پاس عشق کے — رہا اب تک

اُسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا — تمھارے ہونٹ اچھینگے جسے بجائے قدح

کے — ہوں گے جس کے لئے

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے — او خماری چڑی منج سر میں صحیح ہور صحیح

بھرا — وہ — چڑھی تیرا — اور

تو کنک دشٹ تھے ہوا ہے معانی سُنا

تیری ترچھی نظر — سے — سونا

نہیں حاجت ہی نبی چودہ کون کرنا تشریح

(۷۹)

نین تمہارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح — خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے مات صریح

آنکھیں — ہم سے — کو

لوچن کے بھالے چبھے ہیں تو عاشقاں دل میں — اماس آہ کی باتاں تھے دیسے رات صریح

آنکھ — تیرے — سے نظر آئے

لوچن اُپر بندے ہیں تم خماری کا پردہ — عشق کا آب نوا باندھی ہے دعات صریح

آنکھ — باندھے — نیا

ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت — خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح

تمہاری — جسم

تمہارا خیال لوچن نیر میں ترے مچھ ہو — کہ سبھی ..... میں تو منجے دکھات صریح

آنکھ پانی — تیرے — مچھلی

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سا میں ہیں — دو تن غرض کیا تیری ذات ہی نجات صریح

بہت — ہیں — رقیب — بُری ذات

معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی

تجھ سے

توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

تو

معانی کون نہیں ڈر غم کی موج طوفان تھے
سے

پیا کا لطف نہ کرسے کدھیں ہمن مجروح
نہ کر سکے کبھی ہم کو

(۸۴)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح — ہونٹاں کے نا دمیانے ہے دوا روح
سے دل — مانند درمیان

نگین نمنے ادھر کوں چین پکڑے — نجانے جین میں او جین کا بہا روح
نشان کے مانند ہونٹ — اس نشان قیمت

شکل بن آرسیاں جگ کیا ہوں میں صاف — دیکھو مکھ آرسی دیسے صفا روح
آئینہ کی — چہرہ آئینہ میں نظر آتے

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر — اُنوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
جھکے سر میں سمایا نہیں — اُن سے بیگانہ

نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت آتانی — حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح
آنکھ کی بہت

ہوا درپن سکندر تم تھے روشن — کروں کیوں جام جم پر میں فدا روح
آئینہ کا سے

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کے تیرے

کرے نت نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

شراب خانہ صرا تھے چڑھے نہ مستی منج — ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح
ہماری مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساقی — دوناؤں سیتی پلاتا ہوویں فدائے قدح

ہوا ہے مست معانی صراے بحر تھے
کہ پیو کے نین کے دستے اہیں لوئے قدح

(۸۲)

تو مکھ کی نازکی ہور باس تھے سمن مجروح — کئے ہیں بیر پہ جو پھر تھے کانٹے تن مجروح
تھڈی کے خم تھے پلاؤ ہمیں کوں لعل مد — ہمارے ہونٹ ہو تم کو بے چومن مجروح
ہوا ہے جہا خیالاں تھے شیشہ مو دل کا — نہ دیکھوں نورسوں مست نینگے نین مجروح
مو تن کو کئے ہیں جیو بیل زلف کی پھانسے — انجھو تھے پاکتہ کرمالی کا وطن مجروح
ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں — دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح
کمال ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر — ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح

باس پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم — کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں ہنا گستاخ

تمہارے بال میں — اپنی سے تمہارے بال

بوجھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل — یے معما میں دو تن بات کوں سننا گستاخ

پہچانتا — یہ رقیب کی

تم ادھر تھے پائے ہیں پانی ہے رنگ لعلی کا — وو اودھر باج اودھر ہور ہے چُمنا گستاخ

تمہارے ہونٹ سے خوش رنگ والی — وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا

حسن باغاں میں کھلے پھول بہت ہور رنگ رنگ سوں — تہماری باس تھی بھی پھول ہے سُنگنا گستاخ

سے — سونگھنا

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہوا خوشبو — نافہ میانے تھے دوجا نافہ کوں چھننا گستاخ

ہرن تمہاری سے — میں سے دوسرے کو گستاخی ہے

تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں

سے

مجنوں انگے ہے پریت کہنے کو کہنا گستاخ

کے سامنے محبت

(۸۶)

غیر جب لیوے تمن نام ہووے میرا دہن تلخ — شکر و شہد پلاویں تو نجاوے وو سخن تلخ

تمہارا — وہ

بھالے پلکاں کے تمہارے ہیں جراح قلم جیوں — میں قلم بال ہوا ہوں کر دمو یہ نین تلخ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوے ہیں سب — جن کنگر جوت نہ پاوا ہیں اُس کے سوں مجھن تلخ

کے کے سے — مجھ چمک ہیں

ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے من حسن کا قصا سب شاخ — جن نہ سمجھے یے قصا سینہ ہی اس کا سنگلاخ

بات دو تن کی تمن کان منیں ہے محرم — آس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

جب کنگھی بلیے تمن کیس منے ناداں کوں — عاشق او نیش کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ

مصطفےٰ ٹھانوں ازل تھی دئے ہیں حیدر — جنے شک لیا و دیکھے جیوں کہ تنورِ طبّاخ

نار کے نور کا پیالا دے منجے ساقی توں — پھکنا اغیار کا دیکھ پکڑیا ہی سو دل نفاخ

حال تمنے دسوں میں عاشقاں بین تھے پیا — بات چوگان لیو و نہہ کا میدان ہے فراخ

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کھو
اس کی یاداں سیتی جھنتا اہے عشرت کا کاخ

(۸۵)

چندنی مکھ کے اپر مکڑی کا ڈلنا گستاخ — ۶۲۰ — جب رکھے کان اپر تو دسے ہمنا گستاخ

عاجز ہوا اِس فن منے سب ساحراں کا سحر — دو تن گنہناں تھے ہوا ہے سب ہی فالج
ہیں — رقیب کی — تھے

جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی
ہمیشہ سے سب دنیا
کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ ۶۴۰
کرتا

ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتے دند — کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند
تو ہم سے دشمنی — سمجھتا

نظر پڑتی ہے دوتی پیو دِشٹ پر — کہ زیبا دسے اُس نین اپنے چھند
غیر پیا کی نظر — دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو

سکی چال نا کر مو پیاری سیتی — کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
چال نہ میری سے — کھٹکتا میرے

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے — دو تن اُس کے نیں پیو اُنگے ارجمند
عشق پسند ہے — رقیب اس وجہ سے نہیں کے پاس

نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں — سجن قد ایسا سرو کوئی بلند
کسی کبھی — کی طرح

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں — دِسے یوں اُنن ہت میں جیوں سورج چند
کا کر کھڑی ہیں — نظر آئے ان کے ہاتھ جسطرح سورج اور چاند

پھول کلیاں کیئے مجلس خوشی یوں مل چمناں میں — دیسے یک بیل کوں یک پھول میٹھا ایک سمن تلخ

نظر آئے

عاشقاں کیئے ہیں منج کوں ہد پیو پیرت میں — بن تمن تیر اہے منج کوں دوجا تیر دیکھن تلخ

پیا کی محبت مجھے — بغیر تمہارے تیر کے مجھے دوسرا دیکھنا

تیرے نگھار کے موتیاں تھی پڑیا جگ میں اجالا — دسیں اس جوت کے انگے تارے ہور رین تلخ

سے — نظر آئیں روشن اور

چاکھیا شیرینی معانی تمہارے مکھ مٹھائی کا
توا دھر تھے جو دو مٹھائی نہوے کدھی بچن تلخ

چکھا — تیرے ہونٹ سے کبھی

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج نوا تلخ — پلکاں کے بچن یوں نہ کرو میرا ہیا تلخ

آنکھوں نئی تلخی — ذکر سے دل

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ — پیو نیہہ کے کھونٹے بنا ہے میرا جیا تلخ

ہمارے تمہارے میں نغمہ — پیا کی محبت بغیر دل

تم ہونٹ مٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہونٹ — اپ نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پہ کیا تلخ

تمہارے کی سے میرے میں — اپنے عشق کی سے شیرینی مجھ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے — ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سرا تلخ

عشق سے مجھے — سامنے شراب

شہ کر گنے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں — صندل رکھو سر پر نکرو کدھی میا تلخ

شاہوں میں شمار کیئے میں مجھے — کبھی محبت

(۹۰)

ہمن سوں یک ہو غم کرتا ہے فریاد — کرو ہم دونوکوں اس غم تھے آزاد
ہم سے — کو سے

سٹیا اُمید کے تخماں زمیں میں — میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد
ڈالا

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ — کرو بادِ صبا سوں منج کوں ٹک شاد
میری تمہاری خوشبو سے — سے مجھے

لہو رنگ کا بسنت لیاوو کہ کھیلیں — ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں اُستاد
لاؤ — ہم میں اور تو ہے

خیال اُس حسن کا منج جیوں سوں پکیا — پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹک داد
کے ہیے دل سے لگا — بغیر سے ذرا

نہ بوجھے آدمی اُس ناز کا ناز — لکھن وو ناد نا آوے کس اوراد
لکھنا اسکی طرح نہ

کتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا — وو خط و خال کرتا منج دل آباد
کہتے کہ سے نظر آتا — وہ میرا

ہنر ہور لے ہنر ظاہر ہمارا — محبت کا قبا پیناہوں میں شاد
اور

پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں مے — ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد
ہیں

اُماساں آس سیتی کرتے ہیں بات — ہمارا آس برلیا قد شمشاد
آہاں امید سے — برلا

محمد غلامی تھے قطب زماں

کی سے

سکیاں گل میں بایا ہے اپ نیہہ کا پھند

کے گلے ڈالا اپنی محبت

(۸۹)

پیاری بھنواں ہیں تیریاں جوں کہ چند — اُسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند
تیری چاند

توں سولہ سنگاراں کوں جب پن آئے — تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند
تو کو پہن تجھے

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج — تجے کون سکلائے اے مست چھند
تجھکو تجھے سکھلائے یہ

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے — نظر نا لگے تیوں کرو اُن سپند
بہت سے جمع فتنہ سے اسلئے کو

سہاتی ہے مہتاب کی رات چھب — کر اُس نور کی تِلی سوں مل انند
زیب دیتی سے ملکر

پیا گھر میں دِن دِن صفت عید ہے — کہ عیداں ہو باں اُن تھے سب ارجمند
ہوئیں سے

نبی کی غلامی میں ہے قطب شاہ
صفت اُس کے ہے ناؤں کی چاروں کھنڈ
نام

اے معانی سب کے بولاں دہر تے ہیں شکر و لیکن

بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خدا داد

کے مانند میں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد
اُٹھیا فریاد از حد دیوٹک ہمناں کوں تم داد

نین تپلیاں چنچل چابک اران جیو کے منج
جنا و رہیں ہمیں تیرے ہمارا توں ہے صیاد

سکی تج ناک کی پھلڑی کہ ہیرا یا قوت کا دانہ
کہ سب دانے بسر کر میں ہوا او دانے تھی آباد

لٹر پیری ملرگاں کا تج نین تپلیاں میں الجھیا
پیچ رہ کر ہوا ہوں میں تو اس کاماں میں استاد

الف ہور میم و عین ان جگ منے ہور کچ نجانوں پیچ
کہ میں ہوں خاک تج رہ کا کرو مو خاک آباد

اِن شیرینی سوں شیریں کئے سب کام شیریں
کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑاں سوں جیو لڑتا ہے فرہاد

بسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نمازاں
ندیوں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد

کمینے گماں پر توں چھانوں سٹا اپنے کرم سوں
کہ جیوں سٹتا ہی چھانوں اپ اگھانس پچ دو قد شمشاد

سایہ ڈھال

جسطرح ڈالتا سایہ اپنی وہ

معانی بے خبر باتاں توں کہتا
تیری
ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد
تو اپنی

(۹۱)

موعل بنیاد نا جانوں کہ کیوں کیتا ہے بنیاد — مرتضیٰ کا با نظر بنیاد تب نا ہوے فریاد
کرتا
میرا
رنگ میرا کس رنگاں تھے نا پکڑے رنگیا ٹک — سب رنگاں تھی دھو گیا ہوں یا علی منجکوں کر آزاد
سے — سے
رنگا
مستی کی باتاں کہوں یا رات کی باتاں کہوں اب — دونوں قصہ کھول کہتا چوکن بخشو تم ہیں استاد
ذرا
اے ہما میرے خیالاں کی ہوا میں اڑتا ہی توں — گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد
اڑتا — تاکہ
جیعہ کی باوا تھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار — اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں امداد
ہوا سے — مجھے
لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کیتاباں — تم پڑھاؤ موکوں ابجد تا و سوں سب میں ارشاد
کتاباں — مجھ
صحیح کرے ہیں سبھی استاداں اس ابجد کی کیتاباں — جن بوجھی وو علم سب علماں تھی ہووے گا ان آباد
صحیح — جو — سے — وہ — وہ
بے نقط اعراب اس کرتا ہے تعلیماں منجھے ان — ہیں اگر چو کوں گا اس میں تم نہ پکڑو وہم پہ ایراد
وہ — سے

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا ایسے نور پدید — میں نجانوں تمھیں بوجھو کہ کون ہے یو عید

سے — یہ — پہچانو

اب تو تج دیکھتے سُدبُد تو مرا کھوئے گیا — کس کی مجلس کوں معطر کرے ہوئے کس کی رشید

تجھے

اُس چومن تھی مو چومن دور خدایا نہ کریں — کہ حیات آب و لب ہے مرا دل اُس پہ کشید

کے چومنے سے میرا چومنا — اور

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے — پوچھو خورشید کوں کس تھی تجھے یو نور رسید

تمہارا — سے — یہ — پہنچا

نیند بھانے سو نین جب تم ہی اپنے موں پچھے — ساحران کا سبھی سحر اُسی لحظہ درید

آنکھ — بند کی — پھٹ گیا

کیمیا وشٹ دم عیسیٰ ہور بھاگ ہیں فتح — ایسے دُر دانہ کے ہر بات میں میرا سو کلید

نظر — اور قسمت

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس

ہوئے انجان سو پیو جانوں کدھیں آپ شنید

نہ سنا

(۹۵)

ہوت ومن تھی ہیں منگتے دو اکھ لیسے ساقی بکھ ودر — چکا کر اپ نین تے لعل مد میخانہ کوں پرور

بہت — سے — انگور — اپنی آنکھ سے

دنیا کی دھوپ آ پچھاں تھی معانی توں نڈر تل
جمع آنچ
دکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد
سے مجھے

(۹۲)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد
جو
جو کوئی قدم رکھے کج باٹ میں سو اُن افتاد
راہ
تمہارے کام میں مو کام کا نفیر بجیا
جو / وہ گرا
پڑیا ہے کن میں وو آواز سب آواز آباد
پڑی / کان
میرے / بجا
تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تھے نازک
وہ / بعد
او باو گانٹھ کیے عقل تھی کدیں نکشاد
کو سراہے / ہوا سے
وہ ہوا / کوئی بھی / سے کبھی
گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا
او پوجنا تھا یقیں اُس تھی میں ہوا آباد
تمہاری
سے
گدا تراہوں کروں میں گدائی کس در کن
وہ
سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد
کے پاس
اس / سے
وال کر نہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو
کبھی
ترا نصیب ازل تھی لکھیا ہے یوں استاد
سے

کہیں معانی کوں ہنوز دعا قلاں سارے
بچہ
۶۹۰
ہیجے بسرا ہیں ابجد کے کرتے سرتے یاد
بھول
پھر سے

(۹۶)

جنوں کے دل میں او صورت ہی انکو ہے آنند | دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند

عشق کا جزو ہوا چھند بند سیتی تمام ۱۰ | ای جزو کوں نکر و ہور جز سیتی پیوند

بتی مو تن کا تن نور تھے ہوا روشن | کہ تل تل اُسکوں نہ کتر وان تھی ہے خرند

جی کوئی کہ عید کے دن پیو پگ پہ اکھے ہاتھ | ہر روز ہر مہ ہر سال اُس نہیں مانند

زاہد کی باتاں مکر کیاں ہے پلا ساقی | کہ ایک دو پیالے پیکر لہو سو آرنہہ کا سمند

شراب فائدہ نیں کر کہتے ہیں لوگاں سب | مجھے ای بس کہ کیا ہے خلاصی عقل کمند

جو عالماں نہ رکھیں مدرسے تھے باہر قدم | سو آکے سکھتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند

قلم کے نینے جینے ہے تمہارے فرماں میں | پلاؤ چاؤ سوں شربت او سے محبت قند

معانی کوں نکو دیو یاراں خاص و عام شراب

سو اس کے نیہہ کا مدپی ہوا ہے دولت مند

تمن ویسا موتی کن جو ہری پایا نہ ہو رہیا ہے — غوطے کھا کر ہوویں حیران غواص نیں کن ہی مرد

نین دل کا ہے جھگڑا کن کے وسر کتا بہوت مشکل — اگر آکہو توان کے جیو میانے تھے اٹھے گا گرد

یون کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی — عجائب نیمغمنی میں کھیلتے آپ حسن میتی زرد

تمن کوں حکمتاں کن سکھلایا کہ پوچھیا پیو کوں — سکھلایا ہے حکیم او منج جنے تصویر تن کا گرد

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں سارے عالم میں — انداز اکیا ہے رستم کا کہ کہو سب میں یوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں — ہنالا نیہہ کے پنجا دو کر دنگا دکھ کے پھوں لا سرد

جے کوئی اپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں لا دعوی سوں — وہیں تج مکھ کے مہتاب انگے انگے مکھ کے دیو زرد

رقیباں اپنے تار پود میانے بلیے غم سیتی — خدایا انگے بستر کوں نکر ہر گز کدھیں گسترد

ادھر کے پھول چننا عیش ہے دانتاں کے چھپے مسوں — وو چھپاما دجن نا فہے اس کے دل اچھو سو درد

طنباں ننے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کھنا
ازل تھے نیہہ تمہاری میں معانی کوں خلا پرورد

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک دیس چاکے تھے
کے آبحیات دن چکھنے سے
سو دو لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
وہ کو اب تک میری زبان

پیا نکہ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
پیے ناخون سے کیلئے مانگتے
ضرورت ہے سکی پیو ہت میں دینا اپ جوبن تعویذ
سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پر دستی سو نشانی بوجتی ہے کیا
میرے نظر آتی پہچانتی
دسے میرے اودھر کوں پیار سوں پیو کی رسن تعویذ
نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج ناؤں میں پیاری جو سن نے میں
تیرے نام سننے
سکیاں بھل جاکے لکھ لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
بھول اپنا

مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں
سے
سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن رتن تعویذ
میرے

پیا کلہ نہہ لگیا ور زور منج کھو بند گویاں کوں
عشق مجھے
۲۳۰ کہ کچ پر جیت نا ہوسے ہمن پر اپ تن تعویذ
کچھ سو توڑ نہ ہوسکے ہم تمہارا

(۹۷)

تم کی اودھر کے پہومی سیتیں باندیا ہے گلہ قند
یک چھن ہنسی تھے نیشکر اب کیتا بند بند

گر منگتہ ہے کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں
خوباں کے کسی میانے وفا ہے کہ دل نہ بند

طوبیٰ کا پھل نہ آوے اودھر پھل کے سم کدھیں
اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند

گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم
اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند

پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہاں ہے فوج
تل تل آتاروں ترڑی نواروں گا ہور سپند

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہے معانی تج
او فرض کوں ادا کر ہور نت کریں انند

ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ
پیارے کا پرت پیاری کے بنیں پن تھے من تعویذ

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں دل میں لکھ بچن تعویذ
رکھا لکھکر باتیں
وو منج تھے دور نا ہوئے تیوں کیا مج پر بندن تعویذ
وہ مجھ سے نہ باذو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر
اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے
بندیا ہوں اُس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ
باندھا سے دل کو کمند

پرت ور زور دھن ور زور ہور ور زور نازا کا
عشق عورت اور
بہوت پر چیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ
بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر
باربوجھ کو مجھ کو کچھ
کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سومن تعویذ
عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہی ولے منج کوں پتیارا نیں
عشق مجھ نہیں
پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
بھروسہ مجھے مجھ چومنے

۱۰۴۷

پیا جس دن نہیں لگتے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج

مجھ سے مجھے

گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دکھ بھنجن تعویذ

توڑنے والا

نہ جانوں کیسکوں اپ نیہہ پھند میں سپڑانے منگتے ہیں

کو اپنے عشق کے پھندے پھانسنا چاہتے

سنی ہوں میں کہ لکھتے ہیں اپس ہاتوں سجن تعویذ

اپنے ہاتھوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نیہہ تے دیوانی ہو

مانگی کے پاس عشق سے ہوکر

ہوے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعویذ

مجھے لالن

سجن یک دن بسر کر منج سلاماں کے لکھ بھیجے

بھول کر مجھے

سو اس کاغذ کوں جیو منے جتن کرکے ہوَن تعویذ

کو دل کی طرح احتیاط ہونے

بسا تو برس لک قطب زماں میں جگ میں جیتیں

تم تجھ کیلئے

ازل میں تھے دیئے لکھ کر دیا تھے پنجتن تعویذ

سے کرم سے

قطب مدن نہیں گمتا ہی یک چھن
شراب پئے کے بغیر گذرتا لمحہ
دیا ہے مُنج علی کا نام احناذ
مجھے

(۱۰۱)

سکی دل جگ میں تج فرمان انفاذ ۔ سبھیں خوباں میں ہی تج شان انفاذ
کی دنیا تیرا سب ہی تیری

اُدھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت ۔ اُنن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ہونٹ ان کے تحت کان

ترے بوسے تھی ہے جیواں کوں راحت ۔ ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
سے دلوں کو سے

نیلم ٹیلک ترا تِل حجرالاسود ۔ ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
چہرہ

عجب معجزا ہے تیرے بچن میں ۔ کہ ہے تیرے بچن دِل کان انفاذ

خوش آوازاں جتے اس جگ منے ہیں ۔ اُنن پر ہے ترا الحان انفاذ
جتنے میں ان

نبی صدقے علی کا داس قطبا
کے سے غلام ہے
تو اُس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ
کا جگہ

وبروا بیت کٹرا بیت ہور چالاک اچپل ہے
اور شوخ

نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعوید
کسی کے اسلئے گوناگوں

محمد ہور علیؑ کا ناؤں لے کر قطب شہ جیتیا
اور نام جیتا ہے

سو یہ چنچل کے دو جوبن گرتس اوپر کیے بھی تن تعوید
شوخ تنکر

(۱۰۰)

لکی دیتی ادھر کا جام احناذ — لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
ہونٹ — میرے حلق میں

مرا دل تھا بہت ہشیار اول — کیتی ہے مست منج ہر کام احناذ
کرتی مجھے

ہوا ہوں مست میں اس ناوں تھے جم — منجے دیتا اہے او نام احناذ
اس کے نام سے — مجھے وہ

ہزاراں شیخ کوں ات شوخی سیتے — کئے بے ہوش تج بادام احناذ
زیادہ سے — تیرے (آنکھ)

کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سد — لکی ہما کام صبح و شام احناذ

سکل عشاق کوں متوال کرنے — دیتے تج ناز ہور لٹ لام احناذ
سب — تیرے اور زلف

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ | تجے دیکھنے ہے خبر تھے الذ
مجھے | دیکھنا
سے

نبی صدقے تج نہہ شہر میں ہی قطب
کے | سے تیرے عشق کے

نہیں کوئی شہر اُس شہر تھے الذ
سے

(۱۰۳)

سکی تج ادھر تھے پلا منج نبیذ | چُمن کے نُقل سوں پلا منج نبیذ
تیرے ہونٹ سے مجھے | چومنے (بوسہ) سے مجھے

جیا کوں دیا ہے صفا نہہ شراب | دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ
روح کو عشق کی | کی میری

مرے نین جوں سور پر نور کر | دلا کوں دلا کر کھلا منج نبیذ
آنکھ کو مثل خورشید | دل کو میرے

تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر | دیا تج تِلا کی کلا منج نبیذ
آنکھ سے مجھے چڑھا | تیری تِل مجھے

جوبن کی صراحی قطب ہت میں و
کے ہاتھ | سے

بشارت دیا قلقلا منج نبیذ

(۱۰۲)

سُندر کے اُدھر ہیں شکر تھے اَلذ
ہونٹ سے
ترے بوسے نابات تر تھے اَلذ
نبات سے

چَنُدر تو اہے جوت میانے لذیذ
چاند
ولے مکھ سکی کا چَندر تھے اَلذ
(رپے) چاند سے

دکھاتی سکی جھگد کاں نَین میں
آنکھ
ترا بی (بے) ہنر سب ہنر تھے اَلذ
سے

گھنگروالے تیرے لٹاں کے کھیاں ۶۰
بالوں
دِسیں نیر پر کی لہر تھے اَلَذ
دکھائی دیں پانی لہروں سے

کمل پھول پر تو بھنور ہی لذیذ
کنول
ولے مکھ پہ تج تِل بھنور تھے اَلذ
چہرہ تل کا بھنورا سے

تِرے مکھ بَرَن سم سو کنچن نہ آئے
رنگ مقابل سونا
ترے کیس ہیں مشک تر تھے اَلذ
بال سے

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوے
تیرا آب خضر جو پیئے جیئے
ولے تج اَدَھر میں امر تھے اَلذ
تیرے ہونٹ امرت سے

گہر کوں تو ہی رنگ ہور جوت لے
اور کی
ولے تج دسن میں گہر تھے اَلذ
دانت سے

ترے دو کچاں پر سجن مکھ کی لکھ
پستاں خاوند کے ناخونکی لکیر
سُہاتی بچتر چتر تھے اَلذ
عجیب تصویر سے

سو رنگیلے میں لے لذتاں ہیں و لے
اچھی رنگ کی شراب کئی
تری دِشٹ ہی مد اثر تھے اَلذ
نظر شرابچے سے

نین پتلی لکھن ہارے ہیا ہی کاجل انکھیاں لے　　اپچھر تج حسن کے اُس کوں سفیدی سوں نین کاغذ
آنکھ　لکھنے والے　کا　　حروف تیرے　آنکھ

توں حسن کاغذ اُپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا　　جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں یو جو تن کاغذ
نقطہ　　وہ　(۹)　مثل

لکھے تا صُنع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں　　سو اُس تیں لیکنے آیا ہی بہت رنگ کے چمن کاغذ
کو　　لئے

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کلک سیتی
لکھا　دل کے قلم سے
تو اُس خوش مدح کوں سُہتا ہی جم سورج برن کاغذ
زیب دیتا　کے رنگ کا

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج ادھر لذیذ　　لاگے تو قد سرو کوں سو جو بن ثمر لذیذ
سے　تیرے ہونٹ　　لگے　لے

امریت چشمہ تھڈی ہے ناسک چمپا کلی　　تو بینی آئے نیں ہی الک کے بھونر لذیذ
آب حیات کا　ناک　　نہیں　زلف　بھونرا

سنگ باس چنپئی کا رہی مکھ موڑا لک بھونر　　پایا نہیں بھونر مگر اُس کا اثر لذیذ
سونگھ　زلف

پنکھی نجانے بات سو اُس باس چنپئی کا　　اُس چنپی باس راس پچھانے بشر لذیذ
پہچانے

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر　۷۰　متوال ہو کے جھلتے ہیں وو بے خبر لذیذ
چہرہ　ہیں　فریب　　وہ

(۱۰۴)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاف — بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاف
میں مجھے ہے خالق — جگہ

اُمت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا — تو ہے منجے جم احمد مختار معاف
مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی ہیں — منج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاف
اُن کے سے — مجھے

پنجتن کا منجے داس کیا پیا تھے حق — پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاف
مجھے غلام سے — سے میرے لئے

اللہ محمدؐ علیؑ ہور بارہ امام
اور
یو سب اہیں قطبا کے سو آیا رمعاف
یہ ہیں اوپر

(۱۰۵)

رقم دیکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کاغذ — گلابی رنگ سوں نازک ہوئی جوبن کے سُمن کاغذ
اگر لکھو اپنے پاس عشق کی بات کا — سے پھول

تھوڑی پڑوی تو نیں ہی پرت کے راز نیناں کے — وو حرفاں ہیں جو دستے ہیں اُسی سیب ذقن کاغذ
نہیں محبت آنکھوں — وہ نظر آتے ہیں

برائی منج ہی بس ہی پرت کے نیہہ باز اتس — پیا لیکر رکھے اپنے نین او پر ہمن کاغذ
مجھے محبت عشق باز دل — آنکھ پر ہمارا

منج من اتالا ہے اوک اے نارنج سنگرام کا
میرا دل جلدباز زیادہ عزت تیری وصل
لٹ پٹ ہوا ات پیم سوں منج باہہ کے گلہار خذ
بہت محبت سے میری بازو گلے کا ہار

عشاق اپن من پیش کش لیاتے ہیں تج سے زلف تیں
اپنے دل لاتے کے لئے
ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپنے لف سوں آیا رخذ
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہو دن تھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے میں
بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آبحیات سے
عشاق کے تیں اے پری اپ لب تھی کہہ گفتار خذ
کو سے اپنے

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے
تیرے تیرے پاس
اجھوں کتے ہیں کے منجے منج زلف تھے زنار خذ
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھپا
تیرے اپنے کو تو
منج نل کیرے ہار کوں اے پنچلی دلدار خذ
میرے

صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہور عشرت اوک
کے اور زیادہ
قطبا پتی سوں کر رلیاں ہور خطای چوسار خذ
کے ساتھ عیش اور

کاور بھواں ہی پتلیاں سنپارے ماسبد — ہے ناگ چوٹی ناگ سُہے ناگ سر لذیذ
پڑھی
گھمتے ہیں بھونری سور سوسراں کی سراں کپڑ — مکھ دیکھ کرتے ہیں سور سر بسر لذیذ
گھومتے — سورج آفتاب رُخ
وانے تِلاں منتر کہ اگھٹ مارگا رہے — دنت چھند اُدھر پہ ہی سو منتر کی اچھر لذیذ
شکل — دانت ہونٹ حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں
رات دن بہت آرام سے
امرت ادھر پلاتے قطب کوں سُندر لذیذ
آب حیات ہونٹ سے کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے اے یار خُذ
سے میرے ہاتھ سے لے
اپنے اَدَھر امرت میں منج لب نُقل کے ٹھار خُذ
ہونٹ کے آبحیات میرے لے

تج سات مدل پینے کوں بھودن تھی دھرتا ہوں ہوں
تیرے ساتھ شراب ملکر کو بہت سے
اپ نیہہ مد پیالے کے تیں منج ہات تھے یک بار خُذ
اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو میرے ہاتھ سے

تج سنگ میں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے
سے لگوں فریبی
کچ سُک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تن چار خُذ
کچھ سکھ نہ چاہیے ہونٹ سے تو تین

کیا مکھ نور چارا منج نین کا — وہی منج نین کوں سُہتا ہے تعذیذ
رخ — میری آنکھ — میری آنکھ کو زیب دیتا

ردیف ر

(۱۱۰)

خیال سوں سورج پکڑنے کوں ہیں اس پیکر — مچھلی کے نمنے چمکتا اہے مو دِشٹ کے گھر
مانند — میری نظر

شوق کا جال اسٹیا ہوں سو سمند عشق میں بھر — اس بند میا ہوں وو جا ہیں تھی کیا ہوئے مظہر
ڈالا — سمندر — اس — سے — ظاہر

سر چڑھا نیہ کی مستی متی کج چڑائی — ان بیکا دُسکے اُپر پڑکے دموں میں سرسر
عشق — پڑ کر — دم کروں

عشق کا مچھ سٹے میں بھید سوں منج راہ میں نے — پنتھ یو بوجھو ہوں پیر پنتھ کا سوا ہی توں داور
مگر مچھ — سے — میری — میں — راہ

ہر دن یک ناز کا منج پیرتے ہیں دل میں مرے — کہو کس ناز سیتی باندھوں مو جیوا ہے سرور
زخم — سے — میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت تھے جھڑیں پھول ورق — باورشکاں تھے وانوں سب کوں کیا ہے ابتر
چمن چمن — سے — سے — ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات
تیری
مرتضیٰ نور تھے یا رب کریں مو گھر انور
کے — سے — میرا

(۱۰۸)

سکی تج زُلف ہے جیواں کے آخذ
تیری دنوں
دسن تیرے اہیں رتناں کے آخذ
دانت ہیں موتیوں

تری نیناں تھے پیچے ہیں نفر سب
آنکھوں سے نکلے
ترے نازاں ہیں سب ستھراں کے آخذ

سہے تج سیس پر انچل ہیلی
زیب دیتا ہے تیرے سر
سہے سب عاشق دراں کے آخذ
زیب دے درباں؟

تری پتلیاں بھلائیاں میں جگت کو
بھلائی دنیا کو
نین دوست ہیں مستاں کے آخذ
آنکھیں

نکھاں تیرے ہیں تج جوبن کے شتاق
ناخن تیرے
ادھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ
ہونٹ بوسوں

علیؑ ناوں سو کہیا یو غزل قطب
کے ناموں کہا یہ
علیؑ ناواں ہیں سب کاماں کے آخذ
کے نام

(۱۰۹)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذیذ
تیرے
ہمن من کوں او سوں کیتا ہی تعذیذ
ہمارے دل کو اس سے کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل
تیری تلے
تجے اپ حسن کا بھاتا ہے تعذیذ
تجھے اپنے

(۱۱۲)

صورتاں سب مرے نیناں تھے کیے ہیں باہر — جیوں مجنوں ہوا مرتے ہی تمہارا ذاکر

سے — مثل — پھر سے

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سوں طواف — ۸۳۰ — لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہوتا ناصر

باندھا — دل سے — آنسو ہم کو

نین پیچاں منے بلجے ہیں مرغ سب جنگلی — خانگی مرغ نہ بلجے تو کرو اس قتاصر

آنکھ کی پیچوں میں گرفتار — بھٹنے

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا — کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر

اپنی — دھرا

دو انچل ناز میں جب ہات چڑھیگا میرے — او انچل پر ہے منجے میں اڑوں گا جیوں طائر

وہ — اس — میرے لئے — مانند

عیسیٰ دم پھونک کے مردے کوں کری زندہ و لے — تو نزیک آنے میں مردے ہوتے ہیں سب ظاہر

تیرے نزدیک

تیری یاداں سیتی کد آہ نہ ماروں ہرگز — آہ ماروں تو کہیں نہہ میں نہیں ہی صابر

سے کبھی — عشق

میں کتاباں تو علم کیاں پڑیا ہوں بہوت و لے — گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کی پڑھا — بہت — جتنا

کرو بے ناز معانی کے جیا میں تیرا

دل — یہ

کد نجا سے او رقم بیٹھیا ہے اُس کے خاطر

کبھی سکے وہ بیٹھا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھا ئیک بار — دُکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار
دل — کو — ایک — اپنے دکھ
سمند ناز کا گرد سُرمہ کرو — کہ انکھیاں دیکھتے سو ہووے قرار

اُساس آس کا باٹ باندھیں ہیں سب — نزاکت چپل چلبلی نین نار
آہ — آنکھ
کہ جیوں ذرہ یک پُف سیتی بند ہوں — اگر پُف کریں سب میں ہوؤں گا خوار
مثل — سے
کرے کن دلیل وو لائل سوں عشق — دلیلاں میں بلجے ہیں عالم ہزار
کون — سے — گرفتار
جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر — نمک چاک کر ہم ہوئے اختیار
آنکھ کی تلوار — سے — تو — چک
کرے بھوں کا تل تِل میں بیل دہن — وو تل باج نیں ہور تل مواد ھار
لحہ — ہم کو — اُس کے بغیر — اور — میرا — سہارا
کرے نالہ تج نار زُلفاں تھے جن — وو مجلس تھے کرنا ہے اُس کوں بہار
سے جو — اس — سے — کو باہر

معانی کا دھاگا بندھی زلف سوں
سے
اُسی تھے دیئے مصطفیٰ وو انار
سے
وہ

راز بھو سال کا میرا کئے آنجھو ظاہر
کیا گنہ انجھواں کا ہمن دریا اُبلیا اگر

موتی انجھواں کے رکھیں کان میں صاحب خاں
صبر کر راز ترا لکھتے اُنو دھر سر سر

نا بوجھیں بھید ہمن جا سو ساں کا مورکھ کد
کچ نہ بوجھ جھوٹے کوں پکڑیا کپٹ سیتی وو ڈر

کیوں پڑیا گرد چمن کا ترے اہن پہ پیا
ڈھلیں وو گرد کی خاطر انجھواں ہن تھی بہر

پھول سم ہونے کوں منتر سکے ہیں کانٹے سب
۸۵. باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا منتر

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب
کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر

کلکِ قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے
کس قلم سوں نہ سکے کوئی لکھیں تیرا چتر

یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں مو ظاہر
عاشقاں حسن کا گنوائے ہیں سبھی آپ خبر

عشق کے پنتھ منے بلجے ہے مائی منگل
عاقلاں دیکھ انوں کوں ہوئے ہیں سب ابتر

درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نیں
منجے ہو یاد کی مد تھے چڑیا ہے سر کوں اثر

اب معانی کوں نہیں ڈر دند ہور دشمن کا
پڑتا ہوں جیو سیتی نادِ علی کا مظہر

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتیں جیوں نو بہار
مے پلا ساقی ہوا ہوں سرتھے میں بے اختیار

دیداو پر جب دید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی
سب گھڑیاں کوں نا بوجھوں ہے وو گھڑی منج کوں شمار

کیس تھی ظلمات ہنچے مکھ کے پانی تھے حیات
یک دو بنداں تھی کرو تم کام میرا خوش گوار

میرے جیو کا دھاگا اس کے موتیاں باندھے ہیں کھینچ
دن ازل تھی کیتے ہیں قسمت منجے یہ روزگار

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر یک وضع سوں
کس سوں دل باندھوں کہو دو تو تھے ہوں بے قرار

میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجنے مدعی
عاقلاں میں دستے ہیں اس تھی انوں سب شرمسار

تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام
آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اس کا خمار

(۱۱۴)

تیری طلعت تھی نہووے کم جو کرے منج پر نظر
ذرّے سب تیرے سو مکھ نور تھی ہوتے ہیں قمر

دکھ دینا بے وفائی ان کا تو عادت ہے   عادت بسر کہ مست سُرا پیک آیا بہار
ان   بھول   شراب پی کے   باہر

اس کانٹے کے جفا سوں معانی یک ہو رہیا
سے   ایک   رہا

آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار
پھول اچھا   باہر

(۱۱۷)

دیپے جو گاہ سور گہے ڈوبے کیا ہے ڈر   مکھ سور حور نور سدا دیپے میرے گھر
چمکے   سورج   معشوق کے خورشید چہرے سے حور کا نور   چمکے

تج مکھ جھلک کی ساج تے سب دن چند اسورج   ٹک مکھ دکھاویں لاج چھپیں ناؤں تیرے سر
تیرے چہرہ   سجاوٹ سے   چاند   ذرا چہرہ دکھائے تو شرم سے   نہ آویں

قدسی لکھے ہیں دل میں تمن نور کے برن   جھلکا دکھاو تل میں یں جڑت جیغہ موج پر
تمہارے   رنگ

تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سو ہن   سو باس نا سمن منے نا مشک و نا عنبر
تیرے جسم کی خوشبو   دل میں   پھول   خوشنما سہاونا   ایسے   میں

حوراں طبق سو نور کے لیایاں ہیں چاؤ سوں   آرت تنارے سور چند اکرنے تج اوپر
سے   لائی   نذر   سورج چاند   تجھ

عاشق کھتے ہیں باغ کو بہلانے جائیں دل   کیا بوجھے پھول زاغ مگر بوجھے تو بھنور
کہتے

گھنگرو و گھنٹ مست جھنک سازکر چلے   سونا دُنک مست متی جبائیں ہار ڈر

(۱۱۵)

آنکھ میرا دل تیرا عشق میرے

لوچن دکھائے جیو دلم حنانہ خانہ کر
عشق تو ج تنم زن و مستی بہانہ کر

ای وصنعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم
او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر

جے وشٹ عشوہ کا کہ زنیناروان کرے
اوں دل گسستہ میرا یگانہ کر

جو نظر سے

لے چابکست ابرشت اے ناز کے سوار
منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر

بہتر میرے میں

بیدار یم تمن سوں ہماری کہانی ہے
او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر

پیوستہ باد با تو معانی عروس عیش
قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کافر سلاح سجک سرا ییک آیا بہار
صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار

سجکے شراب باہر بجکے باہر

جیتہ سو حوراں کا وضا سیس پر رکھا
سو جیتہ لاکہ مجنوں گدا ییک آیا بہار

سر گرز ہا باہر

عاشق ہے ناتواں نہ کرے باد وے وفا
مجکوں بسار کر اپنے سار یک آیا بہار

بھول وہ ساری پاہر

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب شہ کرے مجہ جانِ لیے آرام کر
نابات مصری مصر سوں ہیں وارُوں اسکے جام پر

ساقی اُبار یا جام دے ہی او مجھے آبِ حیات
پی کر او جھوٹا میں کروں دقاصی جنت بام پر

نیناں کے پانی میں سدا مجہ دل تراؤ ہیں کر
کوڑیاں پتلیاں سوں چرالے جائے استھغام پر

میرے سراہنے تجھے کہو اُن کیا سرایا جائیگا
پایا ہے اوپر ورش جنات کے احکام پر

قصا ہی جگ میں لیلے و مجنوں ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر

گالیاں تے او نازنیں مجہ یاد کرتا کر سنیا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر

ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نکہہ پوجو صمد
ہم کام میں تج کیا غرض رہ دھیان لا اپ کام پر

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہر گز حکیماں علم سوں
گاوو ترنّا عیش کا نس دن پیا کے نام پر

شعر معانی آن بند موتی ہیں جگ میں حسن کے

۸۹۰

ہر دے صدف موتی جمیا اپ وار ایزد نام پر

ہستن سکیاں سو گھنٹ سنت گرٹبرا اُٹھیاں باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر

ہنسنے والی گھنٹہ شکر اُٹھیں اصلت پہچانی

قطبا تو دکھ بسار بحق علیؑ ولی

بُھول جا

لے ہات کھرگ مار کمر خارجی حشر

ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے مکھ کی تجلی تھے پایا نور تمہاری چھاؤں تھے چند اہِم ہوا سپنور

چہرہ سے سے چاند پورا

تمن پرت کری پیچاں پڑے ہیں اب دل میں ملائکان مقرب سُندر بہشتی حور

تمہاری محبت

میا کی دشٹ سوں یک دن لٹک عدن میانے مریاں جلاؤ اَدھر کے زُلال تھے بھرپور

محبت نظر سے نازسے آ میں مُردوں کو ہونٹ سے

نچھل جل آرسی تج مکھ میں قوتِ روح دسے ہمن حیات سو جاگا کیا باذنِ غفور

صاف پانی آئینہ تیرے نظرآئے ہماری

خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد اسد اللہ کی کھرگ تھے ہمارے دُند چور

دل سے تلوار سے دشمن

تمن خیال منے میں نہ بوجوں مُسلہ چک پڑ یگی عاشقاں میں مُسلہا حل کروں مشہور

تمہارے میں

بچن معانی میں گوہر کے دل جو اول تھے

سے

سجن نظر کی کرن تھے سدا دپے جیوں سور

کی سے چمکے مثل سورج

(۱۲۱)

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر　۹۰۰　اُجالاں آہ کے داٹے ہیں مُنج سینے منے در کر

اندھیرے　ذرا　میرے　میں

کھیا عرضہ سنو میں ناز سوں کھئی کام ہے منجکوں　غروری آہ کرتے ہیں کتا اب حسن کے زرگر

کہا　سے　کتنا

کرلے ایراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم　مدن کانٹیاں پہ سوتا ہو پیا توں دیکھ سر پر کر

تجھے　عشق کا دیوتا کانٹوں　تو

سو اُس نے بجنیر زلفاں سوں کتاں کوں توں کریا ہے بند　مساداغِ غلامی دے منجھے مجمر میں عنبر کر

کی　سے　کتنوں　کو

ہمارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں　وگرنہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر

سے　دنیا　ٹھیکرا　تیرے بغیر　ٹ

غباری خط سو اُس مکھ پر عجب خط ہے جو بنجا ہے　سو پڑنے اُس ورق نا یک رہی ہت جو ہر ہر کر

نکلا　نہ یکھ کر　ہاتھ

ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی　اُساساں دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر

شعلوں سے　آہوں کا دھواں　سے

خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر　کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابرہیم سُر در کر

رقیباں کہنیاں سُنکر ہماری ہوتے ہیں حیراں

کہانیاں

معانی آپنے دل میں علی کا مہر مظہر کر

(۱۲۰)

سورج من پیالے میں ساقی شراب پور کر — مو غم دیر سالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے مستی عشق اب چڑھی — دور کروں بنفشہ رنگ پیرہن آج پور کر

میرے خیال کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا — جانو نجانو کھیل کچھ کھیل پیا کے سور کر

بادِ سحر کتا کرے بیہدہ یہ دوا دوی — یک دو خبر خوشی کی لیا مول جاں سرور کر

میری سو آہ تھے شفق چھایا ہے رنگ شیام کا — برق من جھمکتا ہے شعلہ بطور لور کر

گوشہ کروں مو جیو کوں گوشہ تھے سر برون کرے — خاصہ و عام میں منجے اب تو اپس حضور کر

مستِ نگاہ ہوں سدا اس بت نازنیں اپر — مو دل دردمند تھے صبر لجائے گھور کر

سٹر نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھوں — باوں اُساس دمبدم شوق سوں ہاچور کر

صبر میں ہے نتیجہا صبر توں نیک چھن دکھا

اب تو معانی عشق سوں درد و جہاں ظہور کر

(۱۲۳)

مو نظر سامنے نہیں ہے یار — نین پانی میں تیرتا دلدار

میری گے — آنکھ کے

پلک پر میں پلک جتا موندوں — ووں بھی نکلے بھرا پیالی مار

جتنا

قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھاوے ساج — منجکوں چوندھر نماز یک قرار

راہ سچا — چاروں طرف ایک

سامری سحر میں جتا کہ کروں — باطل السحر ہے بچن در کار

جتنا

دارو کرتے ہزار وضع طبیب — توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبار

تو سے

غم کے خواراں میں نین بند بھرے — تخم ٹٹتا ہوں تا کیوں آوے بار

آنکھیں ڈھونڈ — ڈالتا

عشق نا گر کیا زمیں دل کا — سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دربار

گراؤں آنسو

بار دِہ میرے جھاڑ کوں یا ز — پھول پھل ہو دستا سبھی گلزار

دے کو

ہے معانیؔ گناہگار بندا

رکھ محبت نظر سوں تج دربار

کی سے تیرے

(۱۲۲)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار — ہنر داراں میں دیسیں گے ہنر دار
نظر آئیں

طلب کرتے سو نہیں ہے منج نظر میں — نین ہوتے ہیں اس تھی موتیاں بار
نہیں میری — آنکھیں سے

نظر تج پر الہی کا ہوا ہے — تو بیٹھے ہیں شہاں سب بیز دربار
تجھ

دنیا کا پھول اُگیا ہے جناسوں — پینہ میں رکھ خدایا منج اس آزار
اُگا — پناہ مجھے سے

محبت مے دسے اُس مکھ صفا میں — ہمن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار
کی نظر آئے اسکے چہرہ کی — ہمارے

دیا اُستاد منج تعلیم کچھ ہور — ہمیں کچ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
مجھے اور — ہم کچھ

صراحی کے اوپر پیالا اَجھا ہے — کہ اس چھجے بغیر چھجے ہیں بے کار

درد جانے حکیم خوب دانا — ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
پہچانیں گے

معانی پر نظر اس یار کا ہے
سدا اس نیہ سوں ہے بیدا دیدار
کی محبت سے

معانی کی شاخاں کوں نابات لاگیا
لگا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر
وہ

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین میں توں چومن رکھیا ہے پرکار
چومن وو منجکوں روزی کر توں خدائی یکبار
تیرا چومنا رکھا — بوسہ وہ مجھے تو

منج دیکھ کر یکیلا غم کا ہے کرتا فریاد
تو عشق منج کیا ہے سب خسرواں میں سردار
مجھے اکیلا کیوں مجھے

قرآن کی ہے آیت سب سیتی راجوت کر ۹۴۰.
اس پنتھ میں ہوں دوانا لیجا منج اسکے دربار
سے — راہ دیوانہ مجھے

تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلمان
ناجانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار
تجھے

کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے
گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا سنسار
پیسے — دنیا میں

اب عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں
پیچیا ہے بینت نمنے میرے گلے وو زنار
اپنے شہر مجھے — مانند وہ

آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے
جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار
دنیا میں

اس یاد میں ہے جے کوئی اسکوں نہیں کدھیں غم
گنجینہ — جو اسے
غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہے غمخوار
تو تجھے تیرے لئے

(۱۲۴)

سکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور — ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور

ہنود ریت کوں دیتے ہیں تم رواجاں — کہ بتخانہ نمنے ہے تو بی ہمن سر

تری یاد کا بحث غم سیتی کرتے — ہمن جینت ناسک وو کرتا ہی غرغر

ہیں استاد تعلیم تھے سر نہ کھینچیا — جنے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر

ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سیتی بند — جے کوئی بسم نا جانے ہی خر تھے کمتر

بلائی منج او ناز ہیں مست ہو کر — سدا راکھے یارب دو مستی کا شکر

کلا قند و نبات کا کیا کروں گا — سو مکھ ہوئی تھے باندھیا گیا قند تھر

صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی — تو دندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور — نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر

ترے عشق کے نیر تھے میں ہوں زندہ — ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر

ردیف ز

(۱۲۷)

سبز لکھ پر دمیاہے سبزہ ہو امنتی خبیس سبز
آرزو مدجو وے منج جیوے تھی جیوں گلریز

دایرہ نادحریفاں پکڑے ہیں دنبال
ہوش سوں راکھ قدم کانٹے ہیں تج پنتھ خونریز

کیوں چھپا ہوویں ہمیں مے پھلاں گلزار منے
کہ صراحی کرے قلقل اُس اوپر قاضیٔ تیز

دل کباب آساں اُساساں تھے ہوا ہے میرا
لھو سیتی دھویا گیا پیرہنِ لھو آمیز

دنیا کے پھول میں تو تُن بابِ وفا کا نہ منگیں
کہ سبی پھول کوں جو پھر لگے ہیں کانٹے دُکھ آمیز

کہاں کیخسرو دارا و سکندر جمشید
دل پیالے میں بھریں ساقی شرابِ لبریز

شعر تیرا دُر و گوہر ہے معانی سب میں

۹۶۰

شعرِ حافظ کے سر او پر اہے تاج پرویز

(۱۲۶)

پیا مکھ تھے چونتا شرابِ منوّر — پلا ایک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر
(اپنے رُخ سے ٹپکتا — ہمارے)

چکا نقل ہونٹاں کا مستی سوں منجکوں — خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر
(سے مجھے — کے ساتھ بھول جاؤں گا)

شمع بے شرم نور میں ہے دھواں تج — نپٹ کور دل اس سوں ہووے برابر
(تیرے — سے)

ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو — دیا عشق شاباشی کی منج کوں چادر
(رکھا — مجھے)

منجے آگ کوئلیاں کی کرسے نہ تاثیر — ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر
(کوئلے کر سکے)

سنا نو نبی کا ہو سے مرے سم — گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زرگر
(سونا کے مقابل — گھڑا کے سونے سے مجھے)

براہیم کا قصہ بیچیا ہے جگ میں — نکو لیا و بھی کوئی کہانی آذر
(پھر)

عشق کے منارے اوپر جیو و دل کوں
(پر روح اور دل سے)
معانی نے کہے بانگ اللہ اکبر

تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر — چند سور کا سو بایہ اہے زر کمرا کاس
تیرے باندھا — چاند سورج ڈالا ہے

بہر خدا نہ دیکھ تجھا آسماں کدیں — تج نین دولتی ہوتا زیروزبرا کاس
تیری آنکھ دولت ؟

تو مبری باس ہے سکی ہور تیری باس میں — پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھر اکاس

تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر — سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُترا کاس
اور — تیرے قدموں پر

چندسور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں — لایا ہے نور نیر نین تھے بچھڑا اکاس
تیرا درشن سے
چاند سورج — سے تجھے لئے پانی آنکھ سے

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے ناؤں تھی
نام سے

توں داس ہو ریا ہی محمد کے گھر اکاس
تو غلام ہو رہا

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سیتی اے نار بوس — ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس
مانگتا دل تیرے سے عورت بوسہ — جگہ مجھے عورت

روز ازل تھے مست ہیں دو نو ہمیں آنا سکے — توں مست ہی میں مست ہوں مستی سوں دے ابار بوس
نہ آسکے — تو

مستی میں سٹ ... کے بوسے نہیں دیتے منج — مانگیا ہوں عاجز ہوے کر تج پاس کیتے بار بوس
سے — سے
گرا کیوں مجھے — مانگا کتنے بوسہ

(۱۳۰)

اے نار موہی نار ہے تیرا سرس درس — جس ہن پر جو دشٹ کرے ہوئے او پرس
عورت رسیلا درشن — تحقیر نظر وہ پارس

دل لوٹنے باج تل رتی نہیں شوخ سندری — دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوتے جس
بغیر نہیں — تجھے شہرت

ناجانوں تج درس میں سکی کیا منترا ہے — لیلی تجے سو دیکھ کہ مجنوں کیے اپس
تیری دید — تجھے دیکھ کر اپنے کوں

شیریں ہی توں و خسرو شیریں ہی تیرا ناؤں — فرہاد ہو کہ جیو کرے تج سیری ہوس
تو نام — دل تجھ سے سیری

یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل مرا — تج منج پرت کسوٹی پہ دیکھیا ہے کوں کس
تیرا اور میرا محبت دیکھا

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں — نا آ دو تن ہمن منے تیرا ہے منگ بس
اور ہم — وہ آ رقیب ہمارے درمیان ساتھ قرب

صدقے نبی قطب کے دل میں جو عشق ہے
او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس
وہ دنیا میں

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکاس — دیوے پہ جوں پتنگ پھرے بے خبر اکاس
تیرے چہرے کے آسمان — چراغ پروانہ

دل آس و منے سو سر سیتی ہیں رقیباں	دو جگ میں کرین لعن انو پر کہ ہیں خناس

درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کی صفا میں	دیکھیں دیو مکھ تا کہ دسوں کا بے قیاس

آئینہ

دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل	ہے یار ترا سب ہیں جلیماں منے جاماس

میں

رشنہ ترا اس رشتہ سوں ہی بند معانی

اسکے ہے

شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس

تیرے لئے

(۱۳۴)

راز رس کا تم سیتی کہنا ہوس	تیری بات انکار کا سننا ہوس

رات سے

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے	رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس

بہت میں

بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت	یک دو باتاں پیالہ سوں کہنا ہوس

نظر آتا سے

کیسے موتی ڈھال نظراں سوں ڈھلے	۱۰۱۰ اسکوں ہی نظراں سیتی بندنا ہوس

سے باندھنا

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ	اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس

پھول	پھولوں سے گوندھنا

بوسیاں کا لذت آسکی اس کچ منے تو بھوت ہے — آتا لذت دھرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس
بوسہ ل میں بہت

تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کوئی جانا نئیں — بیں جانتا ہوں قدر وے تل تل منجے دلدار بوس
تیرے آبحیات میرے سوا اور نہ جانے ہر لمحہ

تج بات ہور گفتار میں نا جانوں ہیں کیا ہے منتر — منگتا ہے تل تل کوں آدل شکر ترا گفتار بوس
تیری اور نہ مانگتا ہر لمحہ

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہے
تیرے میں اور آبحیات
صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سابو رس
کو

(۱۳۳)

اے خیال لجاو تو خبر میری پیا پاس — منج تائیں طلب زندگی کا نیں اس الیاس
لیجا میرے لئے بالی

دل تیں نکمی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں — چوندھر تھے خیال اس کا منجے پڑیا ہے اس پاس
تو پھڑ پھڑا راہ چاروں طرف سے

مقصود کی باٹ آ و بہوت دور دسے منج ... ا — نا مار پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس
راہ بہت نظر آئے مجھے

دن رات اجالا اچھے او دن توں دعا کر — مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نکاس
رہے اس دن کے لئے تو

شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے — کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھڑگ جیوں الماس
بھاگ مجھے تلوار مثل

ادھر تیرے کا عکس پیالے میں جھمکے — عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش
ہونٹ — نظر آتا

بہت دن تھے تھا آرزو منجکو جیو میں ۱۰۲۰ — کہ پیوں سرنگ آگ کا پیالہ بے غش
سے — مجھے دل — خوش رنگ

دلا اہل مجلس کوں ساقی سما عاں — کہ تشریف تج دیووں گا لالہ رنگ وش
تجھے

معانیؔ ریا ترک کر عیش سوں اچھ[1]
رہ

کہ سنپڑیا ہے تج ہات آنچل سبز وش
حاصل ہوا ہے تیرے ہاتھ میں

(۱۳۶)

منجے اس دھات سکل کیتی او چنچل چھند بھری بے ہوش
مجھے — طرح — سے کری وہ

کسے یوں آج لگ جگ میں نہ کیتی کوئی پری بے ہوش
تک — دنیا — کری

جواہر نیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکان میں
نہیں — تجھ جیسا

جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بے ہوش
قیمت — تیری

---

[1] عشق۔ [2] قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم۔

سب بہشتی حور اس باساں جیو ہیں
سو جکوں اس باس ہی سنگنا ہوس
سو نگھنا خواہش

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک
لیکر
شعر حضرت بج پر پڑنا ہوس

ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سر کش
سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش

اور
سو اُس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا
وو خوشبوئی سنگ ہونے عطار بے غش
سونگھ

ٹھنی کوپ ہیں کونپلی کچ کا پچ ہے
لکھیا ہات قدرت سوں صورت منقش

پستان
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر
ہمن نین کا فد ہے توں پری وش
ہماری آنکھ

تیرے
کہکتا ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر
کبکلکا ترا صبح کا ہوگا دلکش
تو

لے نو کی صورت میں گہکتا ہے۔

(۱۳۷)

نہیں تج نین پتلیاں سار او باش ۱۰۳۰ یکس تھے ایک ہی عیار او باش
تیری آنکھ کی کی طرح ایک

ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر ترے دو لعل ہیں خونخوار او باش
خونخوار

لکھے تج سیس ازل تھے چھند چالے زستا پلے تج رفتار او باش
تیرے سر سے چالاکیاں تیری

جگت میں تو بہوت او باش اتا نہیں تج سار ہی کوئی یار او باش
بہت لیکن مجھ جیسا

انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہور بھوا ل اہے یک ٹھار میں دو چار او باش
اور جگہ

نبیؐ صدقے قطب سوں راستی ہے
سے

اگرچہ ہے ادک او نار او باش
زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تج میں جے کچھ راز ہے کس سوں نکو اے نار فاش
میرے تیرے درمیان جو کچھ

اے راز ایسا ہیں جو کیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش
نہیں کہیں جگہ

عجب کچ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحر دو

کچھ کرتے تیری آنکھیں

کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش

تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے

اور

ہوئے تج وصف نا کر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش

تیرا نہ کر سکنے سے اور

پون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہت میں

ہوا کی ہے کی طرح ہاتھ

ترے پاواں کے سگا کی تھے ہوئے دھر مری بے ہوش

سے (دھرتری۔ زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کیتے ہیں

میری شراب طرح کرتے

دکھا جھلکار اپ مکھ کا کینتی وہ سندری بے ہوش

اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہوئے مشتری بے ہوش

یہ

---

(۱۳۹)

دکھت تیری نرمل صورت نورانی ہور شکل نقاش

دیکھکر پاک اور

گنواں سُدبُد ہوئے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش

گنواکر ہوش اپنے سب

سو دھن کا تن نرمل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی

اچھی صورت پاک دل مجھے

کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش

دل

نہ جانوں کس وضا سوں اس وضا کا نقش لکھیا ہے

وضع وضع لکھا

کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لگ بھی ازل نقاش

نہیں لکھا تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا

لکھے

بھونک یو ہے بسالا کر پری جل جل اچپل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چھنتے ہیں

صورت ہر چہرہ لکھے

کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش

نخرے

پیرت کوں کہتی نار ہے آما نہ کوئی دیکھیا ادسے

اس نار کوں ہر تِل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش

لو تیرا

یں راز اپنے جیو کا تِل تِل چھپاتا ہوں ولے

دل ہر گھڑی

آپس سیتی او راز اپنے ہوتا اہے اظہار فاش

خود سے وہ ہے

از بس نزاکت میں اہیں نازک ترے دونو ادھر

ہونٹ ہیں

بوسیاں کی نیشانیاں کیئے او لعل شکر بار فاش

کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں

تو

۱۰۴۰ دو تن سنے گی بات لے کس دھر نکرا سرار فاش

رقیب یہ کس طرح نہ کر

یں فاش کیوں نا ہو وں سکی تج عشق تھے دو جگ منے

تیرے سے

منصور سا عاشق ہوا آکر سو تیرے دار فاش

صدقے نبیؐ کے قطبؒ شہ منگ پیمن سیتی مدد

تج عشق کے میدان میں چالاک ہو رہوار فاش

تیرے

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش

آنجھ نظر آتے کی سے

سُہاتے ہیں ترے عشّاق ...... لک تھے خوش

زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مد پینے کے تائیں

چاند جیسا رُخ رکھنے والی سے مل کر تجھے شراب لئے

سنوارے ہیں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش

سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے اوپر تلک روشن

نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج تک

جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھے خوش

ٹیکے سے

پیشانی

او قد رفتار سُہتا ہے ہر یک یک دُکھ تھے یک بہتر

وہ زیب دیتا سے

او چند رخسار دستا ہے ..... الک تھے خوش

وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے

سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں

دانت تیرے سے

ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش

آنجھ ناز سے

پیاری پیا رسوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے

سے محبت

دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش

دانت زبان گفتگو

نین متوالی ہو جھلتی، پیالی پیم پی پی کر

آنکھ محبت کی

جوبن سرخوش ہی من سرخوش، سوتن سرخوش، کرن سرخوش

دل حواس

سکی لٹ سنبلستاں تھے بتاے باد پرمل تو

زلف سے ہوائے خوشبو

۱۰۶۰ چمن سرخوش ہی بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش

پھول

چڑا ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھے

عشق پیا قربت سے

چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش

قدم چال ہلنا پھرنا

مدن سو لٹ پٹائی سو عجائب کچھ ہی چھب دھن کا

کچھ حسن عورت

ذقن سرخوش، چوہن سرخوش، لگن سرخوش ہی من سرخوش

بوسہ محبت دل

نبی صدقے قطب ہو گن رین دن عیش کرنے تھے

بہت خوبیاں سمجھ رات دن سے

یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، کمن سرخوش

جوانی کام دیو جاگنا

تج سات یاری کرکے قطبشہ نچھوڑسے
تیرے ساتھ سکے
یاری میں یوچ اچھتی اہے یار کی روش
اس طرح رہتی

(۱۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
شوخ ناز اور طرح سے
ساری روشیاں چھوڑ کر او نار پکڑی ہور روش
وہ عورت اور

سب مذہباں کی بھیس لے پاتا ہوں اس سوں بیٹنے
دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش
نہیں مجھے اور

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پشانی لای لال
کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی
۱۰۹۰
ناجانو کس عشاق تئیں اتبار پکڑی ہور روش
نہ معلوم کے لئے اور

دو زلف سیامی رنگ میں تج گال کیرے ال پر
سیاہ تیرے رخسار
جگ لس چڑلنے تیغ وحن ہت مار پکڑی ہور روش
زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں بعد

دو تن کا نانوں نیں منگتا ہوں لیانے کد زباں اوپر

غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی

کہ اس کا نانوں سب ناواں منے دستا ہے جگ تھے خوش

نام ناموں میں نظر آتا ہے سے

نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہے روشن

کے عشق سے

۱۰۷۰ موجیو کیچن کے تیں لے بارہ ناواں ہیں مجک تھے خوش

میرا دل لئے نام سے

(۱۴۳)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روش
یک ٹھار اچھے کے دھرتی توں ٹھار کی روش

میں — جگہ رہکر رکھتا ہے تو جگہ

وعدا اپتیار کا توں مجے دے ہے پیم سوں
بارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

بھروسہ تو مجھے دیتا ہے محبت سے

اپروپ روپ بات کرے جگ کوں باولا
یوں دل رجھانے کوں اہے ان نار کی روش

عورت

ناکچ میں کوئی دیکھیا ہے نا کبک ہنس منے
ان نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش

میں — عورت نظر آتی

لیلے ...... چل کے روش ولے
تازی روش اپس سکی چو سار کی روش

اپنی

بیولاں کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش

دلہن موتی پہنی — تک

نیں مس ...... سو ہے بھونرجوں — انچل اوجھل گھنگر پایل ہیں رقاص
جس طرح

قطب شہ پا ئیا ہے بے بہا در
پایا

ہوی اپ ناچ تھے کال ہیں رقاص
اپنے سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کنچن خاص ۱۰۹۰ کرے پھل پھانک کسوت اپنے تن خاص
رنگ سونا

ہوا غرقِ عرق شرموں تھے پھل نیر — کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
سے

وو پیاری ناری قدرت کی سنواری — سہاتا اس کے تن تھے ابہرن خاص
عورت سے

نہ تھا کچ روپ رنگ اُس آکرہ کوں — چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
کچھ چڑھا سے اور

نین تھے سیت آسیت نیلم و موتی — ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص
آنکھ سے ہونٹ سے

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد — وجر رنگ سیت پایا تس دسن خاص
سے دانت

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے — دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص
کو

دھن ہات کی لالی نہ یو مہندی کے رنگ تھے لال ہے
عورت ہاتھ یہ مہندی سے

رنگیں کئے اپ ہات او خونخار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور

سب جگ کی ناریاں کتے تیں ٹک دھرتی فتوا دیو نے
دنیا عورتیں لئے

کل کار پر اختیار ہور پر کار پکڑی ہور روش
اور اور

بوجھیا نجائے وکس کوں لچھن تری سنپڑیاں ہوں میں
سمجھا نہ جائے

بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص
سدا منج نین کی منزل میں رقاص
تیری آنکھ کی میری آنکھ

تہیں منج خواب و بیداری میں دیسے
جدھر دیکھوں گھڑی تل تل میں رقاص
تو ہی مجھے نظر آئے

بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں
ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

اگر توں عاشق صادق ہے طالب — نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو — نہ کر تو بغیر سے

سکی کا حسن کیتا جذب مولود — اُسی تے مج ہے مجذوباں سوں اخلاص
کرتا — سے مجھے سے

پیاری کے چھنداں ہیں سب کوں مرغوب — مجے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
فریب — مجھے سے

جو ہے مکتوب مانند خال و خط سوں — دھروں میں اس تھے مکتوباں سوں اخلاص
سے — اس لئے سے

نین ناری کے قلابے ہیں مشہور — دھروں میں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
لئے سے

نبی صدقے قطب شہ کجہت ہے

1110 سدا دھرتا ہے توں خوباں سوں اخلاص
سے

(۱۴۹)

ہوا ہوں ایک چت سوں جیو سیتی یار کا مخلص — نہیں مج باج کوئی دو جگت اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے — میرے بغیر

حقیقت برت تا ہوں میں مجازی عشقباز ہیں مج — دکھاو و چکہ درس مج میں تمن دیدار کا مخلص
برتتا نہیں ہے مجھے — دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارا

کروں تن من تماری دسٹ پر تمہو آرتی چھن چھن — فدائی ہو ہوا دیدار کی تروار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بہ لمحہ — تلوار

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں پلچ دستا ہوں خاص
پھنسا نظر آتا
بسنی کھینچو نہ کھینچو، بلجا ہوں میں تو اخلاص
تیرے

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیاوے
کو بر لاوے
سبھی خیراں منے او خیر اہے خاص الخاص
میں وہ

تری نیہہ راوتاں میں کوئی نہیں سم میرے
متقابل
تج کمی سوں نیہہ میں عموں میں جوں سعد وقاص
عشق

توں گھری گھر نکو پھر، ہور نہ منگ کس کن بھیک
عشق تو نہ اور مانگ کسی کے پاس
بھیک اُس گھر کنے منگ شوق سوں تو اچہ رقاص
عشق مانگ تو رہ

مشک نا فا تری کھونپے تھے ہوتا ہی ظاہر
نافہ سے
عقل نا بوج چرندے کوں جھوٹے کرتے قصاص

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے
کہتے ہیں
صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص

تیری بیعت میں معانی کا قدم ثابت ہے
سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تے خلاص
سر سے

(۱۴۸)

ازل تے ہے مجے خوباں سوں اخلاص
سے مجھے
ابد لگ مج ہے محبوباں سوں اخلاص
تک مجھے سے

۱؎ قطب شہ۔

(۱۵۱)

ترا کنٹھ سُن کویلاں پاین خط
(گلا)
ترا تنگ دہن دیکھ کلیاں پاین خط

چنچل تج نینا کی چمکار دیکھ
(تیری آنکھوں شوخی)
نت اسمان کیاں بجلیاں پاین خط
(کی بجلیاں)

ترے تن کیرے پھول کی باس لے
(خوشبو)
ترہ جگ کی جیو کی رکھیاں پاین خط
(تینوں عالم)

جے رلیاں جو کرتے ہیں تجھ نازسوں
(جو تو سے)
تجے دیکھ سو ہے رلیاں پاین خط
(تجھے)

مناسب تج انگلیاں کا دھرتے ہیں کیر
(تیری)
اُتم مونگ کیریاں پھلیاں پاین خط
(اچھے)

رین دن ترے نقش کوں دیکھ دیکھ
(رات کو)
چترسال کیاں پتلیاں پاین خط
(تصویرخانہ کی پتلیاں)

نبیؐ صدقے تلتل ہنسی میں اُتر
(ہر وقت)
قطب تج کوں گدگلیاں پاین خط
(تجھے)

(۱۵۲)

جن پیو تھے بچھڑے ہیں اُسے سنسار میں نیں کچ حظ
(جو پیا سے دنیا نہیں کچھ لطف)
جس ٹھار میں وو پیو نیں اُس ٹھار میں نیں کچ حظ
(جگہ وہ پیا نہیں جگہ نہیں کچھ لطف)

ردیف ظ

(۱۵۰)

سکی توں ہر گھڑی منج پر نکر غیظ — محبت پر نظر رکھ کر بسر غیظ

تو مجھ نہ کر — بھول جا

کپٹ کیناں کی پرجاتا ہیں سے توں دل — بساتی کے توں اپ دل میں نکر غیظ

کینہ — تو اپنے نہ کر

نہ دیکھیا کس پہ لیو دھرتی برا ہیں — کہ جوں دھرتی ہی توں میرا پر غیظ

دیکھیا — تو مجھ پر

اول تج نین مہروں دیکھنے تھے — سو اب منج دیکھتے ہیں دھر تیاں غیظ

تیری آنکھ سے — مجھے

...... ہو مجے واجب نہیں یوں — اپس عاشق پہ کرنا بیشتر غیظ

مجھے — اپنے

وتا منج دل میں آتا ہی ابل مہر — جتا کرتی ہے توں منج سر پر غیظ

اتنا ہی میرے — جتنا تو مجھ پر

نبی صدقے تجے سوں ہے خدا کی

تجھے قسم

قطبؔ سوں لگے لگ چھوڑ کر غیظ

سے

ردیف ع

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع | توں چونپاں سوں کیتے لے مرصع
گوندے ہی — نبی — سے — کرنے بہت

بہتو چھند بند سوں مجنوں رجھانے | کیتی ہے آپ وو لیلے مرصع
بہت — سے — کو مائل کرنے — کرتی — خود کو وہ

سکی پینی سراسر چھند ابھرن | گلے کنٹھ مال پے در پے مرصع
پہنی — زیور — ہار

پرت کے نور تن کا لائے طرا | سکی پیتے نقل سوں مے مرصع
محبت — سے

عشق پتلی کوں اتہہ چھند سوں سنوارو | او سے کسوت پناؤ ولے مرصع
کو بہت عشوہ سے — اسے — پہناؤ بہت

لیاوو اتہہ چاؤ سوں مجلس کے میانے ۱۱۴۰ | طنبورا ہور کماچ و نے مرصع
لاؤ بہت سے میں — اور

نبی صدقے سو تر جگ دیکھ کہتے
تینوں عالم
قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

اے چاند جانا، کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس
کیوں تو رات
اُس پیو بن منج کوں، تری جھلکار میں نیں کوچ حظ
پیا کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کچ وقت گمتا نیں مرا
جگہ بھی کچھ گذرتا نہیں ۱۱۳۰
انگن دیسے کونڈ بار سو ہور دار میں نیں کوچ حظ
نظر آئے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ نہیں کچھ لطف

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی
سے
کی یوں توں منج سنگارتی سنگار میں نیں کوچ حظ
کیوں تو مجھے سجاتی نہیں کچھ لطف

گا ہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچکر
کیوں مجھے جاتی تو
اُس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ حظ
کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں صرتی ہوں دو جگ میں غرض
سے پیا
گر جگ کئے بی پیار منج، اُس پیار میں نیں کوچ حظ
اگر دنیا بھی مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نکو گفتار منج
مجھے
عاشق کوں کس کی بندگی میں...... نیں کوچ حظ
نہیں کچھ لطف

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھر چندر سو دن رات آتا — سکی نا دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانغ

(حسین، چہرہ، کو، چاند سورج، رات — نہ دیکھ سکیں، چاند سورج، مکھ کو)

کہ جب عاشق اپے لے دات کر دھن آوے ملو سب کوں — سو تو توں پین مکھڑے کوں ترس کیتے تا ایں ملک مانغ

(پہن، رکھ)

گلے لگنے کوں منگتا ہوں وے دھن کیا کہے گی کر — جتا دھستا ہوا تنے کوں لہو ہوتا ہے شک مانغ

(چاہتا، عورت، سمجھ کر — جتنا، بہت)

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوئیں پاوں چڑنے کو — سو تس کے پاؤں کے پینجن کا ہوتا ہے جھنک مانغ

(قدم، چاہے زمین، پانو)

قطب جوبن پہ سٹنے ہات آتے ہیں اوس سیتے

(ڈالنے، خواہش سے)

سو تو لے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تج پدک مانغ

(بہت، کو، تجھے)

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع — کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع

(سے، رخ، عورت، کو — کہہ سکتے ہیں اس)

سکی ییلم کیساں میں پھول آمسے یول — کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع

(کے سیاہ بالوں، نظر آئیں — جیسے تاروں سے کرتے ہیں آسماں کو)

بہوت پی سکی مد اسی تھے ہوا ہے — سرنگ لعل کا سب نین کوں مرصع

(نے شراب اسی لئے — خوش رنگ، آنکھ، کو)

سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے — کندن کر کئے جوں دسن لعل مرصع

(سنار، کرتا، جیسے، دانت)

(۱۵۴)

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیرن اثل طالع — رقم میرا سکل طالع کی کیتا ہے اول طالع
پیشانی — سب کرتا

کتیک کیتے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزمل دیکھیں — دنیا جوں آرسی تس میں دیسے اپے دستا ہچل طالع
کتنے ایک کو ہم آزما کر — مثل آئینہ ہے جس میں خود ہی نظر آتا

دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں — او نو افضل ہیں یاں میں انن کا ہے بدل طالع
کو سمجھ کر جو راہ — وہ سب ان کا

دیا کی ہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی انچائی میں — سکل طالع ہیں نینکاں ہور سو میرا ہچل طالع
کرم سے بلندی — سب نیک بھلا اور یہ

مجے جو ہے میسر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں — دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع
کے لیے اس — کرم سے کو سب

نبی کے ہور علی گھر کا سو تو ہیں بندا ہے قطبا
اور تو بندہ

نکو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع
نہ کچھ نیا

(۱۵۵)

نجھا تجہ نین دیکھیا حسن تو ہوتے ہیں پلک مانع — کہ جب تج گال دیکھن کے تھواں ہو الک مانع
تیرا آنکھ دیکھا اے حق — تیرے دیکھنے کو وہاں زلف

سکی تج کمیں نس ہور بات سارا گنگ موتیاں کی — اجالا مکھ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہے تلک مانع
تیرے بال مات اور — آپ ہی

نہ جانوں کیا ہے سحر تج کنے وصن — میٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع

تیرے پاس آ تو رہے — تیرے شیریں بول یہ دل

تجے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں — اپے آپ تیرا بچن ہے متابع

تجھے کچھ اور — خود ہی

سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں

1170 اُو سی تے یو سارا دکن ہے متابع

اسی لئے یہ

(۱۵۸)

سکی لکھ صفحے پر تیرے لکھیا رقم ملک مصرع — خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو لب کا مصرع

کے — سے لکھا

قلم لیکر چلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے — لکھیا ہے دو کد من لکھ تیرے صفحے پر الک مصرع

لکھا — لکھا — زلف

براں کر خوشنویساں ملک کے کیتے رہیں سم ہو ثَن — بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر تک دیکھ کر مصرع

ملک کرتے ہیں مقابلہ ہوتے

سو لکھ لکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ کیتی ہیں — مقابل او سکے ہو تو نہ لکھیں کچ گرد و تک مصرع

ازلفیں — ہو نہ سکے لکھیں — وہ اوکے

براں کر دیکھ لکھ دمن کا دوانی ہو بہانے سوں — کئے سب خوشنویساں ست ڈ قلم لکھ نہیں سک مصرع

ڈال — نہ لکھنے کا وجہ سے

قلم کھر ڑے سوں تا ملک لے لکھے ہے لب کو سرخی سوں — جو کوئی بھی دیکھ کہتے ہیں لکھیا ہے کیا خوب یک مصرع

چہرہ سے تاک — سے

نخمل موتی ہور پاچ یاقوت لاکر — کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع

صاف اور

دسے یوں زربناں نخمل و حسن بدن پر ۱۱۶۰ — کئے پھولاں سوں جوں چمن کوں مرصع

نظر آئے صاف عورت سے جسطرح

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے

آپ ہی

نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۷)

ترے درس کا و حسن نین ہے متابع — کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع

دیدار اے عورت آنکھ — جسطرح آنکھ سے مل کر سرمہ

سکی ننگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے — کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع

اے سکی قریب چہرہ — جسطرح دن کے ساتھ راتیں

ادھر لعل یاقوت تھی ہے نخمل تج — ترے لب کا دل تھے ین ہے متابع

ہونٹ سے زیادہ صاف ہیں تیرے — سے

کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے — سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع

ٹکڑا لکیریں جسطرح ہیں — اسیطرح تیرے ہونٹوں

تری بات تا بات سنکر دھلیا ہی — سونا بات کا نور سن ہے متابع

زبان

مرا ہاتھ کرتا سگت جو بناں سوں — کہ جوں جو بتاں کا کسن ہے متابع

کھینچنے کی قوت

ترا مکھ دیکھ کر اپسے غلاماں میں چندر لکھیا
رخ خود ہی چاند لکھا

جتے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں نچھل مطلع
جتنے پڑھتے

صاف
چنچل تج ناوں کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر
تیرے نام

سو تیرے ناوں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہی بھو قلم سیتے
اے عورت بہت سے

اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کی اوجھل مطلع
اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

چنچل مکھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع	سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع
ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے شرم سے	رِ عشق کے بہانے تھے گلتا شمع
ترے زلف کی دیکھ پریشانی کوں دیکھ کر	پون جوں پریشاں ہو جلتا شمع ہوا کی طرح
ترے نین کا کاجلا دیکھ دھن آنکھ کا جل دیکھ کر اے عورت	اپے کا جلا ہوے جلتا شمع خود کاجل بننے کے لئے

سکی کر کچ پنا رک خامہ یو سب کوں کیتے کیا

کس چمک

پلستاں

قطب کوں بلے پیچے تزیں سکیا ہے ایک مصرع

کو کیے کہتا ہے نامن

(۱۵۹)

کہیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع

کہا رخ صورت

دیا مطلع بی ہوسے تا کہ او ہے بے بدل مطلع

اس طرح کا پھر نہ ہو سکے

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچھ شہاسے نا

جتنا اپنے کے بغیر زیب نہ دے

ترے سنگار میں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہو زیں پھندوں کی توں کامن

کتنا کہیں دوسرا ہیں

1180

آخر کیا کام آویں جو اوناں کوں نیں اصل مطلع

وہ ان کے پاس نہیں ہے

جو کوئی ہے پھند بھری اے دھن سکیاں میں جنچل کیتہ

سہاتا مکھ پھنداں کا ہے گر تج کوں انچل مطلع

زیب دیتا اگر تجھے

باتاں کی لے نزاکت پن شاعراں تو جھیں
بہت سی بغیر کے دوسرے پہچانیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے مکھ پر سہاتا ہے لعل انچل کا دھن برقع | کہ جوں رنگ رنگ پھولاں کا لیاہے سر چمن برقع
اے عورت
نکو منج تے چھپا اے دھن کہاں مے پی کہاں جاگی | ۱۲۰۰ پچھانیا ہوں جو پہنیا ہی خمار ہکی نین برقع
نہ مجھ سے عورت پہچانا پہنا آنکھ
چنچل توں پینی کرے گوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے | سو تل تل ہات سٹ کرے پہ کرتی ہے دہن برقع
تو پہنتا کو جانا ہر لحظہ ہاتھ ڈال
توں ہیرے جیو میں دایم میں نیر جیو سوں یک ہوں | میلی سو جیو حاضر ہے ولے پینے بدن برقع
تو دل دل سے دل پہنے
سکی ہو تیاں کی جالی میں دسے کچ تیری یو منجکوں | کیتیاں کے من تپانے میں کیا تیرا جوبن برقع
مجھے نظر آئے پستاں کتنوں دل جلانے کیلئے
بجر کا جو انگن تیرا جو لاوے ناکیتیاں کے دل | ترے پگ کی نشانیاں کا جو پہنیا ہے اگن برقع
نے کتنوں قدم پہنا
قطب شہ تیرے انچل کا ڈو ... دیکھنا زلف منگتے

کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع
چاہتا دیکھنے

گھرے گھر ڈھونڈتے چنچل رات کوں ترے تن عکس ہو نکلت شمع

پگلتے جوں ہوئے سورج سامنے تجے دیکھ دھن وو‌ں پگلتا شمع

قطب آئے جب صبح اپس کے مندر

سو تسلیم کرنے کوں چلتا شمع

(۱۶۱)

مروت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع

بے دل ہوئے سو دل کوں دیدار بن نہ رکھے بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع

منگتا جو کوئی سنوارے مجلس کوں شوق سیتے مے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع

میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا دونوں کے دل میں ہوتا ایک سار کا متاع

میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں دھن نار ہونا میرے گل ہار کا متاع

[illegible] جب جو گھنگرو دھن مین کر بہلے آگن بھی خوب ہو نار فتار کا متاع

دل کوں دھرتے ہیں طمع اس چھند بھری کی ناز کا — تس ناز ہور گھونگٹ کے تیں دھرتا اپے چادر طمع

اور

جھلاپ جھلکار کر لیا مکھ دکھاتے چھند سوں — عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا چند طمع

سے — خود چمک

بتاں میٹھی دھن سوں یوں کرے جو کڑوے میٹھے ہوئے — باتاں کے تس کے دھرے نابات ہور شکر طمع

جو

جب پھول مکھ باتاں کرے انبریت ہوتا نیر خوے — تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

پسینہ

شاعر کے پگ ڈونگر ہریچ جن سوں تشبیہ دیو کر — دھن کے جوبن تائیں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع

قدم پہاڑ — کے لئے

بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع خدمت کوں یوں

بہت — کیلئے — بندہ

جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع

جس طرح — تھا

ردیف غ

(۱۶۵)

دھڑی ہونٹاں کی مکھ میرے دل ہنی دیا ہے داغ ۱۲۲۰ خوشیاں تمھی پھول کھلے ہیں میرے جیو کے چراغ

میں — سو — دل

تمھاری بندگی کا حلقہ کن میں پایا ہوں — تمہارا عشق جسے نیں ہے دیو داغ پہ داغ

سے

کان ڈالا — جسکو نہیں

(۱۶۳)

دمن مکھ پہ تیری لٹ ہے ہنس شتاب کا طلوع — ہنس لٹ میں مکھ دسے جو مہتاب کا طلوع

(اے عورت چہرہ پر — زلف — رات — شب زلف — چہرہ نظر آئے)

مد دمن جو پی لئے ہیں پلکاں ہیں بل بل — جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع

(شراب)

دمن مکھ نچل ہے دن لب جو ہو صبح تجہ پیشانی — تس پر سونگ جس ہے آفتاب کا طلوع

(عورت کے رخ صاف — اور — تیری — اس)

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے — یاں تجھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع

(لے — تیرے — سے)

۱۲۱۰ دل منگتا ہے جو دمن لب ترا جو من کا — مکھ تیرا خم سو تس میں شراب کا طلوع

(چاہتا — اے عورت — (چومن))

چنچل انچل جو مکھ پر کھس کر یو تجھے آوے — چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع

(چاند — بادل — جس طرح)

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے دن ہر

دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج مکھ سیں رین اندکار کا کرتا ہے مشکل تطلع — تج لب کے امرت نیر کو مرتا ہی سکندر طمع

(تیرے بل — رات — اندھیر — تیرے — آبحیات)

چمن ہار جیتے ہیں اس جگ منے ۱۲۳۰ نہ دیپ لاج تھے سب چھپاتے فروغ

چمکنے والے تھے میں — نہیں چمکتے شرم سے روشنی

اگر تو بنچتی نہ اس جگ منے سورج چاند یوں کاں تھے لیاتے فروغ

پیدا ہوتی میں — اطرح کہاں سے لاتے

ترے بال نمنے ترے گال پر ابھالاں ہو کر چھند سوں چھاتے فروغ

کی طرح — بادل سے

جو شہ کوں بھلانے کوں جاتی ہے یول تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ

سے تیرے چہرہ پہ

اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ

تیری — چہرہ پانی اسکو

نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی

ہر گھڑی

جھلک مکھ تھے تیرے بھلاتے فروغ

سے

(۱۶۷)

تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھی ہوا فاغ لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ

تیرے چہرہ کو دیکھ کر چاند سے — سے

توں پاو جھونا باندے مور پہنے رتن تن کے تاریاں تھی ہوا ہے دل انبر تھے ہوا فارغ

تو پاؤں میں اور پہنے — اسمان سے سے

بادل ہو تری نہہ میں پھرتا ہوں گلستاں میں الحمد للہ باے میں گھر تھے ہوا فارغ

عشق — سے

تج حسن یوں یک آیت سکیا تو ہوا اب مطلق افسون سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ

سیکھا — سے

تج

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا　　　حوراں کا حسن ترے حسن اگے جیسے چراغ
آگے

سے　　　اوروں کا
شراب پھول کھلے تیرے باغ نو خط میں　　　پلا توں ساقی سرمست منجکوں یک دو ایاغ
مجھے

برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب　　　صبا کا باؤ معطر کریں توں میرا دماغ
فراق　ہوا　مجھے

تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کہ اپس دل تھے　　　خوشیاں کا وقت ہی شادی کریں ہمیں فراغ
اپنے　سے

ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے　　　ثواب ہے تجھے مالی اوڑا سو بھار تھی زاغ
اڑا　دیئے

خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے　　　پیالہ نا دے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ
پھرے　　　کتنا

معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز
نبی کے ناؤں تھی آتا تجھے خوشی کا سراغ
نام　سے　تجھے

(۱۶۶)

سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ　　　اپے دیپ جگ میں دیاتے فروغ
سورج　تیرے رخ سے　　　خود چمک کر　چمکاتے

قطب شہ نے آیا ۔

عشاق پروانے ہو کر چوندھیر تھے پڑنا لگر
چاروں طرف سے گھیر کر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکائے ہے سو دھن چراغ
اپنے پر موتی حسین عورت

کیا رسم ہے تج فام نیں اس عشق کے مندہیر میں
تجھے فہم نہیں مندر
جو عاشقاں ستمیں اپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرتے خود آ کر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبیؐ کے جو تلک روشن ہے یو گگن تو تلک
جب تک آسمان تب تک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ سایں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مدنیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ بوسے کے پھولاں بارلے آیا ہے دہن باغ
آب شراب سے تیری آنکھ کا

ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جائے چنچل
مکان چاہتی تو
۱۲۵۰
تو یوں پچھے چھدی سوں جاجی کوں جاتے چنچل
سے

لاگیا ہے لذت جب تمھی تج لب کا لکی تب تجھ ۱۲۴۰ امرت نہیں بھاتا، کوثر تھے ہوا فارغ
کی سے تیرے سے آبحیات سے
تج جو رنگ دہلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل ملنیوں رے لبر کے سب جنت تھے ہوا فارغ
تیری بھی دیکھکر سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ
عورت میں تیرے چہرہ کا
دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نوکھن چراغ
اب تک طرح انوکھا

حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں
سورج چاند
بس ہی دیا پانے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ
چمکانے تیرے چہرہ آئینہ

عورت ملا ہے خدمت گار تل دھن مکھ کی مسجد میں
عورت کے چہرہ مسجد
پلکاں بتیاں کاجل دھواں دیتا اہے لوبن چراغ
لوبان

دھن دیکھنے کوں آئے کی ایک دیس تو لنے ان سب
کیوں دن نہیں
پھولاں کرے شعلیاں بیتے روشن ہوا گلشن چراغ
کسے شعلوں سے

تس پیاری کوں گل لائیا شوقوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا سے بہت

ہنس مانکوں لیانے سیج چک تو لاج تے آئے چنچل
(مانگ) لانے بستر شرم سے

حضرت نبی صدقے پیا قطبا رکھیں ہو خیال اُس

لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ سے سمجھا کر تجھے دل لبھانے

(۱۷۱)

تیرے دو نین ہیں مدمست متوال — تیرے دو گال ہیں خوبی کے گلال
آنکھ شراب کے متوالے

۱۲۶۰ تیرے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دو ناگ — سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال
چہرہ زلفیں نہیں مگر انگوٹھی

بھواں تیریاں کوں کیوں لیکھے گا نقاش — کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال
تیری لکھے

سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی — نہیں دیکھیا اگن کر کے تیں جو پیال
ہاتھ دیکھے شراب دیکھا آگ کو

توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں — جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
تو تجھے قیمت نہیں دنیا

جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تے — کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثل
اسی لیئے

دو تیاں گگے پر چو طرف تاریاں نمن بھرے چندا
اخیلہ　　ماند　　چاند
تِس پر پرستا چند نا سو تجکوں دکھلائے چنچل
چاندنی　　تجھے

توں کہیں کے نس بھیں او جبل چھپ جا چھپے دیکر تمن
بال　　رات
جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگتی ہے سنپڑانے چنچل
تجھے

بل یک پتیا کر چھانو کوں نامے خبر چک پاکے تو
دنبال لگ گر پانو پر آوے گی پھسلانے چنچل
پیچھے

سن ہرگ بن تھے حوراں یک من بن تھے تٹ تارے نمن
جنت　　خود آسمان سے ٹوٹ کی طرح
سو لک فریباں کھائے کے جو آئے سکلانے چنچل
سو لاکھ　　سکھلانے

چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہی پیو سوں
یکدل　　پیاسے
سو نس چکا پیو کہ اپر یوں نور برسانے چنچل
رات

پیو آج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سہج دن نو ملیا
رات
چند اپنم کے چھالے نے گئے ہوتے ہیں... چنچل
[illegible]

باندیا ہوں عشق میں لکر آساں لہاں سوں · نن پن تے میں ہوا ہوں ترے نیہہ کا غلام

مکہ کعبہ کوں طواف قطب شہ کرے سدا

سب حاجیاں میں پایا ہیں حج اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

ہنجے اُس گلے کا حمایل ہے دام · او یک جوت جوہر سورج پایا نام

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشان · اوسی تے گیا چھپ کہ جمشید جام

نین تیری کوں باوا نپڑکاں سکے · قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام

سرا وے کن اُس ناری ناز کی · کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام

طلسماں تے مشکل ہے نیہہ کا طلسم · جے راکھے قدم بوجھے افلاک کام

دو تن گوند کر ڈاولی کے نکھو · ۱۲۸۰ · نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام

ڈاولی: بیچ بیچ یعنی بیچ بوجھ او اسان نام۔

نبی صدقے قطب جم عیش کر میش

تیرے

کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال

ردیف م

(۱۷۲)

پیو مکھ کی آرسی میں دیسیا ہے سچ آپ نام | جے کو نجھا یقین سوں دیکھے من پائے کام
نظر آیا اپنا — جو سے دل کا
مستاں کوں جاے پوچھو تمیں راستی کی بات | نیں ہے غلط یہ بات انوکن ہے است جام
جا کر — نہیں ان کے یہاں
او مرغ وحشی رام نہوئے آب و دانہ سوں | ہر چند بچھاویں دام نپنڑ کسی کے دام
سے — نہ پھنسے
تج سیس اوپر ہے چھاؤں ہما کا نہیں ہے وڈے | مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام
وہ — تیرے سر — تیرے کلام کو
روزی ہو او صال تجے یک دو جام پی | اس تے بہوت طمع کرے ہے حد سر مدام
مجھے — سے زیادہ
انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا | قران ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام
نہ سنا — اور
ثابت رہ آپ کام میں دنیا کوں نیں وفا | آدم گیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام
نہیں

دوڑایا ہے عقل جتا اُتنا دوڑیا — دوڑائے ناتو بھی دیوے دشنام میرا کام
جتنا

اے پند گو معانیٔ کوں کیا پند کہتی ہیں — ۱۲۹۰ اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام
یہ — کے بغیر

(۱۷۵)

کرے نازنیں ناز سوں منج کرم — عشق ہات سوں ہوا اُچایا علم
سے مجھ پر — سے میرا

ازل کے قلم تھے پشانی لکھے — سدا اس کا ہورہ اچھے تج بھرم
سے — رہے تیرا

تیرے ہندسی دل پر گنت چو کوں کیوں — حساباں میں آیا ہوں میں تج قلم
گنتی بھولوں

میٹھے لب سیتی ناؤں میرا لیے — ہزاراں شکر ہے کرے منج دھرم
سے نام

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات — وو محرم نہ کیوں آ بیسیا در حرم
سے — وہ

انجھو جو ہو دوڑیں تری بزم میں — توں مکھ دھوے تو ہوگا شرف منجکوں جم
آنسو — تو

ہمن سیتی آرڑے ہوے جان بوج — سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم
ہم ناراض — ساتھی سے

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا — بھر و صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی موہمایہ ہے — پیالہ نہ دیتا منجے ییک دم
سے میرا — ایک

ن۱ قطب شہ ن۲ منج ۔

معانی[1] عشق جنیا ہوں کر نہ کہہ
جنے عشق جنیا کہے او ہے خام
جو وہ

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام
احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام

مجھے تیرے اور
جن نام و پنتھ نا بوجھے[2] وو گن وگیان کیا
کن[3] نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام

نہ پہنچا لئے ان
تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالیاں کباب
ساقی پلا توں لطف سیتی اب تو یک دو جام

تو سے تیرا
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھی جائے دھوئے
وو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام

وہ سے
نگار[4] تھا ک یاد کیا تج نو جیو دیا
جب[5] تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام

سے تب سے
عالم مینجے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم
وو نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام

وہ نام ہمارے
کرتے غروری اپنے بغل میں سو رکھ کتاب
وو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام
اس محبت خوشبو

---

[1] مطلب نہ [2] وو کان وکیان [3] جے [4] نگار [5] جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام ۔

نازکی میں نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے من   چند سورج مشتری آیر کیوں تج سیتے ہم
چہرہ کے مانند   تیرے ساتھ برابری

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لالی تھی خوب ۱۳۱۰   قد او چایا ہے ہریا سرو تجھے بھی اچھا علم
سے   اٹھایا ہرا سے

کیوں نہ جیویں سد عشاق نیرا مرت نمنے   تیرے گالاں کے سو خوی تھے چوتا ہی جیو کا نم
آب حیات کے مانند   پسینہ سے ٹپکتا حیات کا پانی

غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں   اس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم
بوسوں   سے مرہم

ایک چھن انپڑیں میا سو موں نین میں رکھیں پگ   باند کر پلکاں کے پردے کیا ہوں تیرا حرم
محبت سے میری آنکھ قدم

نبی کے صدقے کہے قطب زمان خوباں میں
تجھا دیکھیا نہیں ہے کوئی تیرے حسن کے سم
مقابل

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھی منگیا تو بین پوچھی نام   جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام
نازنیں سے

ہنسی ہیں سٹ کہ اپس مستی کے بہلانے سوں   دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام
ڈال کے اپنی سے   عمزہ ہاتھ

شراب پیکہ سورج کر دکھائی اپ توں سمج   اول تو نین تاریاں سوں مکھ تھا بدر تمام
پی کے   تیری آنکھ تاروں سے

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۱۴۰۰ معانی گدا کوں دلاوو درم

ن قطب شہ

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم ۔۔۔ اوچایا ہے یا نو چمن میں علم

سے ۔ اٹھایا

توں ہے چند تارے ہیں لشکر تمے ۔۔۔ توں ہی شاہ خوباں میں تیرا حشم

تو ۔ چاند

ورق صنع پر نیں لکھیا تج سا ہور ۔۔۔ ازل کے مصور کا ہر گز قلم

نہیں ۔ تجھ ۔ اور

سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام ۔۔۔ ترے ہت ہی درپن ہور جام جم

ہاتھ ۔ اور

ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لاج تھے ۔۔۔ چھپایا ہے مکھ آپنے کول ارم

پھول ۔ شرم سے

سدا تج اپر دھیان تازے رکھوں ۔۔۔ سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم

تیرے ساتھ ۔ نئی محبت

نبی کے میا فیض تھے قطب شہ

کی محبت کے ۔ سے

محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم

پھول بن ۔ مقابل

(۱۷۷)

کیوں سکے لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سیدا قلم ۔۔۔ ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاند تھی کم

ٹیڑھی ۔ زلف ۔ سیدھا ۔ نیا ۔ بہت ۔ سے

تُوں خسرو ہے شیریں بچن ہیں ترے   سنبریا نیں ہے فرہاد ایسا کلام
(سنیا) نہیں

نبیؐ صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
کو ہمیشہ

مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام
اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سوں پیو و جام   سجن من ہات لینے میں ہے آرام
رات چاندنی کے ساتھ پیو   کا دل ہاتھ میں

کرو روشن انداں شمع چھب کوں   ۱۳۳۰ کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام)

پیا بن کیوں گئے رس منجکوں ساری   موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام
کے بغیر گذرے رات مجھکو   کے چہرہ سے

پیا گل باہنہ دے کنٹھ لا رہوں گی   بلا کر میں کھلاوں نقص بادام
کے گلے

سو اس رس نین ناکھولوں کے ہوی صبح   پیا کے ناؤں بن نا لیو کوئی نام
رات آنکھ نہ   نام کے بغیر نہ

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے   ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام
کا چہرہ چاند اور   ہمارا   اور پیا کی   اسکے لئے

نبیؐ صدقے محمدؐ قطب شہ جسم
ہمیشہ

پرم پیالے پیوے نت صبح ہور شام
محبت کے

جو پھول پن کھڑی دھن سوں جو نہال کھلیا — سرگ میں سرو نہ تج سا لاے سرو گل اندام

پہننکر عورت جسطرح کھلا — جنت تجھ

سمن پہ وال سنبل یا دیکھا کہ تل راکھے — جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کی مکہ پر دام

دلوں کے پرند کے لئے زلف

بین پہ لبد کرا و لب خنداں ازل تھی کہے ۔ ۱۴۲ — ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام

سے — تک مجھے تیرے سے تجھے مجھ سے

نبی کے صدقے قطبؔ شہ لگیا ہے دھن کے گلے

لگا عورت

جوں لام الیف نمن مل رہی الف ہور لام

الف کی طرح اور

(۱۷۹)

نرے ہونٹ خرما نین تج بدام — ترے تل اہیں دانے ہور زلف دام

آنکھ تیری بادام — اور

عجب ناو شیشے کے قلقل میں ہے — کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام

ترے لب نقل سوں ہے مے منج حلال — تیرے نین نرگس بناں ہے حرام

سے مجھے — آنکھ کے بغیر

نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ — چند امکھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام

آنکھ ہرن اور خط سرمہ — اور زلف

اپس زلف تاراں کے تیں نا ہلا — ہوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں رام

اپنی — دنیا کے دلوں کے پرند

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں — ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
چاہا لئے (میں) — توڑنے کا

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا — شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
کہتا مجھ سے نہ دیکھا جاسکے — اور

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے — دندے کے سر کوں پھتر پر پچھاڑ پارہ کروں
سے — دشمن

شراب خانے کا مکیں ہوں و مکھ مستی میں — کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل سو تارہ کروں
کے ماتحت (کو) — آسمان

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں — شراب خور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
مجھ میں نہیں ہیں

پھولاں کے تخت پہ بیلاؤ میرے سلطاں کوں
۱۲۵۰ بٹھاؤ
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں
کی ہنسلی بنا کر

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
نہ کر مجھے — تیرا
رتی نیں یک رتی تج یاد بن توں نا بسر منج کوں
رہتی نہیں — گھڑی یا لمحہ — تیری کے بغیر — نہ بھول مجھے

ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں — چند کے پیالے میں آفتاب کہاں

چاند

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن — چند گانے کہاں رباب کہاں

چاہتے کرنے — گانے

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے — نقل مد کا کہاں کباب کہاں

شراب

او کنول مکھ میں نیر ہے بھنور — اُس کے انگے تنک سراب کہاں

وہ بھرا ہوا پانی (جیسے) — مقابل

سوکہ دیکھو کتے ہیں ساجن کوں ۱۳۴ — ولے میرے نین کوں خواب کہاں

کتنے خط سرمہ

نیند کی ہے خماری نیناں میں — او کنول مکھ دھووے گلاب کہاں

صبح کے بن لے پھول کھلیے ہیں — شُرب کا وقت ہے شراب کہاں

بہت کھلے

پردے میں کیوں چھپے گا او جھل کاں — سور کے نور اوپر نقاب کہاں

کہاں — سورج

سکی مجلس شہاں سنوارے ہیں — مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۴)

سکی آ پھول اچھالیں ہور سٹیں مد بہیانے سر میں
سورج کی کھول کر کھڑکی سٹیں نو طرح انبر میں

پھول اور ڈالیں شراب عشق رکھیں نئی آسمان

اگر لشکر لے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے سم
ہمن ہور ساقی ہو ہمدم سٹیں گے شور اس گھر میں

ساتھ مقابل ہم اور ڈالیں

سٹیں گے لال مد میانے پرت کے خوے کا گلاب ۱۲۶۰
پون خوش باس ہووے تیوں سٹیں سکر کوں مجمر میں

شراب میں محبت عرق خوشبودار اسلئے ڈالیں

جو ہے تج بات میں تانتاں بجا مطرب خوشی تانا
خوشیاں سینے لوہیں لاگاں انند ہور عیش ہے تر میں

تیرے سے اور

صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی
کہ شاید آوے وو لالن یکایک میرے منظر میں

ذرا وہ راہ

کتک کر نے بڑی باتاں کتک کر تے خرافاتاں
چل آواں او لے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں

کتنے ہی کتنے ہی

اگر جنت توں منگتا ہی تو آ مے خانے میں منج سوں
کہ خم نزدیک تجھے میلیں اوڑیاں خوش حوض کوثر میں

چاہتا میرے ساتھ سے

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
بے قیمت
لیکر آوں جو بکھرا ہووے اس کا شہر حیدر میں

حیدرآباد (بکری۔ خریدی)

ترے پگ تل رکھی ہوں سیس ازل ون تھی ابد لگ بھی

پانوں تلے سر سے تک

عجب کیا ہے جو جنت سر بھیں دھریں سانوا انبر منجکوں

زمین پر رکھیں ساتوں آسمان میرے سامنے

جہاں توں واں ہوں ہیں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں

وہاں مجھے کسی سے

نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں

مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نہیں ہے مرے لیکھے

اور اور کچھ نہیں قسمت میں

جدھر توں واں مرا جنت جدھر میں واں سقر منج کوں

تو تو نہیں میرے لئے

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا

اور

کسے نا جانوں میں معلوم نیں کوئی تج بغیر منج کوں

نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نینہہ مد کا ہیں سر مست ہو متوال ہوں پیاری

شراب عشق

کہ اُس مد باج نا چڑسیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں

شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب

نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت

کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں

عالم میں سہارا مجھے

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں

ہما کے پر میں ہے اے مرتبا سارے طیوراں میں

یہ

ہمن شوقاں کے آہاں کے جواباں بھریا ہے دھن

عورت

نہیں کس باں میں او تازگی ہور کس طنبوراں میں

تیر وہ اور

پلک پر میں پلک مارنے ٹلک سو دل چورانے میں

نہ چرانے

نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے چوراں میں

یہ آنکھوں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں ہے بازی

اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں

کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نپایاں ہیں

دل نئی طرز

چرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں

دل زلفوں

(۱۸۵)

باغ میں آکے بھنور پھول سوں کہیا یو بچن
نازکم کر کے کھلے پھول بہت تیرے نمن

پھول ہنس کر کھیا سچ نار کھسوں ولے
عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن

گر ہوس ہے تجے اُس لعل پیالے تھی شراب
پلک کے انیاں سیتے بیند توں مانیک رتن

حشر لگ باس محبت کی نہ آسے اُس کوں
جن پیشانی سینتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن

بہشت کے باغ میں گل باو کے ات لطف سیتے
لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون

ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں
جواب دیتا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن

عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اُس کی
ساقیا آکے پیالا دے کہ بس کر یو مین

قطب کے صبر سو انجھواں دیے دریا کوں اُبھک
کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن ہوئے میرے نین گلشن
سے عورت انکھ
سو پتلیاں بھونرے ہو پھر تیاں دیکھت او من گن گلشن
وہ دل کو گم کرنیوالا

سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر
سب
لگے مرغولتے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن
دل

کھیا پھل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو گیئے
سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن
سراہنے سے

جو لے ہت آرسی پیاری دکھن تیں آپنا مکھ تو
دیکھنے کے لئے
ہوا ہے سربسر زلل ترے درپن کا تن گلشن

دسے یوں پاچ رنگی پاپ میں زنناں سوں تن دھن کا
نظر آئے
سمن پایا ہیں سہتاتیوں سہے وَوں تن رتن گلشن
اس طرح

جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر

تک روح

سو مجہ انکھیاں دیکھ ادھراں دو تھے جیو آں پایا ہیں

میری ہونٹ اُس سے

جو جگ عشاق عاشق اُس لباں کے ہو دئیے جیواں

دل ۱۳۸۰

سو جا نیازاں ہی عاشق کر اچھوں پیار پایا ہیں

اب تک

جو توں کھا اپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق

اپنے

بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایاں ہیں

دل

عجب دغدے درو غاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں

یکس میں ٹیک لا دعوی جو پچ نس دن چپائیاں ہیں

رات

سہیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دنت جھلنے کیاں لاکر

شراب کے دانت کی

نوے چاندا...... نس میں سو دن سوراں دیپایاں ہیں

رات سورج چمکا

نبی صدقے نوادیاں، ناریاں نوے شیویاں کے نو قصے

نئے شیووں نئے

نول قطباں سو کہنے وو نپایاں سو نپایاں ہیں

نئے سے وہ

مرا بس ہوئے تو الٹ پٹ ہو تج تیں جیو دینے ہیں
تیرے ہاتھ دل
کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تھے پکتی ہوں
نہیں
سے
تسوں میں بات کرتی تو تھی دوتن پیٹ سوں اس تھے
تجھ سے — غیر، رقیب، قریب — سے
نہ پتیبا چھانوں کوں اپنے کھڑی جاگا و چکتی ہوں
بھروسہ کیا جائے
دوتن کے جھوٹ کوں سچ مانناتوں یو تو واجب نیں
رقیب — اس طرح — نہیں
دوکیوں کے جھوٹ آج کوں بری جا ان ہنکتی ہو
وہ — کہے — تجھ
قطب شہ مست ہوں اس وقت پر تو ران بخش ہو منجکوں
نہ جانوں کیا کتی ہوں میں نہ جانوں کیا پھڑکتی ہوں
کہتی

(۱۹۰)

کوپ سوں آئے ہیں شہ میرے انگن — چند من جھمکتا او مکھ سمن
غصہ سے — چاند کی طرح
کیا ہوا ہے سہو سائیں منج تھے کو — ۱۴۰۰ — ناز چھند سوں کی لگی لالن رسن
مجھ سے کہو — سے کیوں — زبان

سُرگ بن کا نہال ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں
باغ جنت
۱۳۹۰ لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہوے منج گھر انگن گلشن
ناز سے چلتی میرا

نبیؐ صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا
یہ
جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چارو گگن گلشن
چاروں

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں
تیرے بغیر لمحہ
ولے لوگاں کے ڈر تھے بھی اپس تیں کونڈ رکھتی ہوں
سے خود کو مقید

چھپی چوری کدہیں تدمیں یکیٹ پاتی جو ہوں کیں تج
کبھی اکیلا کہیں تجھ
تو دیکھ تج مست ہو جیوں مور اپس میں اپ ٹھمکتی ہوں
مور خود ہی آپ دیکھ کر تجھکو

لگی تھی میں انا چینی گلے تج پھول سوں یک دن
سے تیرے
تدہاں تھے سر تھے پاواں لگ اجھوں خوشبو مہکتی ہوں
تب سے پھر سے پاوں تک اب تک

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہو تیرے میا سوں — کہ پیچا کیا دل مرا تج اداسوں
چھوٹا دل باندہی — پیچا (گیا)

بہو دھات سینی بھلائی سجن کوں — کہ پیووں ادھر کا پیالا صفا سوں ۱۴۱۰
بہلائی — ہونٹ

سکل سُد بد کھوی ساجن پرت ہیں — او مکھ شمع پر بھولی ہوں تج جیا سوں
سب — اُس

عشق کا بچھوڈانکہ ماریا ہے منجکوں — آتار واپ دھراں کے دارو میا سوں

نبی صدقے قطبا کی ہو نیہہ کی ماتی
تو پائی اتن وصل نس دن عاسوں
اُنکا — رات

(۱۹۳)

پیارو تیں نین ماتے اہیں — سجن کے نین ہیں بھلاتے اہیں
کے چہرہ آنکھیں متوالی

سرج نمنے جب ...... نیکلے — چند تارے اس سوں دپاتے اہیں
سورج کی طرح — چاند سے چمکاتے

او نازوک قد سرو جب ڈولتا — تو چمناں کے پھولاں سہاتے اہیں
ڈولتا — چمن — زیب دیتے ہیں

سب سہیلیاں میرے ستر ناں ٹناداں ناہو سے منج تھے کدیں آبال پن
طعنہ — نہ ہو سکے مجھ سے کبھی یہ بچپن

ایک چت سوں پیو کوں لوجھی ہوں میں لائی ہوں پیو پنتھ میں دیوے نین
دل سے کو — پیا کی راہ چراغ

مصطفےٰ اصدّ محمّد ملی قطبا سینی
سے

او پری ہور واری شہ پر نورتن
وہ اور

(۱۹۱)

پرت دعوے وُون کرتی سہیلیاں ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باناں
محبت کے غیر

جسے رُوں رُوں میں بھریا عشق ہستی تو اس کوں نیہ کی پنتھ میں سراناں
روئیں روئیں بھری ہے (کی) — عشق راہ سراہنا

بھو چنچل چپل گن گیان گائیں کہ ناپیو کے ادھر تج دیو جاماں
ہونٹ سے تجھے جام

جو بن دے کر پیا چت سوں ملا چت کہ دیوے تج سجن اپس رنگاں
پیا کو دل سے دل — تجھے اپنے (کے)

نبی صدقے قطب من پھول کھلیا
(کے) دل کا کھلا

تو چوندھر سب مہکتا جیو باساں
چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

جب نغمہ داؤد نوں گاوے سو نہہ کے بن منے

عشق ہیں

سن کو ملاں الحان تج سجدا کریں فرمان کوں

تیرا

اغیار سیتی بولیئے کیوں بات منج جیو انس کا

میرے دل کی محبت

یک تل کی صحبت میں پیا بسرے ہمن پیمان کوں

لیے

رنگِ محبت نا دکھیا یو مکھ میں تھنا میں چھپیا

دکھیا

کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں جانان کوں

سے

شعرِ معانی پر سدا کرتے ہیں اخوان سب سماع

اس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں

سے

(۱۹۵)

بھلیا نھنواد منے جیو میرا انشکر نان سوں — کہ جیوں ہلجے مگس کے پر محبت شہد اساں سوں

بھولا بچہ کی طرح دل — جس طرح پھنسے ڈھیر سے

کتا پر مار یا ان تے کہ مت پاووں خلاصی میں — مگر دیوے خلاصی منجکوں اپنے نہہ کے ہاتاں سوں

کتنا — مجھے محبت ہاتھ

اجت کے کرن سیج رو مالاں کیے تیں — چندر مکھ کے خوباں اُڑاتے اہیں

چاند جیسے چہرہ

پرم کی رنبھا اَر بسے ہنس ہنس — کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں

محبت — عشق

پیاری سو مُہنر پرم دیکھ کر — سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں

کے دل سے اپنا دل

محبت

قطب شاہ کی سیج سنگرام پر

بستر وصل

۱۴۲۰

نول مل کہ دو تن کھجاتے اہیں

نئی رقیب شرماتے ہیں

(۱۹۴)

یک چھن خبر کر اے صبا موہن ہند ہندستان کوں

میرے ہندوئے

اپ زلف کے جنگل منے ہلجائے منج نادان کوں

اپنے میں پھانسے مجھ کو

مو درد مند عشق کوں ہرگز دوا اکدنا کیا

مجھ کبھی

گر پوچھے منج کیا کام ہوئے تج حسن کے رجحان کوں

تج شکر ایسے بول تھے نرخ شکر سب کم ہوا

تیرے جیسے سے

شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں

فلک پر کا دیا نی شعلہ جاوے کہ اُس شعلہ کے انگے کیا ہے جیجوں
مقابل

بھٹی کی پھوکنیاں پھو کیا ہوں دل سوں ۱۴۴۰ اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں
سے

منتر پر راکھ پر چوندھر سٹے ہیں عجب ہے یے نہ بوجے راکھ مضموں
یہ

تمن نوراں تھے ہے بے نور حوراں تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
سے سے

ترا وے آس کے پانی میں منجکوں کہ غم دا ٹیا مگر میٹی لے میچوں
مجھے

دنیا کا باٹ منجکوں دور دِستا خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
نظر آتا سے

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر نہ بوجھے عشق مو لیلےٰ و مجنوں
میرا

تری سبزی تے دمنتے سبز ورقاں گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
سے ٹپکتا اب تک

معانی کے بچن تے پنچے نابات
سے

دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
نظر آئے

خیالاں کے سو پھانسیاں سوں دیکھیا ہوں دل ہیں نیہہ کا ۔ سعادت کا سو خال اس مکھ اوپر دیتے تاواں سوں

محبت

نہیں ہے کج اے جیو گرنا بوجھی اس کج کوں دو جگمیں ۔ اگر بوجھے تو پوجھے ہور سوجھے علم جاناں سوں

شگافیں کی جو میرے مو بمو کوں ہو بن کچ نہیں ۔ ازل تھے خاک میری کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں

سے

تو تنگ نیہہ چڑ کر آج جولاں دیو میداں میں ۔ کہ کھیلو ڈاو یک تم داو سینی اپنے منتاں سوں

لئے جب ناوں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گردن تھے ۔ کہ دل کو ہوک لگیا ہے تمارے ہات چوگاں سوں

تمہارے

بہت دن تھی تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر ۔ ہو الجت دیدے پر منج دید لیسر یاتا میں جاں سوں

بہت سے

معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہے تیرا
کہ لبدیا جیو میرا باز اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے روں روں ۔ دوروں روں کا ترّا لایا ہے گردوں

جے کوئی یک روں ترّا رکھے آپ سر ۔ کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں

جو طرہ اپنے مثل

نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا

عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بھو عزت و تمکیں

بہت

رقیباں میری باتاں کے کریں کو توال کوں آکہہ

کیوں

مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ وسوں تو جوت سوں پڑیں

میرا

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس

وو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں و ستیاں ہیں جوں نشترں

معانیؔ ہے گنہ گار رکھیں یارب آپ آدھارا

رکھیا سر تیرے دربار آکریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بنداں نھے جو تا ہے شراب ارغواں

آنکھ آنسوؤں سے ٹپکتا

غم کے کپڑے پھاڑ بسٹ کریں ہوا سر تھے جواں

پھرے

لعل تیرے کھا تھے یاقوت کا پیالا پلا

سے

نقل اُدھر کا سکہ ہے منج جیو پرلے دلستاں

ہونٹ میرے دل

(۱۹۷)

وو نازک نازکی جھمکا رتیں کرتی ہے بے دیں

کہ اس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندھے دل منے آئیں

تمن مکھ روشنی شاباں سورج چندیتے ہیں تاواں

بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے اے سائیں

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسیں

کہ کہنے خسرو شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں

لکھیا پنج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب

نہ دھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر

لیجاؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں

چند سورج گال اوپر دیسے جھن کا چھاوو ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں

چاند (جیسے) نظر آئے سے سمجھیں

تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں

آنکھ کی میں آب حیات اسلئے

جن صنم نان بند و تبخانہ کے لوگاں منجکو ۱۴۷۰ میری گردن میں کرن کے زنار اچھیں

جنیو نہ باندھو

برہ تیزاب کا تروار بہوت تیز اہے ڈر نہیں منجکوں سپر منے جو دولدار اچھیں

فراق کے

کیوں کروں چاند سورج تاریاں سوں تشبیہ تمن دم بدم چرخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں

سے تمہیں تمہارے

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دشت سیتی سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں (۱۰۰)

نظر سے

نجانوں کس گھڑی کیتے ہیں معانی پہ نظر

کرتے

اس کے دل میانے علیؑ مہر کا گلزار اچھیں

میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاو اں کھیلنے تج سوں کدیں نا ہار سوں

محبت تجھ سے کبھی نہ ہار سکوں

تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر نا وار سوں

کس کام کے لئے دل نہ وار سکوں

سام سیسر ان بھنواں کا چک اُچانے نا سکے — منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں
زور سے

ہیں نجانوں ہشت جنت میں توں کس جنت کی حور — کافر و مومن کریں تج دیکھ کر جیو سوں فغاں
دل سے

تیری میٹھی بات تھے پیجی شکر دو جگ منے — تو جہاں ہیں اں جو چاؤ سوں بکاتا ہی رواں
سے پیدا ہو میں

تاب دوری کا بہوت میرے اوپر کرتا ہے زور — شربت اس قند کا چکا وا دھر تھے منج دہاں
اپنے ہونٹ سے

تیرے کھنے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے ہرے — بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہی گنگ اس کا زباں
یہ نہیں

کرتے ہیں باماں جباں لا سوں ہمیں تمنا سنگات — ہیں کہاں ہو تم کہاں جھوٹے کریں لوگاں گماں
ہم تمہارے اور

اے معانی تیرے رازاں تھی ہوتے ہیں آگاہ سب
سے
تاج توں رکھ سر اوپر اوہے اماماں کا نشاں
وہ

(۱۹۹)

عشق بازار میں او نین جو خمار اچھیں — ساقیا پھاڑ و ورق غم کا کہ سرشار اچھیں
وہ آنکھیں ہیں رہیں

بول آن بول کے چلتے ہیں ہمن سیتی پیا — مہر ہم پر نہ کریں پیو وے ہم یار اچھیں
ہم سے

(۲۰۱)

پیا جوں جوں ملے تیوں تیوں دو تن دل داغ جالی ہیں
رقیب کے دل پر جلائی
سراسر دوتنی کے تیں کری جوں زاغ کالی ہیں
رقیب کو مثل

پیارے آج کل آویں گے کر لے آس لا رہ کر
ہریک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی ہیں
لمحہ کے بغیر

جیوں ہیں جاگنے ہیں تج، سیوں سپنے منے بھی تج
یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی
جنم تج دھیان میں گھٹیا نہیں ہوں تج تھی خالی ہیں
تیرے تجھ سے

تمن بن دیس منج نس ہے تمن سوں رین منج دن ہے
تمہارے بغیر دن میرے لئے رات تمہارے ساتھ رات مجھے
کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی ہیں
مثل

نبی صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر
کے پاس
سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی چالی ہیں

جوں منج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسرنتے ہیں
جس طرح مجھے بھولتے ہمکو نہ بھول ہم
ہمنا تمن بن نا گیں جیانا بہوت دشوار سوں
ہمکو تمہارے بغیر گذارا نہیں ہوتا بہت دشواری سے

جوں جیو سینتے مل ہے تن ووں جیو منگے تج سوں ملن
جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسیطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا
دو نین پیا تج دیکھن بچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیری دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تج سوں نکٹ جاتا مجے ہر تل نکٹ
تجھ سے تنہا جدا مجھے لمحہ دشوار
لائے ہیں چور لے اجوٹ تم آپ نے پڑار سوں
وار نے کیلئے

داٹے مدن صاوے منجے پانی نہ ان بھاوے منجے
مجھے کھانا مجھے
یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھتے تکرار سوں
ایک لمحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو بار بار

جب نے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
سے دنیا آیا دل چاہا پایا
۱۴۸۰
ڈورا ذکر کا لائیا ہیں حیدر کرار سوں
ڈوری تسبیح لایا

جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ رہو تج سوں پیا
تک میں روح تک تیرے ساتھ
قطبا جیا دل باندیا حضرت نبیؐ دربار سوں
جی سے باندھا

بھونر کالا کیا ہے بھیس تیرے مکھ کمل کے تیں

ولے اُس بھونرے تے بیر پرت میں ہوی لہو کال میں

سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک

سے اور

بچھڑ کر کیوں رہوں ایسے جیون پیارے تھی یک پل میں

سے دلی

نبی صدقے رین ساری دو و تن جوں شمع جلتی تھی

رات رقیب مثل

جو تارے کے نمن رہی تھی قطب شہ چاند سوں ل میں

مانند رہی سے

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پہ شہ منج کسیا نہیں — دل بات کھول کہہ کہہ کدھیں ٹک ہنسیا نہیں

اپنی محبت — مجھے کس کر نہیں دیکھا — (کی) — کبھی ذرا ہنسا

منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا — س دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں

میرے دل میں — سے — عشق — کے دل

پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں — منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھسیا نہیں

سے — میرے بغیر

مُربا زلف سنپولا کھیا گاڑ رے عجب .. ۱۵ — اس دھات کا سنپولا ابھی کس پڑ ڈسیا نہیں

(۲۰۲)

کسائیں پاس پیرے ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اُٹھی جب ہڑبڑا کر نیند دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی جھپ کے چھاتی میں
تہاں تھے نج دو تن کاڑنے جو مت دیکھی تو چھپنے میں
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ بوجھوں تج پرت پیا نے اپیر چینت کیوں آوے گا
نہ منج میں صبر تا تج بہر جاویں قرن جینے میں
تیری محبت میں

تماری سوں تمن کوں میں کدہیں بھی یاد آئی تھی ۱۴۹۰؛
تمن جینے تھی نس دن میں ہنم چند جوں کھپنے میں
تمہاری قسم تم کو کبھی — تم کو یاد کرنے سے رات

نبیؐ کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار
جکچ منگتا ہے سوداگر نفا کچ نیں ہے تپنے میں
نفع کچھ نہیں ہے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُد بُد ہور جیو دل میں
تیرے — اور
ہنوز یک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سینتی بھرائی سمدراں ساتو
آنسوؤں سے سمندر ساتوں
کہ شہ کے وصل کی دولت کرے دُر گنج حاصل میں

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تیں
دل کے بہلانے کیلئے
ولے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں
کا نام سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ پھر تجھے زیب دیتا

۲۰۶

سکی نیہہ کا نین مندر کیا ہیں
کی محبت آنکھوں کو
جیا جیو جیو کا جیو کر راکھیا ہیں
رکھا

۱۵۱۰ جپے روں روں مرا تج ناؤں نس دن
یاد کرے رواں تیرے لئے رات
تجے جپنے تھے دو جگ میں جیا ہیں
تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا

نین سپنے میں باندی تیری صورت
آنکھ خواب باندھی
تو تیرے نور اپر نیناں سیا ہیں
آنکھیں

خدا جو راکھیا منج ہور تج کوں
رکھا مجھے اور تجھے
جدائی جانتے نیں ہوں پیا ہیں
نہیں

دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں
جے کچ سک کے بچن تھے سولیا ہیں
جو کچھ

نبیؐ صدقے فنا نا جانے قطبا
محبت میں بقا پیالا پیا ہیں
(کا)

ناسک کے ناکسر کا سو دھن بھون کا بھونک بے سدھ ہوکہ ٹھارا اُپر تھے کھسیا نہیں
ناک جگہ پر سے

دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رسیا نہیں
ڈالنے سے رنجیدہ ہوا

صدقے نبی کے دیپے مرا بھاگ سور تھے
چمکے سورج سے زیادہ

پنجتن کے چرن باج قطب کھسیا نہیں
قدموں کے بغیر

(۲۰۵)

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجے کس کوں جانا نیں
عاشق ہوے سمجھے کسی نہیں

جو آسوں پوچھنے جاوں اُساساں بات آتا نیں
آنسوں آہ

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آووں گا
تیری (پر)

ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیاتا نیں
میرے (پر) بغیر بھروسہ کرتا

کتے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا
کہتے

ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نیں
بغیر میرا

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند ٹک نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری
رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں ۱۵۲۰
رات تیرے بغیر

تیرا خبر اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے
دل تجھے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پہ پاوے روم روم بجتے ہیں تج یاد نت
تیری
او ناد پاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں من پانی تے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے
توں گل سناتی ہے ولے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی اے سکی
کتنا اور
آ سیج پر پل پل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گزرتی

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جھمکیا جو باندے بال بھولی جوں
میں باندھو

ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھو ہوے بال

لٹکنے جب چلے سودھن سکے ہیں چال ہنس کی کال
تازنیں سیکھے کہاں

بنے بن پھول سب بھرئے جو ہنس کر بات بولی جوں
ہر بن میں

منجے جب دیکھ کر سودھن دسن تل لیاے لب ویسے
مجھے دانت کے نیچے نظرآئے

دسن نابات آدھر امرت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آب حیات

کرواب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نیں

وفا کے اچھراں جو تھے سو اپنے دل تے دھولی جوں
سے حروف

محمد کا محبت آ کیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ میرے

علی گھر بھیک منگنے تھے بھرنی منج دلکی جھولی جوں
سے میرے

بساط دنیوی ہے بڑ بڑا نوں جان اے غافل
۱۵۳۰
وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کامان سگل کرتے ہیں

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحاں سگل کہتے ہیں
ہوا خوش دیکھو تاں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت سیارہ حشم جگ میں
غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن
پیاتے دوستاں کوں دوستی وندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے
او تلخی کا اثر میٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں

اس جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او
کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درماں سوں کرتے ہیں

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
عورت کتنا

کی منج نین تاریاں میں تج مکھ چند جھمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھوں کے تاروں تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبی صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا
خاندان کہلاتا

اس بن یقیں پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں
کے بغیر پھر تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلاؤ جاں سوں کرتے ہیں
سے

نجانوں اے او لالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں
یہ سے سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے باد موافق کاں
میں کہاں

صبا نوں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
تو لا سے

سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دستا ہے
تیرا نظر آتا

ہمارا راز جان انجان ہو باتاں سوں کرتے ہیں

سودھن آسمانی انچل اوڑی ہے ــ سورج چاند زنساراں جگمگائیں
نازنیں ــ اوڑھی ــ وہاں

منجے ایک کر جانوں ناچار کر ــ منجے ڈھونڈ نہ جیو جوتی لسو پایا میں
مجھے ــ مجھے

صراحی ہی ناسک دھر نبجڑیاں ــ نین سو گی زرغت سوں تہیہ بھریا میں
ناک ــ ہونٹ ــ آنکھ (سوکے) ــ عشق کی شراب

ہری سنبلا جگ منور کرے ــ پیالے سوہت سور ہو کر دیا میں
ہاتھ میں سورج

قطب نیہہ کے دیکھو سکی کرتی تھی
کی محبت

نبی صدقے اسکوں اپناں آزمائیں
اب

(۲۱۱)

پتلیاں مصلی طاق بھوں اس بے نیاز کوں ــ احرام باندکر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں
باندھکر ــ کھڑی

پلکاں طواف کرتے اہیں کعبے نین کوں ــ تا مدعا برآوے اکیس دل کے راز کوں
کعبۂ چشم کو

ہاتاں کو دیکھ بچکنے سو جوبن کوں جیو میں ــ بھٹین نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں
ہاتھوں کو ــ دیکھ کر ــ پر ــ دل ــ ــ اپنے ــ کا ــ مرلیاں کی آنکھ سے

باندے ہی پیچ جوڑے میں سیامی اُبھال دھن ــ ۱۵۵۰ ــ بند خوی برسیں سانت نمن سرو ناز کوں
باندھے ــ سیاہ بادل عورت ــ بوند پسینہ کے ــ کی طرح

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
مجھے تیرے جگہ

پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں
عشق عشق

حرارت عشق کا تیرا کیا منج بے عیادت کر

جراحت پر سلا بہ نازکی مژگاں سوں کرتے ہیں
سے

نکو جانی سلیمانی ہمن مرہم پری رویاں

دوا سب عاشقاں ہیں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میری اپنے

معانی نابوجے خوبی برائی پیسم دارو کی

ہزاراں شکر مو دارو اپیس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کا لے ناؤں پیت پھل کھلائیں ۔ ۱۵۰ ۔ تو تانزے اپرتانزے ہی بار لیائیں
لیکر نام محبت کے پھول پھر پھل لائیں

یک بک بھاؤ ہور یک یک رت سو مکھ شہر بھانے یک یک کو جلائیں
اور ایک

گلالی لال پھانکاں دو آدھر پروال ہیں دھن کے
ہونٹ
تمن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے جل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل کاجل
سو تس بھیتن نپوچھو کوئی جو بن نوری ہلالاں میں

پون جوں بیچ کھا ڈنڈ لاے صبح ات تنک پن تھے
ہوا ڈھونڈے سے
دسے نازک کمر تج دوں خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے تیری اسطرح ڈلتی چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطب شہ دل
سے ظاہر
جواہر سمنڈراں ابلیں ہر یک تانے خیالاں میں
کچھ کے سمندر ۱۵۰۰

(۲۱۳)

تیری دوری تھے مردل کوں نہیں یک دم قرار
فراق سے
مچھلی نمنے تلملوں ہونا جو لدند دور توں
مچھلی کی طرح کبھی
تیری مجلس کا سو باقی پیک پریاں مست ہوئے
تلچھٹ پیکر
ہشت جنت میں تھے کن جنت کی چنچل حور توں
سے

کرتار ہر یکس کوں دیا ہے ہر یک کام — لاگیا ہے کام عشق کا مُنج عشق باز کوں

خالق ہر ایک کو ایک — لگا مجھ

بھومنتراں سوں پالے سنپارا سو ایک ناگ — رُوں رُوں سنپولے لبدے ہیں اس غمزہ باز کوں

بہت سے سنپیرا — ہر روئیں میں

حضرت علیؑ کی لئے کہ درازی اہے تمام

(ہیے) (کی)

صدقے نبیؐ کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۲)

کنگی چھُٹ ہات تھے دھن کے رہی یوں سیام بالاں میں

چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین اسطرح سیاہ بالوں

اجوں چند ارد کرناں سوں مل دستا ابھالاں میں

جسطرح چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نین تیلی سیہ جوں مشک جو ہر جام بھیتر پا

آنکھ کی کے اندر

جڑے ہیں جوہری نیلم پھل لیا موتی ڈھالاں میں

لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ سیاہی اپس میں آپ

آپ

دسیں تیوں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں میں

نظر آئیں اسیطرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم ہے سب عالم
بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دواں

تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوگ تشبیہ
کہاں او جھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھی دو جہاں

نماز و روزہ سوں اچھنا کہ دل میں ہے میرے
دکھاتے شیوے عجائب منج اس زماں کے بتاں

شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا
رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تتاں

کہ سات سمند من سمسکرت علم بہے
تو توڑے جیر وہ کاری کھاوے اسکے گتاں

بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر
کہ پیڑے ہیں منجے چوندھر تھے اُسکے کتو خطاں

ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم
دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں
منج دسے تج دسے سم نا آویں گے جاناں سوں

کر سونا رسو میں راستی کی بات کھیا ۱۵۰۰
نینہ ترازو منے جو کہ کر کھیا ہوں تمناں سوں

سنبہاریاں کے نین نمی پردہ تھا مجہ نین پر — تیری دستی نے اڑایا پڑا عجب دستور توں
آنکھ سے میری — نظر سے

تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی — سچلی دستی ہے سندر جیوں طور پر کا نور توں
تیری آنکھ سے — سچی نظر کی

سب فقیہاں پل الف نا پڑک کہتے ہے پڑو — میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں
(د) پڑ لکر (ب) پڑ ہو

پند گویاں تھی ہوا ہوں عاجز و بیہوش ہیں — میں سو عاشق با نوا و علم میں سنپور توں
سے — اور کامل

کوئی بوجھے رمز تجہ بن قطب کا
لب شکر ساقی پیالا بھرکے ہے فغفور توں
کہ

(۲۱۴)

بھواں کی کونگی جب تھی تمیں چڑاے کماں — سوار خشن ہوئے جیوں کہ رستم دستاں
سے تم چڑھائے — مثل

نماری ناز کی جب اوس جیو کے باغ پڑی — چھوے وو اوس تھی ہر دم شراب لعل رواں
تمہاری دل (میں) — ٹپکے اس سے

وو باس اپنی پری پل سوں چھیدتا دم دم — ہر ہیک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں
وہ — اپنی

بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی — یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں
خوشبو — تمہاری — ان کے درمیان

نهڈی کہے رشک تیرے تھے جھڑ ہیں باغ تھے سیب توزیب دیکھ کے یو چھوڑیا ہے آپ وطن

سے

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہات نال اپڑے پرت میں ڈال ہوا قدعصا دیچنے رتن

سے پھول

خبر مو بھاگ کا بھیجو نین کے حاجب سو تماری یاد تھے جیتا ہو سب خطا وختن

میری قسمت

سے

او بت کا ناز دسے کچ ہر یک کے نیناں تل نظر ہمارا سو کچ دیکھ کر لیا ہے چمن

وہ نظر آئے

کرے سوال معانی تمن تھے سال بسال

گرے

کہ سوال دیویں تو کیا کم ہو یگا حسن ٹپن

۲۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں خوش مکھاں جا کر تو تج پھل ار صحبت کیتے ہیں

کرتے

دن

گو شتہ پھل جھاڑ خوب ہے اب میں ہم ساراں مست یک بکے پھل جھاڑ تل او جھلک خلوت کیتے ہیں

دو

کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ چندریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں

آہ ایسے منساں کہ جو اچھے جگت آئے بھر سو ہمارے تائیں سو رنگاں سوں فرقت کیتے ہیں

لے

کرتے

مے ادھر لعل تھے منگتا ہوں پینے بہو دن تھے
ہونٹ سے چاہتا بہت سے
کوں او دن اچھیگا پیالہ پیویں ہمناں سوں
ہوگا وہ ہمارے ساتھ

تخم پیت کا ازل تھی پیر ہیں دل میں مے
محبت سے بوئے
تو تمن بات کوں جاوب کروں پلکاں سوں
تمہاری

عشق کے باغ میں گل یا و محبت کا ہلیا
ہوا
کروں پینڈولے ڈرتا ہوں اس پاتاں سوں

آپنی آرسی کا لاف سکندر نہ کرے
تیرے ہت آرسی دکھ گم ہوا اپ ناماں سوں
ہاتھ میں دیکھ کر

عشق کا بات نہ آوے کتے ہور لکھنے میں
کہنے اور
ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمناں سوں
ہمارے ساتھ

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں فتنہ ہو کہ ہمیں
تمہارے
کی نہیں کرتے نیر اندازی ایں نیناں سوں
اور کیوں اپنی آنکھوں

صبر گزریا ہے صبوری تھے معانی تیرا
سے
برہا تند ہوا لطف کرو نازاں سوں
فراق سخت

۲۱۶

جدہر دیکھوں تو دسے حسن تیرا میرے نین
نظر آئے آنکھ میں
کہ دل چمن میں تمارا ہی بابن جیسے چمن

پیالہ بھر تھے پیو نگار قیب کے ہت تھے
بھرے ہاتھ سے
کہ مستی کوں سر چڑہا کر پھروانوں کے انگن
کے تمہارا خوشبو ان

مج اس ازل تھے لکھ ہے ناداں سکیاں کیا پوچھنے میری زبان عاجز ہے تم سنگ بولنے تکرار سوں
سے

پنکھی ہزاراں جگ منے بن جوت اڑنے ہیں ولے تو جوت مج پر چھائی تو جگنا ہوی چوسار سوں
پرند میں

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں
سب دنیا میں
۱۶۱۰
تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں
تیرے سے

(۲۱۹)

جداں تھی عشق میں بوجے تداں دیکھے تج اپنے میں سگل سُد بُد گنوا پوجے رہے تج ناؤں جپنے میں
تیرا نام

(اس کے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں ہیری عجائب سُو بنا مالی کنا پالی رہیا نیری عجائب سُو

غباری کا خطاں ٹرہنے سو چشمک سوں ارنکھی قلم بال سوں ہت صنع رقم کیری عجائب سو

معلّم سو سدن آئے دکھا حرف نوا خط سوں جگا جگ میں ہوا بجث عنبر پھیری عجائب سو

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے پھٹ — پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں ملامت کیتے ہیں

دوست را اکھو وضع مے پیناں کا کب دشمن نزیک — اس زماں میں مست اس جام محبت کیتے ہیں

مندر باقوتاں کا توں جانے نہال گل کلال — اس کے ناں میں مجلس صاحب مروت کیتے ہیں

تب کہ مست ہوا نکھ اس لطف ازل را کیا امید — واں کہ حاضر تھا ہوں میں جو وقت جنت کیتے ہیں

رکھا

پیالہ ڈھان کیا کر معانی تا نہ لیوی نام کو

ڈھانکا

کیمیائی آن لسو کراں سوں حیلت کیتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق بن آدھار سوں — پیرت کے لاکاں پر اپن دل جیو کنوں نا وار سوں

وارسکوں

منتی سوں تم گالی دیے میں بھی تو کچ کہتی ولے — یک حرف کہنی مت رسیں گر چہ ہے دشوار سوں

پکھ

آ گھر مرے میں تج لکھی مج جیو میں تج صورت بسی — لو چن میں روشن توں دسی تپلیا جیو میں پیار سوں

طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار ن — مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں

میرے دل — تری

کہیا کہ عاشقاں کوں دکھانے کا بھید کیا | کہیے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو
میں

کہیا کہ مد گلالی جلاد یوے جیو کوں | کہیے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو
سے

کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نوازو مجھ | کہیے ہماری پنتھ منے جاں فشاں کرو
ے راہ میں

کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہے
کہیے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو | زمین اسماں من فرق اہے خوب دکھو
کے مانند
اور یہ

سبحۂ دین دکھو ہور حسن جنم کفر دکھو | خرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دکھو
اور

قصہ یوسفؑ دکھو ہور حمی باراں دکھو | پیرہن باس دکھو دیدۂ یعقوبؑ دکھو

دوری دیکھو سو تماری و ہمن صبر دکھو | خندۂ ناز دکھو گریۂ ایوبؑ دکھو
تمہاری ہمارا

درد میرا دکھو درماں سو اس کر دکھو | اس غروری دکھو ہور منج مژہ جاروب دکھو
اسکی اور میری

نھنی کیس اپجنے کا معمّا سو بوجو شیخ — کہ ہر کیس تھے لکھ وضع شرائیری عجائب سو
ہے
سُہن بال چمن مکھ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے — اُو تولاں سو کھیلے پھول سرنگی تیر عجائب سو
چڑہیا تیری پکار اٹھیا سو چوندھر جیو برق کیاں — یوں منی کجل انکھ میں چمک تیری عجائب سو
سکل کیس بلا کھوپ بندی کوپ معانی پہ
سب بال
بچن کوپ دلا کوپ تیر دیری عجائب سو

(٢٢١)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو — کہئے پرت کی بات تمن جیو کا جاں کرو
سے — تم
کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں ١٦٢٠ کہئے کہ قول جوت سوں لکھ کرواں کرو
کہیا ادھر تمارے جیوں کوں جلاوتے — ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو
ہونٹ تمہارے
کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن ستو — کہیا کہ دونو بات میں ایک امتحاں کرو
تا پوجنا چھوڑو
کہیا کہ آدمی کا مروّت نہیں تمن — کہے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو
تم کو

منج محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکار — میں شکاری ہوں کھیا ابرو کمانان ناندے دو
باز چنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار
اس کے چنگل میں معانی ہے بچارا مور و مور

(۲۲۴)

مرے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پوچھینگے کو — ہمیں جانے و مذہب آ رقیباں کیا غرض تمکو
کوئی — وہ
پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورا نیہہ سوں جھلتا — بھریگا شہد سوں اب تو ہمن اللہ جیو کا جو
ابروں روں کا چھایا ہے ترے مکھ سور کے اوپر — اوابراں تھی چو وے مہ بنداس تھے دل کیا ہی خو
وہ — سے — ٹپکے — مینہہ کے بوند اسلئے
کئے بنیاد مستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل — کروں کعبہ میں سجدہ ہر کد ہر کوئی کہینگے مو
ازل تھے ہم تمن میں یاری ہی اے پیر میخانہ — عجب کیا ہے چھپا کر دیو مئے منجکوں پیالی دو
سے — تم
مو میں یک بات او دل میں آ بیک میری نہیں عادت — تبیں سنگ دیکھو انگ میرا کہ پکڑیا نہہ کے مدتھے بو
عشق — سونگھ
منہ
ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا — اگر ہو رعو د عنبر سونگھ کر ماناں کوں کروں خوشبو
پھرے — اور

آب زمزم دکھو ہور اُس بھدی کا نیر دکھو — صافی چشمہ دکھو نائب منسوب دکھو

سرو کا قد دکھو ہور اُس لٹکن چال دکھو — عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو

ناز کا ناز دکھو ہور انچل اُس سیس دکھو — سو کے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو

نیہہ کا زی دکھو ہور مو دل مجنون دکھو

کوہکن دیکھو معانی دل مکتوب دکھو

(۲۲۳)

آہواں پائے خطا کی زلف مشکیں باس بُو — کچ عجب ہے راز اُس کی باس پر تھے وارو مو

منج کرے مجنون و دیوانہ پیا اب نیہہ سوں — بھی کیے زنجیر زلفاں سینی زلکوں بند اُو

دو دگے نھنواد ہیں مو من تبلیاں چابلیاں — تو لبد کینتی ہیں تیرے بیٹھے جو میاں سینتی خو

منتی ہی تج ناؤں کی مہر سو سیس اوپر سدا — تاج وافسر میں کیا اس منتی کوں کیا کینگے کو

طوف طاق کعبہ کرنے نے منجے فرصت خدا — خاک سر مر کر دماغ اپنے کو دیوون عود بو

تنج عشق کے پنہاں میں مکین معانی ہے
با جوت نین منج پر تا د بسوں کر و بدہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ناہ ۔ ۱۶۶۰ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ
سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باد آیا چکر کھانس پر ہی نظر تو دسوں شاہ
تمن خیال سیتی ہیں خیال باندے رقیباں بوجھیں یے باآہ ہی آہ
نمازاں کروں را ادن ملنے کیا ہیں ہوا منجکوں روزی ذوالحجۃ اللہ
اندھارے کے یا دل منجے بیڑی جوہر خدایا تو بھیجیں ہمن یاد و دلخواہ
کتا صبر فرہاد کر چپ نرہ توں کروں آہ آہاں توں نہیں ہوتا آگاہ
ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب نظر یا منج اوپر سونگا کہ جیوں ماہ
کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں کروں یاد اگر کس کوں استغفراللہ

کروں تعریف میں کس دست ھا سوں میویاں کے رنگ کا ۔۔۔ یون جوبن کے ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگین ہو
کے ۔۔۔ جوانی کے ۔۔۔ مولکوں کو

بہشتی میوے ارزانی ہوئے ہیں اب معانی کوں

رقیباں اے برائی دیکھ کر جاتے ہیں جگ تھے ہو
یہ ۔۔۔ سے تو

ردیف ہ

(۲۲۵)

شب برنی رون کا خوش تج مکھ پہ ہوا چردہ ۔۔۔ باندھے ہیں خماری کا اس نین اپر پردہ

تھا حکم سلیماں کا خاتم ستیں جن اوپر ۔۔۔ مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کردہ

نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے ۔۔۔ دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پروردہ
سے

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ ۔۔۔ مکھ دانہ ازل تھے سنج منج جیوتیں آوردہ
سے ۔۔۔ رہے ۔۔۔ سے ۔۔۔ سونچکر میرے دل کے لئے

دانے اوپر آنچل کا دو جھل کر ہے نہ کا ۔۔۔ کیوں جاؤں چرا چرنے دو دام ہے گستردہ
وہ

اس دانہ کے تیں میرا دل دانہ ہو پچھنے ۔۔۔ دے خمس و دانہ کا مونیر خضر خوردہ
چارا ۔۔۔ وہ ۔۔۔ میرا

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترا کیب — تک نوش دارو بھیجو ترکیب ہوویگا شاہ
بہت

میں طفل ہو تمہارے مکتب تھے علم پوچھیا — تو دیویں علماں سب شاباشی منجکوں گہ گاہ
سے

یہ سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی
میں

منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ — ۱۶۸۰ ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحرگاہ

ہمن بزم میں نہیں ہے شیشہ کا حاجت — کہ دل شیشہ کرتا ہے قلقل شہنشاہ
ہماری

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب — منج اس ظلم تھے اپنے سینہ میں رکھا اللہ
سے اپنی پناہ

اٹھیا باد چوندھر تھے تج عشق کا یوں — گئے ذرہ اوڑ میں رہیا ذرہ درگاہ
سے

ہمن کوں ہے بتخانہ او خال ہندو — کروں سجدہ اسکوں دکھاوے منجے راہ
وہ

نھنے پن تھے رکھیا ہوں تج دار پر سر — کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمیں گاہ
بچپن سے — سے

معانی ہے عاجز تری خدمتاں میں
نہیں سُدبُد اسکوں توں کر سب تھے (سے) آگاہ

(۲۲۷)

نیناں کے بند میں الجھیا ہوں کن نہیں ہی آگاہ — نا بوجھ سک کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ
نینہہ کھرگ دھارا اوپر چلنا بہوت ہے مشکل ۱۶۷۰ — چل نا سک اس کے اوپر کھوئی ہیں سب اپنی راہ
پیار اد عشق کا ہو کر نینہہ صف میں ڈرتا ہوں — ہے مدعا یہ میرا سجدا کروں وو درگاہ
لکھ پھول آسماں میں دستے (نظر آتے) ہیں تارے جوہر — اپ کام میں یں پھرتے نہیں کس تھے (اس) کوئی آگاہ
ہیں مات تیرے جسم انگے کیقباد و رستم — چرے بندے ہیں تیرے ہمکوں رکھا اپنے دلخواہ
کن لکھ سکے حساب تیری صفت کے یارب — منشی نبوجھیں انشا قلماں ہوئے ہیں جیوں کاہ
کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں — احرام باندیا اس کا نا سوجے (سوجھے) ہور (اور) درگاہ
تج نینہہ صور کوں جھارن کوئی جگت میں (؟) — یک رنگ ہوئے سو جھاڑے تو دیسے سب میں جمجاہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے بیٹری

معانی تو دِسے شاہِ یگانہ
اسی لئے نظر آئے

(۲۳۰)

میں دعایاں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ
کن
ٹیلا پیشانی پہ لاجاؤوں گا اس کی درگاہ

مے ہے مجلس منے کن لاف صبوری مارے
میں
اسے عاقل نہ گنو تم وو ہے سب میں تباہ
وہ

نور ہو قد کے بچن بولنے صحبت میں نتی
جل نکلتا ہی دھنواں تج تھے سحرگاہ یگاہ
سے

عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھی صبا آوے باد
سے
کیمیا دشٹ کرو تا دھریں سر پر سب شاہ
نظر

پگ ہیں نازک ترے ہور ناز کا رفتار اہے ۔۔۔۔۔ سرویک پا پہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ

قدم
مستی سوں جب ۔۔۔۔ بگڑی بھنواں اد پر کج
اور
میں دعا کرتا ہوں یارب کہ رکھ اس اپنی پناہ
ہمارے

پکڑے اغیار نپٹ اب تو معانی دنبال

صبر کر ریگا تو ہشیار ہمیں ماریگے آہ

معانی گنہگار ہے بخش یارب

بندیا دل ترے مہر سوں توں ہی آگاہ

باندھا

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپ آشیانہ — سچیں تجکو سہاتا ہے اے خانہ

اپنا — سچا — یہ

ہنسی میٹھائی سیتی دل بہلائی — نبوجے کن کجل انکھ رکھے دانہ

سے

تن باساں سینی پنکھی ہوا ہیں — نلے گی بوج بلبل منج فانہ

سے

چڑیا ہونٹاں کی مسی کا اثر منج ۱۶۹۰ — اے مستی نیں ہے کس خمار خانہ

چڑھا — مجھ پر — یہ — نہیں

دیکھوں جب آس سوں ہوئے آہ پردہ — ہوا ہوں اس تھی میں سرتھی دوانہ

سے — پھرسے

سُنا روپے کی چوری میں نجانوں — چُراتا ہوں اود یا قوت خزانہ

سونا روپیہ — وہ

ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ — نین تیز آب سوں کرنے نشانہ

کشش بیڑی اپر کن چل سکیگا — ہزاراں لرزہ ہی اس کار خانہ

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھی یک تِل سہیلی ١٧١٠ پیا کی رنگ سوں ہیں ہوں بکیلی

لمحہ سے — سے — اکیلی

سدا ہے یو جوت سوں مِن جگمگاتی — پیا نیہہ کی چھب سوں ہوئی ہوں چھبیلی

پیا کی جھلک سے — کی محبت سے

سکیاں پیاریاں منے میں پیو کی پیاری — ہوئی ہوں نیہہ سوں پھل جوں نویلی

میں — پیا کے عشق سے پھول

سجن قد سرو سوں منج دل بندھانا — پلیٹی رو کہ کوں جوں کونلی بیلی

کے سرو جیسے قد سے میرا — درخت کو جیسے

پیا مطلق منجے دل تھے بسارے — پیا بن کیوں جیوں کہہ ری سہیلی

مجھے سے بھلائے — کے بغیر زندہ رہوں

سینے تھے منج پیاری نیں اُتاری — کیے رنگ رس سیتی منج نت نویلی

سینہ سے مجھ نہیں — سے مجھے

نبیؐ صدقے قطب شہ سیتے

سے

نچھوڑے سیج پر منج کد یکیلی

مجھے کبھی اکیلی

(۲۳۳)

پیاری سہاتی ہے ابھرن سوں بھاری — تو جا گا کرے من تیں چھند سوں پیاری

جگہ — عشوہ سے

ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی — سو مدمست ہو ملنے کی ہوی اوتالی
تیری محبت — ہوکر کیلئے جلدباز، مشتاق

مدن بان ساندے پلکاں تھے چھند سوں — کہ جیواں ہرن پر سرک زلف کھالی
سے عشوہ سے تیر مارے — دلوں کے

پیا بن برہ دُکھ ستاوے سدا منجھ — پیا سوں ملاوے سو دھن منج جو آلی
کے بغیر فراق ستاوے مجھکو — نازنین مجھے

سجن کے درس تیں ہمن تیں پیاسے — دکھا کر پیا کوں سُگھڑ منج سنبھالی
درشن کیلئے ہم — دکھا مجھے

مرے دل میں نس دن تھی ہی پند بستا — کہ شہ کے چرن تھے نہوُوں نرالی
رات سے — قدم سے جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر — سجن کے خیالاں ہے سب لاوبالی

نبیؐ صدقے قطبا کی پیاری ہو سرسوں
شروع سے
جو بن ناد ناریخ چولی میں کھالی

(۰)

عشق پنتھ میں جن نے بے تاب ہووے — اُسے عاشقاں کین نہیں او سیانی
کی راہ — جو — کہیں کہ — وہ

محبت کی سلطانی ہے سب جگت میں — کہ اُس سم نہیں کوئی گیانی و دانی
کے مقابل — دانا

سمج سے ناہر کوئی معنے پرت کے — نہیں فہم ہر کس کوں ہیں اے پچانی
سمجھ سکے نہ — محبت — یہ پہچانی

نبیؐ صدقے قطبا کوں بن سائیں مکھ بن
بغیر چہرہ یار کے
۱۷۳۰
نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورانی
نظر آتا — اور چہرہ اسطرح

(۲۳۵)

چھبیلی ہے صورت ہمارے سجن کی — کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی
پتلی — اسکو — اپنی آنکھ

نہ دیکھیا نچھل کوئی اس سار صورت — سراہوں کتے زیبا پنے موہن کی
صاف پاک — کی طرح — سراہوں — کتنا ہی

چندرا سا دیکھیا مکھ اس سرو قد پر — تو ہوتی ہے شرمندہ پتلی گگن کی
چاند جیسا دیکھا چہرہ — جیسے — آسمان

ترا حسن پھل بن تھے نازک دیسے تو — نہ دیسے ترے انگے چھب کوئی بن کی
پھولبن — سے — نظر آئے — نظر آئے — مقابل

نین تیرے دو پھول نرگس تھے زیبا — نزاکت ہے تج مکھ میں رنگیں چمن کی
آنکھ — سے زیادہ — تیرے چہرہ

او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہوگُن میں ماہر   بُھلائی ہے تو عاشقاں کوں اوتاری
وہ   دیکھا

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دایم   گھلی اُن نین میں برہ کی خمُاری
دل مائل ہوے   تیری طرف   آنکھوں   فراق

مدن بان ساندے ہی چھنداں سوں موہن ۱۷۲۰   ہوئے عاشقاں دل کے اُس تھے شکاری
عشق کے تیر مارے   عشوؤں سے   سے

نین سوں نین لاکھ موہی ہوں پیو پر   کہ تن من اپس اُس کے انگ پر تھے واری
آنکھ سے آنکھ   ملاکر فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر   اپنا   جسم   سے

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا   جگت کوں پیا دھیان میں من بساری
قدم   سر   دنیا کو   پیا کے خیال   بھول گئی

نبیؐ صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں
پہچانا   تجھے
کہ سب میں ہے توں اُسکی من کی پیاری

(۲۲۴)

پیا کا عشق ہے میرا یار جانی   بن اُس نیہہ کوں جیو کرمن نجانی
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھ کو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا   پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
میرے دل میں   محبت کے

ہوے عاشقاں روپ لیلی نہ مجنوں   ولے ہوی ہمارے وقت او کہانی
وہ

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے — کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
چاندنی رات زیب دیتی ہے — پہناوے

موہن چھند بھرے کوں منالیا او ہم گھر — کہ تا اپنے چھند بند سوں مومن رجھاوے
ہمارے — میرا دل

پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں — تو رنگ رنگ سوں او گڑ بھریا مج بھلاوے
کے ساتھ محبت بچپن سے — سے وہ مجھے

سجن بول تھے پھول جھڑتے ہیں جیو کے — عجب کیا جو اُس باس سوں مج بھلاوے
سے دل — سے مجھے

جکوئی اُس دو نرگس کے سرمست ہیں — او نو کوں نین رنگ کا مد پلاوے
جو کوئی — اُن کو آنکھ کے کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے بہاوے ۱۷۵. — کہ جوں ..... اپس نور سیتی سہاوے
تو چاند تجھ سے — اپنے سے

نبی صدقے قطبا کے تیں نت نویلی
انند راگ نیہہ مطرباں ہت گواوے
کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سر پناری ہو چھند سوں اپ نواری — تو سائیں کے سو من میں ہوئی ہے وہ ناری پیاری
بہت عشوہ سے خود کو — اسلئے وہ

ترے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے ــ رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی
آنکھ

نبیؐ صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے

تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی ــ بخت اس کے جن اس چندکوں منائی
چاند کو چہرہ سے ــ جو چاند کو

او خوش تج چندنی کوں لا دوں گلے ــ کہ منجکوں مر روٹھے پیو سوں ملائی
وہ اچھی روشنی والی چاندنی لگاؤں ــ مجھے (موئے) پیاسے

انگن کاچ پر موتی چوتی بچھاووں ــ کہ سائیں کے پھل پگ اس او پر بنائی
صحن ــ پھول جیسے قدم

چندن ہور عنبر کدم کر لگاووں ــ کہ موہن کوں خوش باس تن میں بھائی
اور ــ کے ذریعہ سے

گلاب آچھے انگن میں چھنکاو کے ــ پیاری مو مندر کوں چھنداں سوں آئی
میرے مکان کو ناز سے

بچھاووں صدر تج ہیرے کا جوں ــ سہے میرے لالن کوں آچھب کہ جائی
زیب دے ــ یہ

نبیؐ صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل

بھونر نمنے منج دلکوں تل تل ہلائی
کی مانند میرے ہر لمحہ

سکیاں سائیں چھند سوں نپوائے آپ تمن حسن کے تیں سو او ناز ہے
تمہارے
سنوارے ہیں مجلس پیا روپ سوں مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے
اپنے چہرہ سے وہ
سنوار رہا ہے من موہنیا اپنے تیں پیا کوں اینو سوں ترکتاز ہے
سنوارا اپنے لئے ان سے

نبی صدقے قطبا پہ آنند دار
عیش کا دروازہ
علیؑ کی میا تھے سدا باز ہے
محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے اس اوپر سُہے نقش چھند بند چالے
پھندے زیب دے
پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے سکیاں من سو ہیں اوسی تھے او تالے
سے پڑا سہیلیوں کے دل اسی لئے
لٹک چال سوں جب چلے سرو قد سوں او چھپ دیکھ کر سر و اپ تا سنبھالے
سے (جیسا) لیکر وہ خود کو
پیرم رنگ ریلے کوں گڑ سوں ریجھا کر لگاوونگی چھاتی پلاوونگی پیالے
محبت کے کو سے
چکاونگی اُس حسن ماتی نین کوں پرت بین سوں سائیں کا من بھلالے
حسن کی دیوانی آنکھ کو سے دل

سُہنتا ہے رنگ برن اُس یا نین یا سر اُس — پھل پگ ہے یا چرن اُس یا زلف یا نسکاری

پھول جیسے قدم

یاقوت دو ادھر ہیں دو گال پھل نظر ہیں — یا نس میں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری

ہونٹ — پھول — رات — مثل — کسطرح — مصور

خوباں کا من ریجھاوے پیاری کا دل بھولاوے — مد رنگ میں پلاوے جس نا اچھے خماری

سے نہ رہے

رخسار گل گلالی دو پھول سہیں ہلالی — بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری

بہت — سے

شیشے رکھے بھرا کر نقلاں بچے بنا کر — ناپیوے اپ پیا کر پی مد ہے مست ناری

پیا ہے مست ہے

صدقے نبیؐ قطب شہ تج سوں ملی یہ بالی

تجھ — سے — یہ

جس حسن کا ہے جگ میں چوکھنڈ شور بھاری

چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے — تو اُس دل میں سب عشق کا راز ہے

گلے بات دے کھیلے ناریاں سوں کھیل — جوں کھیلے ہوا و سرافراز ہے

میں ہاتھ ڈالکر — عورتوں کیساتھ — جس کے ساتھ — پیادہ

ادھر رنگ بھرے سُہنتے مانک منن — کہ یاقوت رنگ اُن تھے ویساز ہے

ہونٹ — رنگین — زیب دیتے موتیوں کیطرح — سے

(۲۴۲)

میں اپ پیو سوں آج رین جاگی ساری ۔۔ ۱۷،۱۰ پلک پر پلک شوق سیتی نہ ماری
اپنے پیا کے ساتھ رات — سے

پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش — پیارے کوں یوں جینا سُن میری پیاری
کے بغیر گذرے نہ مجھے لمحہ — یاد کرنا

او مکھ سم چندا نیں ہے جھلکا رچھب میں — او نیناں کے انگے چھپے رُج تاری
اس چہرے کے مقابل چاند نہیں ہے — ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا — زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پتیاری
گلے لگ کر عیش سے — کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب — کہ ہرگز کدہیں پیو تھے نیں ہوں تیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے — کبھی پیا سے نہیں

پرت کا تیرا ہا وا جس کوں لگیا ہے — جیا اُس کا تج سوں بندایا ہے بھاری
محبت ہوا کو لگا — دل تجھ سے بندھایا

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ
او شہ کے چرن سیتے ناں ہو سوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے — نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

سُہیں دو اُدھر رنگ بھر آچھی یو کے　　دِسیں دو نو او گال جوں پھول ڈالے

زیب دیں ہونٹ　　نظر آتیں وہ

نبیؐ صدقے قطبا کہ اس پاس سُہتے

پرم مد کی مجلس میں مے دیتے بالے

محبت کی شراب　　کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے　　او دو زلف میں جیو کا آنند ہے

بہت عشوہ　　وہ　　آرام

سجن یوں میٹھائی سوں بولے بچن　　کہ اُس خوش بچن میں لذت قند ہے

سے

موہن کے او دو گال تشبیہہ میں　　سورج ایک دوجا سو جو چند ہے

وہ　　دوسرا　　چاند

نول مکھ سُہے حسن کا پھول بن　　نین مرگ ہور زلف اُس پھند ہے

آنکھ ہرن اور　　پھندا

او کسوت تھے جیو باس مہکے سدا　　تو او باس ناریاں کا دلبند ہے

اُسکی　　سے زندگی کی خوشبو　　وہ خوشبو

پیا کوں بلا لیائے ہو اپ مندر　　دو تن من میں اس تھے ہمن ونند ہے

اپنے مکان میں　　رقیب کے دل میں اسوجہ سے ہماری مخالفت

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپ سیج لیای

اپنے

تو چوندھر خوشیاں ہور آنند ہے

چاروں طرف سے　　اور

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیے تب — سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے
دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے — ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے — نین کوئی کیاں چلبلاتے سپنولے

نظر جوت پایا ہے اس مکھ صفا تھے — کھولے دل کواڑاں جو پیو بات بولے
چہرہ کی سے — دروازے

نبی صدقے قطبا کی دشٹی پرم تھے
نظر محبت سے ۱۸۰۰
سکی مکھ تھے جوتی اہیں نور سولے
سے چمکتی ہے

(۲۴۵)

ہمن سوں یاری یوں لائے پیارے — کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسارے
ہم سے اسطرح — لمحہ سے ملکر بھول گئی

پیا گل کنٹھ مالاں تھے نسوہی — کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے
سے — اپنی جھلکوں سے

کون پرمل چندن پیو رنگ مہکے — کہ اس باسوں ہوئے سرمست سارے
خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے — کہ تج نیناں تھے ٹٹتے لعل تارے
تجھے — تیری آنکھوں سے ٹوٹتے

سورنگ تنبول تج ہونٹاں بنیاں تو — کہ قدرت ہت سوں پھل پھنکڑی نگارے
خوشرنگ تیرے — ہاتھ سے پھول کی

انر تج محبت کا جس کوں چڑے گا | ترے لعل بن اُسکوں کوئی نا اتارے
تیری چڑھے | ہونٹ کے بغیر
دو لوچن ہیں تیرے لنگ چور راوت | او نوسوں دلیری نکر سب ہی ہارے
ان سے زکرکے
سُہاتا ہے تجکوں گماں ہور غرور ی ۔ ۱۷۹ | کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے
اور | تیرے
سکیاں میں ہی توں مرگ نینی چھبیلی | سجن تو نہیں ہو تج تھے کنارے
آہو چشم | تجھ سے جدا
عجب چنچلائی ہے تیری نین میں | کہ کھنجن نمن ایک تل کیں نٹھارے
شوخی آنکھ | کی طرح لمحہ نہ ٹھہرے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مد پیو جم جم
کے ساتھ
وو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے
وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرے سے روشنی کو آرائش ہے

(۲۲۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے ممولے | بھنواں کی ترازو سوں بھو چھند تولے
سے بہت عشوہ
کندن کی ہے پتلی جیوں کی ہے مورت | تو سُہتی ہے امرت بچن اس امولے
چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے | سگھڑ سُندری جب اپس کیس کھولے
اپنے بال

(۲۴۷)

مرا من کُندن ہے مُنجے کی کساتے   بنی کم سنائی ہے تس آزماتے
مجھے کیوں کستے

محبت منے مِن ہوں جوں پاک سُنا   کہ سنگار سکیاں کے منج تھے سُہاتے
میں سونا   مجھ سے

برہ موس میں دوتی کوں باک گالو   کہ گن اُسکے پیو پیاری کے تیں سنتاتے
فراق رقیب کو   ستاتے

دو کھاں کے ہتوڑیاں سینتے خوش سنواری   کہ دوتی کے چھند بند نیں پیو کوں بھاتے
سے   نہیں

جہاں لک ہی من موہنیاں کی سنگار   پیا مُکھ کُہن جُوت تھے رنگ پاتے
سے

بُرے سُنے کے نمنے دوتی کوں جالو   برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
سونے مانند غیر کو جلاؤ   فراق کی

نبیؐ صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ
غیر ہاتھ سے
پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے رات کو

(۲۴۸)

آج کل میں نہا ازل تھے عشق کا مکتب منجے   تو ابد لک یوں بھیا ہے عشق کا مذہب منجے
سے نہیں بلکہ سے مجھے   تک اس طرح مجھے

ترے مکھ تھے دیپے ایس اوجالا | او جھلکاراں کوں دیکھ چند سور ہارے
چہرہ سے چمکے | اُن چاند سورج

نبی صدقے قطب سائیں سوں ملکر
سے
کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نہ ٹھارے
اسی وجہ سے ذرا نہ ٹھہرے

(۲۴۶)

دو تن ہمن سیتے برائی دیکھاتی | جکچ دھرتی اپ من میں سو بھاتی
رقیب ہم سے | جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتر ہات نا ہوسے تانبے کے کاماں | کسنڈ کوں سُنے نادکا ہے بناتی
پتھر کے ہاتھ سے سکے | سونے کی طرح کیوں

برے کوں لنگسے سو کوئی خوب کرنے ۱۸۱۰ | کھتیل اپنا زرگر کوں کا ہے دکھاتی
نہ سکے | کھتل کیوں

دیکھانا فلک انکے تیں جو برے ہیں | پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی
جو

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی | بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی
رقیب | سے

جو کوئی دھیان ہور گیان میں دل رکھے ہیں | خدا تھے سدا انکوں خوبی سہاتی
اور | سے

نبی صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہے
رقیب
سدا نیلا پیلا کہ او ہے کُھاتی
وہ بدذات

بھوّاں ہے او یا دو نوآن یا مدّ ہے دام کے
وہ

یا چند نوی یا بھونرے پر نا سمج لیئں جگ جو کری
چاند نیا

یا مکھ ہے او یا چند پنم یا سور شعلہ نور پا
چہرہ وہ چاند پونم کا سورج کا

یا درپن او یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگ ری
آئینہ وہ پھول

دھن کا دہن ہیریاں کا کھن لب لعل کن ذقن
عورت ہیروں کی کان

شنتے سینے پر کچ رتن نیں ایسی کیں کس یو کری
سونے جیسے سفید سرپستان کچ موتی نہیں کہیں

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے سہیلیاں سوں مل
ہاتھ کے ساتھ مل کر

کنٹھ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے ہیں کھو کری

حضرت نبیؐ کے صدقے سن بانان قطب شہ مست ہو

کہیا کہ کرنا رات دن ایسی سکی سوں بھوگری

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے
کے پاس بٹھلائے مجھے

تو ہوا عالِم ہیں پھر عالم میں نہہ سوں کر عمل
اگرچہ عشق سے
علم سارے ییں عَلَم ہو کر کنے جگ تب منجے
عالم کہتے مجھے

پڑ کتیباں کے تعشیقی عشق یک بحث سوں
پڑھ کر کتاباں تعشق عشق سے
تس پہ لکھ مثلے سکھائے چھند بند وولت منجے
لاکھ مسائل وہ مجھے

نہہ کی نگری میں چڑ دل تخت جیو راجا کہیا
عشق شہر چڑھ کر کے
لامکاں میں کا مکاں بی آج دستا سب منجے
بھی نظر آتا ہے مجھے

عشق پیچا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لاکھ
دھن سوں ملنے نیں سکھایا روز و شب یارب منجے
معشوق سے کے لئے مجھے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب
کے متعلق بولا
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے
(کیسے؟)

(۲۴۹)

پھلئے رین یا مارے کھن یا بھونرے مکھ لے موگری
رات کو آسمان پر
یا نیلی تاراں سوں بھر موتی پرودے سو گری
سے

سرون ہے او یا سینوتی پھل یا سینبیاں جو ہریاں کے
دو کا پھول ۱۸۳۰
یا چند نو دکان دیکھ پائے جگ جوہری سنتو گری
چاند نیا

گلالی نین راتی ماتی ہین بھاری — تمن مکھ تھے ہین بھیدنس کا پچھانی
آنکھ — تمہارے چہرہ سے — رات

لٹاں مکھ کی جوتاں او پرتوں سہاوے — کہ چندر پہ سنبل سہاتا کہ جانی
زلفیں چہرہ جھلکوں پر اسطرح زیب دیں — چاند سنبلہ

پیاری کوں لیاؤ وسکیاں تم مناکر — کہ منج پر رین آج بھاری بہانی
لاؤ — مجھ رات

سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی رنگ رنگ — ولے نا بجھے اے بچن کوں ابانی
سے — نہ بوجھے اس بات

سچی باتاں سائیں کئے ہیں ہمن سوں — او باتاں سوں منج کوں کیسے ہیں بیانی
ہم سے — ان باتوں سے مجھے

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے
پیا

کہو عاشقاں دھرائے رنگی کہانی
عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گاندڑا ہے تیری کھتنیائی — عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
گنا — چکھے

معشوق وہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر — عاشق بھی وہی آگے بجے بیم دھٹائی
پہچانے — بوجھے

عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت — پیرت کی مٹھائی سو دو نومیانے دھٹائی
رہنا

(۲۵۰)

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے ہاوے بغیر از بھی منجے ہور کچ نہ بھاوے
چاہوں — اور کچھ

تیری دوری سو ایسا کام کرتی و بولاں منج تھے بولیا نجاوے
سے

منجے امید واری وصل کی ہے جتا دوری سجن کی ہاوے لاوے
مجھے — جتنا فراق

کلی من میا باون نا کھیلی منج جو بن پھول بن سا جنا کملاوے
دل کی محبت کی ہوا کے بغیر نہ کھلے میری

کدہیں بھی ہمیں اوت دیکھن ملاوا ۱۸۴۰ ہمن آس پُروی پیا مندر آوے
کبھی — ہماری اُمید

اے ساتو سنا سے انداں سوں ناچیں ہمن بزم میں آکے زہرہ سوگاوے
یہ ساتوں — خوشی سے — ہماری

نبی صدقے قطبا منگے یو خماری
یہ
کہ تن من محبت کی مدسوں کھلاوے
شراب سے

(۲۵۱)

پیا بن بچھانی کہو کن سو مانی رکھی ہے تماری سو مکھ پر نشانی
پہچانی — کس سے معنی — تمہاری — چہرہ

دوتن توں نکھا ہوشیار بازی پیاری و پیا ہیں ہے سوناری
رقیب
اور

صدقے نبیؐ ہے قطب کے مانی
سکیاں ہیں ہوں ہو شہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی
زیب دیتی تجھے اپنے

بہت روپونت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی
تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نور جوتوں سوں
کی چمک سے

دیکھت سورج میں رشکوں کلی چند مکھ دکھ جہائی
چاند رخ

اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سرواں کوں
اپنا

توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کے چال بسرائی
کی بھلادی

بہو گنونت ناریاں ہیں اہے گنونت ناری توں
بہت

پیاری ایسی بچناسوں سنوار اپ سیج میری آئی
باتوں سے خود

نیں بوجتی تھی دوتی کچ پیم کے کاماں — پیرم کا لذت دوتی کوں ییں آپی چکھائی
نہیں پہچانتی رقیب کچھ محبت — محبت رقیب خود ہی

ناجانو میرا کام پرت کا سو ہووے کیا — سائیں کوں بلانے سہیلی میں سو بیٹھائی

اول تھے نبوجی میں پیا پھر پچھتا کر — میں پیو اپن ہاتاں تھی گربوں سوں گنوائی
سے — پیا کو اپنے — سے

صدقے نبی کے قطب پیاری کہے نس دن
رات

پیاری ہو چھنداں سوں پیا آپ رجھائی
بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود

(۲۵۳)

جگ موہنی وو اتم سوناری — شہ پیم سیتی جھڑتی ہی بھاری
وہ عورت — کی محبت سے

امرت بچنی میٹھی زباں سوں — چھند بند بھرن سو آپ سنواری
خود کو

وو چھند بند بھری ہی پیاری جھاتی — کی سوجتی اُس سوں توں گنواری
وہ

گر یوں کرتی ہے چھند چھالے ۱۸۶۰ — ہے پیم کی پنت میں وو پیاری
عشق کی راہ وہ

ہے مرگ نین کبند گونی — نیناں سوں کرے کمانداری
غزال چشم — آنکھوں سے

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں ایں زمانے کے

جو عاشق کچ کیے سن کچ آپ بچن اس کی پھراتیاں کی

کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور سنکر بات اسکی کیوں پلٹ دیتی ہیں

جو اعراضی ہوا عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں

یہ

دیئے تو آس کا وصل اُس اگر نیں تو بلاتیاں کی

نہیں

نبیؐ کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی یاری

اگر ایسی نہ دیتا تو اوتوں یک پڑ مناتیاں کی

وہ تیرے پاؤں پڑکر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں ہیں سن خوش خبر پیو مندر آنے کی

پیا کے مکاں میں

نجانو سپنے ہیں مل ہیں کئے چالے سو جانے کی

خواب چالیں کیوں

جو دن دل ہیں جتا تھا منج وتا اُس رین کیتی ہیں

جتنا تھا مجھے اتنا رات کرتی

مگر پیاری ٹھکانے تیں مجھے آتی دو رانے کی

قطبؔ شہ پیارے کوں چھاتی لگیا چھا محبت سوں
لگا
جو سارا اُس کی دل کا دُکھ یک تِل ما نہ گنوآئی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں اے کہو مُنج دِھر اول تج مندر آتیاں کی
یہ مجھ پہلے چھوڑکر آتی ہیں کیوں
جو آر نجانی جا بوسیاں سوں پھر مُنج چوک لاتیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے اَدھراں کوں دَسن سوں وستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے
۱۸۷۰
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
عشق کیوں

نچھل خوے بُند کے موتیاں ست نکھاں چاند کے ہار تج
صاف عرق کے بوند ڈال کر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑکر
پرو کر پیو نیائی یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھرا دے نین جیو اُس کا کرشمیاں سوں چراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

(۲۵۷)

نین تج کھنبر و تو منتر بھر کے سٹانی کی
آنکھ تیری کیوں

وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان ہت کھاباتی کی
خط سرمہ انکے ذریعہ ڈالتی کیوں

نکھنڈانس گنٹھ جوڑی کوں جو کھوں یک سوزنارے توں
رات

خزینے جیو دلا مخزن ہے گھر تھے چراتی کی
دل کے سے کیوں

نین عشاق کھوجی ہو کہ پاکر کھوج یو کھیلیں
آنکھیں

جو پتلیاں نیں چرانتیاں تو نین پر ماگ جاتی کی
نہیں آنکھ کیوں

ادک ہاکاں کھکاٹی ہور زلف سنگ لے بچاوے تل
اور

بجنتر پگ بینجن گھنگرو کیتاں کشتاں پھراتی کی
قدم

نین عشویاں کے شہراں میں کرشمے تیرے کتوالاں

دے بتیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

کرتا مجھے
صبا کیتا اشارت منج پیا ماتی ہو آتی کر
پیاریاں کیا کروں اب میں مرے شبوے پچھانے کی

سو اپنے میں پیا مست ہو ہنستے آ گل لالہ
کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی

میرے دل
کدھیں بھوں سوں نین سوں کدکدھیں لب سوں من سوں کد
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
۱۹۹۰
بشارت دیتی ہیں چھند بند سوں مایا من کا بانے کی
دل ڈالنے

سہج تھے جاب کچ دی نیں پیا سوں مسکنی ہوہاں
سمجھ سے جواب کچھ نہیں
کہے انتا کی یو سچ یا پیا تم کرنے بھانے کی
اتنا یہ بہانے کیوں

نبی صدقے سکی قطبا کوں ...... کنائی سوں
کیی ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سلانے کی

جو نرمل موتیاں چولی سوں جوبن دیکھ پوچھیا میں
پوچھا
سو کیہ چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک دھن پین چھند بند سوں پھرے دھن جواں ہو حیراں
پہن
مگر لیائے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار تج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں ہام آجل ہیں دسے رو ماولی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آئے اس کی
نجانے دے رکھے لہراں سوں کندن زیر زل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہو آہےجن کن میں
کان
کہونگی ایک گرہو سے دو دے ہے اوچھل انچل کے
آڑنیں

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کسن سو نل کسوٹی ہے
صاف
کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

بیتا دھٹیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
آتا تک
جو اُن بے کنت لینے کوں نہیں تج عار آتی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
تیری شراب کرتا
قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(۲۵۸)

سورج مکھ پھول پر پھلئے ہیں عنبر پھول کنول کے
۱۸۹۰ نپائے یو عجب پھولاں سو مشکیں کیس اچپل کے
بال
گھنگر والیاں چھب الکاں چھب نین پر فتنے کرتیاں لک
سو جو نکلے مست ہرنیاں گل زنجیراں پائے ہیں..... کے

چکوراں ہور راوین ہنس سو رنگ سرخابی پھل دیکھت
خوشرنگ اور
چندر مکھ لب شکر تے سر خوبی.... ندوانی چنچل کے
سے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے

بانوں
کہیں کجلی سجل ہو جا کہ ہندو سیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سجل ہے کر نین پیالے ہو دوڑے سو

آنکھ پیالے بن کر
سو جل سم رنگ سراپاں ہی جوانی دھوپ چھالاں کے

پانی کی طرح کا سراب

چھٹ آ جھٹ سوں گھنگھروالیاں لٹاں نیناں پہ چلبلتیاں

چھوٹ کر سے گھونگر والی زلفیں آنکھوں پر چلبلاتی ہیں

سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنور نروپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں ہیں سامی سو

اہیں اوصاف جل درپن نین ہیں عکس خالاں کے

آئینہ چشم

جو موتی ڈھال سر دن کے بجاوے پھول گالاں پر

تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نولے کر لے بالاں کے

اُتم منگ سیس مکھ میں یوں دیسے جوں شاہ پیساں کے
نظر آئے شل

پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زرینا سر تھے پگ پنیں کوں ناداں سو دسنداں کر
سر سے پاؤں تک پہننے کے لئے

ملک زرگر کے ہت گھڑ لے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتوڑی

جے توں ہت پگ نکھاں پہندی زمرّ رنگ سو رنگی سو
ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوش رنگی سے

ہریک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بہوٹی ہے
جو ناخن

گلالی تافتا بندہ پہن چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر

جوبن بالا چھپا کے منج ہریک ہیرے کی کوٹی ہے

سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر توں ہو بالا
اپنے

نہ سن ہیری دو تن تجھے کچ کہ دو تن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت

چنچل نادان ہو دانا نہ کرنا دان کے چالے
تو سن قطبا سو ملنیں نیں بھولاں سوں نحتاوٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کئے — سو لباں تھے لب پہ عیار کئے
(لباں سنتھے)

نقش ادھر پے دسن کر چھند ول — چوم چوم گال اُپر نگار کئے
ہونٹ پر دانت سے کر چھند تیکھا — بوسہ اُتے لے اکر رخسار پر نقش

نکہ سوں تصویر کرے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کئے
ناخن سے

لیکھ کچ ہات کے ارم میں لے — لے کہے کچ دیکھت انار کئے
لکیر

خوش ہو نوا کہ نور تساں سوں — سر تھے پگ لگ سے سنگار کئے
پہنوا کر — سر سے پا تک

کنٹھ مالاں پدک حمیلیاں لیا — ۱۹۲۰ کئے یو چھند سو رکے نثار کئے
حمائلاں لا کر

سو نبی صدقے قطب دھن گل با
گلے میں ڈال کر
رات دن اُس گلے کا ہار کئے
اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری سلکھن چھند پشانی — ہندولے چت میں لالن کوں نگانے

کرن جھل چاند جو پھر تارے موتی سو سنبل تارے
کرن پھل ڈکاں کانو پرا
جو چاند آسمانی رنگ چُنریاں گو کندن برن دالاں کے

اچنبا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر
اپنے کان
۱۹۱۰
ستارے سُنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے

اور
سونوں مکھ سورراجے پر رو مالاں زلفِ مشکیں کے
اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھ چھنداس رومالاں کے

جوبن جیسے کمل اوپر بھونر بھٹیں اہیں با دو
سرپستاں
بھنے بیٹھے ہیں کُنڈل کر جو دیکھیا رس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل میں اپ لعل سوں پینے
اپنے ہونٹ سے
سو تس بند لعل مے تھے ہوئیں ادکہ رنگ لالے لالاں کے

اچنبے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سن کرسب
سے
لگے کرنے صفت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

آگ فراق زور کری بجلی نمن   اچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

بجلی کی طرح   اب تک

سب دھر نکہہ توں قطب عاشق ہوں میں گر

جگہ نہ کہہ   کہکر

اے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگتا اچھے منگاؤں جو نا اچھے   لوروں نوں تو اس پاس لگاؤں جو نا اچھے

تک   نہ ہوئے

ہیرے ترے میانے بہوی کی کاغذاں دے (؟)   دل در و میرا تاب پراون جو نا اچھے

جس جاگہ چرا کر دیکھیں دل ماہ پرستاں   یکجا نہیں پانے کہ سراون جو نا اچھے

وو ..... برہ دول پاکہ رکھیا اچھے تو اچھے   نرمل ہو ہے دشٹ دیکھیاون جو نا اچھے

صاف بہت   نظر دکھانا   نہیں ہے

لیلیٰ مجنوں کے سو گتا باں کی کہانیاں   قصا تیرا نازک ہے سناؤن جو نا اچھے

یک جھلک جھلک ناجو غم عشق نپایا ۱۹۴۰   اور دل سو کیا ہے صبر سا اون جو نا اچھے

دل بد نکر او یار اُدم لکہ کا قطب شہ

یاری کہ تپا دے نہ سہاون جو نا اچھے

بچن امرت کر نگ نینی سو ودمام — پرم کے ناؤ سوں گھنگرو بجانے

سو ناری پدمنی ات چنچلی ہے — سندر مد گل سدھا کر مد جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے — سرگ آچھر ہوئی ہے اس دیوانے
(چھرہ) (جنت کی پری) (اسکی)

پنکھی دیکھت سو مکھ پر واز ہوئے — مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
(پرند) (غزال چشم)

سکی سندر نہیں اس سم جگت میں — چمک چمکاوتے جگ من بھلانے
(اسکے مقابل) (عالم کا دل)

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی نامکمل رہ گئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک ہو سنگات سو ناشاد کرتا ہے — او ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
(پیکر میرے ساتھ) (وہ)

رکھیا وہاں امید کہ جانیا ہوں آزمائے — لیتا ہے ہات جام مجے یاد کرتا ہے
(رکھا) (ہات میں) (مجھے)

۱۹۰۳ عاشق تو جیو تے یک تل اسکے دو اودہ میں — گلگشت سو بتان پریزاد کرتا ہے
(جی سے قدم کے نیچے ؟)

شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے وُد — کب کان میں نصیحت اُستا کرتا ہے
(میں) (اور شراب)

داغی ہو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
(میرے دل) (پھر) (وہ)

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے
محبت کی لئے سے
تو نیناں کے دیوے تم پنتھ لائی
آنکھوں چراغ تہاری راہ میں

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ کوں چھنداں سوں
رنگیلی موہنی سندر ریجھائی

(۲۶۷)

جکچ سنگار سوں تج کوں سہاوے
جو کچھ تجھے زیب دے
عشق شیریں سوں تیرا دل لگاوے

جو چولی نازکی توں چینت پہنی
چھینٹ پہنی
عجب نیں جو لگن تج گن کوں گاوے
نہیں تیرے

چندر تج مکھ انگے کاں دسے گا
چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا
سورج بی تیری جوت انگے نہ آوے
بھی روشنی کے سامنے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں
کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے

پلانتے ہیں مدن پیالے میا سوں
محبت سے
سکیاں پیاری کو تا پیو من کوں بھاوے
پیا کے دل کو

منتر او پر منتر کرتی ہے دو تن
رقیب
سجن کے تیں اپس گن سوں بھلاوے
اپنے

نبیؐ صدقے قطب شہ جن مدد تھی
جنکی سے
جکچ مانگے سو او اپ من میں پاوے
جو کچھ وہ اپنے دل

(۲۶۵)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے — بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے
(پھول کے بغیر نہ نظر آئے)
گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے دِنا سُرواب سو حالت — بن نار ہزار خوش ندیسے
(بغیر معشوق کے)
مو بار سگر بنب وچنپا انگ — بن چمن یار خوش ندیسے
(میرا شکر لب (؟) جسم)

(اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کد پرت کے گن نہ پائی — دیوانی گانڈی میں نیں ہے مٹھائی
(رقیب کبھی محبت گنا نہیں)
سکی نیہہ کے نہالاں پھل کھلے ہیں — کہ پاس آنند کی جمناں تھے آئی
(عشق پھول خوشی)
پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں — کہ اب پتلیاں کوں رشکوں نیں دکھائی
(اس طرح آنکھ کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی رشک سے نہیں)
امولک لعل رنگیں دو ادھر ہیں — کہ جیو کے مد کا رنگ رس اُن تھے پائی
(بے بہا ہونٹ زندگی شراب سے)
سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں مباسوں — پون نمنے تمن نیہہ پنتھ میں دھائی
(گلے وہ محبت سے ۱۹۵۰ ہوا کی طرح تمہارے عشق کی راہ)

دکھائی درس اپنا چھند بند سوں — میا دھر سائیں کوں اپ سیج لائی
دیدار — محبت دکھا کر اپنے

چند سورج دیپن دو گال دھن کے — کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی
چاند کیطرح چمکیں معشوق — سے

جو تا لال مشتری پکڑے سید سات — انند سوں زہرہ پر مالاں نائی

پرم کی بھید بن میں کوکی کویل — سوناواں سوں پنکھیر و رنت بجائی
محبت

سبز رنگ کنچکی ناری کوں سہنتی — کچا چکوا او چکوی کوں نچائی
زیب دیتی

نبی صدقے قطب پایا او ناری
وہ عورت
کہ سب ناریاں میں او شہ من کوں بھائی
وہ کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل تل سوں نیہہ لاوے — کرے توں جکچ او مرے من کوں بھاوے
جو کچھ وہ

کہہ اے دل سدا منج سوں پرم کہانی — کہ تج وصل کا نیند منج نین آوے
مجھ سے محبت کی — تیرے نیند میری آنکھ میں

عشق کیا کلیا جن نہ ہوا نیہہ بن میں — کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دکھاوے
کی جھپتا ، عشق کے — مجھ اور

(۲۶۸)

ترے درسن کی میں ہوں سائیں ماتی ۱۹۶۰ مجھے لاوو پیا چھاتی سوں چھپاتی
دیدار دیوانی — مجھے لگاؤ

پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں کہ تل تل دوتی تج ماتی ڈراتی
ہات بڑھا کر — ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاوو منج کوں دم دم کہ توں ہے دو جگت میں منج سنگاتی
محبت کا مجھ کو — تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں کہ توں میرا پیا راجیو کا ساتی
رکھوں تجھکو آنکھ میں بلکہ رکھوں — ساتھی

پیا کے دھیان میں مست ہوں مست منجے برہے کے بیناں کی سناتی
مجھے فراق کیوں

اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں نین جل سوں سپت سمدر بھراتی
آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری
ریجھا دم دم ادھر پیالا پلاتی
ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی عرق اپ مکھ تھے پیالا مد پلائی
اپنے — اپنے رخ سے شراب کا

(۲۷۲)

کونلی بالی نیہہ میں او تالی کھڑی — عشق او تالی سوں پیا تیں مد بھری
عشق
ایک تل نا ٹہیرے پیاری باج کد — چت سجن کے عشق لائی شہ پری
لمحہ نہ کے بغیر کبھی — دل میں
پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں — من نٹہرے باج اوس یک تل کھڑی
پیا کے بغیر لگی عورت — نہ ٹہیرے
ساقی سچ مانو یقیں یکچت سوں — میں ہوئی دیوانی دل تج پنتھ دھری
تیری راہ میں

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

۱۹۹۰ نیہہ میں پایا ہے تج ایسی چھند بھری
عشق تجھ جیسی

(۲۷۳)

میں اپ تن اوپر چولا نیہہ کا چڑائی — بہوت انگ انگ کسوتاں کوں سجائی
عشق
اپنے
بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں — کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نہ پائی
بندھا — سے اپنے
برہ کے او بالاں تھے نیں ٹہیر من کوں — کہ میں اپ جنم سب پیا سوں گمائی
فراق سے نہیں قرار دل — اپنی زندگی کے ساتھ گذاری

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں   کہ موہن میں بن پیو ہور نا سماوے
اپنے   میرے دل   بغیر پیا کے اور کوئی نہ

بہوت چھندسوں لاؤں آن سوں اپ من   کہ او چھند بھر باچک موسوں نہہ لاوے
اپنے دل میں   وہ   ذرا مجھ سے محبت

موہن سات کھن کھن کرن نہہ او کا   کہ او نہہ تل تل انندسوں بجھاوے
اس کا عشق

نبی صدقے قطبا او من موہنی کوں
اس

۱۹۸۰
اپس کنٹھ لا کر میاسوں منا وے
اپنے گلے لگا محبت سے

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلاں کی ڈالی اہے   بالاں کی مہکاری سہین جس مکھ گلالی اہے
بالوں خوشبو

ڈلتی موں ڈالی نمن آلی سجن نہہ باد تھے   او چال دیکھ ہنس مو ہیا چنچل سگھڑ بالی اہے
سے   کی طرح   وہ فریفتہ ہوگیا

بھری صراحی عشق کی لبنے او بھر اپ نقل اس   ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے
ہونٹ اپنے

جگمگ ستارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر   یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رے جالی اہے
زیب دیتے   کے پھل   پھانسنے کے لئے

صدقے نبی قطب زماں پیاری سوں مل عیشاں کرے
کیوں نا کرے نہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
عشق کے   تیرے   سے

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری — کرو منج میا میں ہوں چیری تماری
بہانے تم سے — میرے ساتھ محبت باندی تمھاری

جلکج حسن تج ہے سو کن کوں نہیں ہے — تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھی پیاری
جو کچھ تیرا — اسی لئے پیا سے

پیا ہور پیاریاں کی رنگ رنگ دیکھت — دو تن رشک سوں آپ سد بد بساری
اور — رقیب سے اپنا ہوش و حواس بھول گئی

سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں — منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل پیچھاری
کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں — کہ ساجن اوپر آپ تن من کوں واری
محبت

نکر بھانہ پیو مد دیو اپ لعل ادھر تھے — کہ اس مد کی منج کوں لگی ہے خماری
بہانہ اپنے ہونٹ سے

نبی صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
یہ
کہ تج دور میں دین کوں ہے استواری
تیرے

(۲۷۶)

پیارے سنو منج پرم کی کہانی ۲۰۱۰ کہ میں بھید تج حسن کے سب پچھانی
میری محبت — تیرے

پرا و پیا تھے چڑت زرنگاری   سبھی شہ پریاں ہیں ادک موک پائی
سے
نبی صدقے قطبا سوں مل اپ ادھر تے
اپنے ہونٹ سے
گلالی سو رنگ مدانند سوں پلائی
شراب

(۲۷۴)

پیاری پرم ناز سینی سہاتی   اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی
عشق کے ناز سے   اپنے سے
چندر نا د ٹبلا پیشانی کوں لاکر   سو نس کیس تھے تارے جلمگ دیاتی
چاند کی طرح   رات جیسے بال سے
گگن تارے اس جوت تھے جھڑ پڑینگے   جو یوں لال کسوت مکلل بناتی
سے

کدن کا طرا کان اوپر دہرے ہے   کہ یا چند تو ا سورج انگے دیکھاتی
نیا   کے مقابل
ترے نین آچھے میں رنگ ہی مدن کا   ۲...   تجے چاک مستی میں ہنس کی سہاتی

مرے تن تھے سنتاپ سب دور کرتوں   کہ میں ہوں ترے وصل کے مد کی ماتی
سے
نبی صدقے قطبا کوں اپنی میا سوں
دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں ریجھاتی



عشق کے بدہاوے کروں یوں سجن سوں — کہ نا بوجھے تس دوتی مورکھ ابانی
(نہ سمجھے اسکو رقیب میری)

سجن کوں یو بچار اکھی ہیں اپنے من میں — او جیو کوں نظر نا لگے نیوں برائی

کیا جب تجھے پیو عشق منج من میں ٹھارا — (وہ) سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی
(سے میرے دل قرار)

گلے میں سو ہے پیو کوں موتیاں کے ہاراں — نچھل ڈھال دھرتی سو اب صاف پانی

دو تن توں پرت میں ایس کی بنواتی — سکیاں جنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں نت
(ہمیشہ)
نہیں میرے من میں محبت برائی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں ناری — توں سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری

محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اپ دل — تو ساجن پہ رتنا کی طبقاں نواری
(اپنا)

زلف پیکھ ہیں پیو کے دل کے ہنڈولے — نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری
(سے)

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج — حسن ملک میں نا ہے تج باج

کی — زیب دیتی ہے تجھے — نہ زیب دے تیرے سوا

تو چھبنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے — دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج

تیرے چومنے کی — شرم

سچی اس زمانے کی بلقیس توں — اپچل سیس سہاتا ہے تج جیوں تاج

پہ — تیرے مثل — برابر

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ — ان قول پڑا دے کرو تم ساج

تیری — گھڑتی ہیں — ان کو

کھنجن نیر کھنجن پہ کرتی بڑائی — تیری چوٹی گندنے ہوے مشاطہ آج

گوندھنے

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا — ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

ہاتھ — ہونٹ

عرض داشت عاشق کوں معشوق پاس — عشق ناراں سوں تم بجاو و کماج

ہے سر پانوں لگ توں کمند ان کی بنی — دونن کوں توں تا دیکھ کر مکھ مانج

غیر

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور — محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

(ع)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نین لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت

نہیں

بے دام اس کا خدمت کرنا ہوا اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام انوکوں مور کرتے ہیں عنایت

ان اور

آساں اُساساں تھے سب بوٹاں سو کھے ہیں نج
نین ہے صواب پانی دینا تمن ولایت

امید کر آہوں سے

اس شہر کی سورتیاں کن نا دیکھیا نہ ستیا
ناکوتوال قاضی ناکس کا ہے حمایت

کوئی دیکھا سنا

غمزے کے سمند میانے تیر انزہت نہ دے کر
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہان اُساس دل کا راہ خیال باندھیا
اب ناز روشنی با تا منجکوں ہوئے نہایت

ڈال تا کہ

توانت میں جیو کا دوری کدھیں اپڑ نہ سکتا
نج حسن کے جھجی کا کوئی نہ بوجھے بدایت

ن اُن ۔

۲
حاتم

جھلکار سہی ——— نار ی سہے تجہ آنا لے چالا
زیب دے تجھے چال

سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام ——— چھوٹے الکاں میں پھول مالا
لٹوں

رتن تجھے اِدک دمین ہوٹاں پر ——— ادھراں کے اُپر جڑے سو لالا
سے زیادہ چمکیں ——— ہونٹوں ——— لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں ——— سورج کوں پڑے چھند سوں پیالا
چاندنی ——— سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس ——— نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا
عورت نے بال ——— رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اچپل ——— انگ سنگ سوں کرے بیاہالا

نت ہوے علیؑ کے صدقے حاتم

قطبا کے ادھر تجھے مے پیالا ۲۲۸۰
سے

(ج)

۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے نور رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
شکر سندر سہیلی گن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُسے سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وہندی چھوری بہو چھند نِنہ پری ہے
وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچنیاں ہے
چاند جیسی صورت والی
وتن میں نوں سورنگی جوں پری ہے
آنوں خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آسکیں تیرے مقابل
کہ نوں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُبجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
بپتا ہوتا سے جو جوانی
اوشابی تجھے سدا تج سروری ہے
اس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
آسماں
اداں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
وہاں؟

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں نوں جیسی شہ پری ہے
اس لیے

(ج)

یک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو شہلا   تج باج گلنا منج کوں مشکل ہے بغایت

تیرے بغیر گذرنا مجھے

نیناں کے لال تجھے دل پکڑیا ہے جو تن میرا   سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی ولایت

سے

تم یاد تجھے ہوا ہے مو مور نمنے مو تن   ۲۲۹۰   اب نا کریں تو ہم پر مور کبے ہیں رعایت

تمھاری سے   اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علیؑ روایت

(قا۔ ج)

(۲۸۷)

جو دیکھی رَنل میں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ پھل گندے جیو کوں سو مالن دندساری ہے

چھپے چند سُور اُجیالا نہ چھپیئے نور پیو کا لا
دوتن کے من حسد بھالا کہ شر مج سات باری ہے
میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شمج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تیں ادھاری ہے

دوتن لے گرگڑاتی توں پڑ دکھ بھوں جپڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دُعا ور دھے دُعا کا کوٹ چوگرد ہے
معانی قطب تج بردھے علی کا حب حصاری ہے

ق

۵

پدمنی

―(۱)―

نج ناک ہونی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے منیں ترتا بڑبڑا شاب سوں

وہ بڑبڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اس
۲۴۰۰
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنک ہے داب سوں
ہیں

نجھ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر
سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں نکرا سہاگن ہین آئی جلوہ میں
وہ قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے نت تاب سوں

سب سکیاں تانتاں چھلاں سیتی چڑھایاں ہیں دکھو تم
آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی

قطب شہ سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑسک اس سکی سوں
اس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش نڑائی ق

(۲۸۹)

ین متوالا و توں متوالی کھلائی
نین پھانسیاں سیتیں اب نین ہنڈولا جھلائی

تری لچھن بری پچھن کہ نا کر منج سیتیں بات
ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی

وو چندنی چند نے مکھ پر چندا کا ٹیلا لاہی
نوے غمزے نوے چھند سوں میریاں روروں لکھائی

لگے ناچا کت یوں راکھے ہی اپنے کان پر طرّا
سپند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی بجائی

چنچل ناداں دکھاتی ہی ہر یک یک آپنے دل میں
چو پیا چومنے کی توں میاں سیتیں منج لذت چکھائی

پیارے گال میں تیرے میٹھے نابات تھے اکلے
کہ چھاتی سیتیں چھاتی لاا پس سوں منج ملائی

(۲۸۸)

گرو گھر میں گرہ کیاں کئے اُو ترنے دوداں سوں بھرائی
چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں پھرائی

عشق کے سو صدراو پر لے کھڑی ہت میں یرا جب
بیڑی بیڑی میں دکھاتی آب ہونٹاں (ہاتھ) کی چورائی

صدر اوپر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو
نین کشیدے کے تاراں سوں (اور) مرے دل کوں برائی

ہے نھنی سب میں ولے دستی بڑیاں میں سب بڑی او
انچل او جھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ولے پرنا ہلے اوڑنے کے تائیں
دیکھ اے رشکوں پرت تا نتاں ہتوں سینتی چوائی

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھند سوں پلاتی مے

جوبن چھجیاں اوپر سلیم بھنور مستی سوں راکھی ہے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اُس چونپ میٹھائی

گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پے در پے

کری کسوت نوی چندنی سو ماوے اوپر چھینے کا

جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرلے

جھمکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے

۲۱۱۰

پیشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کد نہ دیکھیا کے

کرے جے دامنی سوں عشق اوہے عشق بازاں میں

اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اُس ہت میں دارو ہے

گرد گرد ہے سہیلیاں کی سو چترائی منے نس دن
(میں)
محمد قطب شہ کوں دے ہے اپ نیناں کی دوائی
ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت تھے ہر سیتیں ملی ۲۱۰۰ مکڑے کے پھول نمنے دل باغ میں کھلی
کونلی کلی میں جھمکی جھمکار جو نپے سوں تج لال ادھر کے پھل پر بیٹھا بھنور تلی
طرا رکھے ہے سر پر سر تھے نشان کا صاحبقران سکیاں میں دستی ہے چنچلی
(سے)
گر جیا ملہار ہریا جھینا اوڑی سکی اس انگ سو رجوتی جھینے میں جھلملی
(رکھے)
ناسک کے پھل پہ پھلڑی مہ بند جیوں رکھے ٹیلا جیوں پر پھوئی جوڑے ہے سانولی
بوسیاں ہلا دے سینی جنتیاں ہوں میں آسے اچھنوں نہیں سمجھتی نت پن کی جاہلی
(جیتا)
صدقے نبی تو پلی ناری سوں عشق کر
قطب زماں محمد دھن تجکوں آ ملی
ق

الاپے گرڑا گڑرا کمت ان یوں کا چڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتوں
سو سارنگ نینی سب رنگ میں سو رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار رایا ہے سو ملہارا
جو گاوے رام گیری رام کر راواں رجھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہاتے ہیں
نبی دولت غزل میرا شکر نمنے چکھاتی ہے ۲۱۲۰

(۲۹۳)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے — پریاں حیران اس صورت گری تھے
اپس ہاراں میں تبیاں عشق گوندے سے — حمائل چو سرہ جنجبم گری تھے

کیتے ہیں شاہ کو سلطاں ولے ہے ان مدن سلطاں
کیتے دھاتاں بجاوں کد نپوچھے کن بجایانے

جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدھاں تھے قطب شہ جیتیا ہے شرطاں سوں ملک رے

(۲۹۲)

مگت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
تمھاری راگ گاتی مکھ اَہاراں سوں سہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بسلاوو
دھنا سریکا کہہ دھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے
خوش رنگ

مرے سنگ مل بجاتی سنگ گاتی سنگھر ابھرنا
سری راگاں جو گاتی استری تو منجکوں بھاتی ہے

باس باساں سوں محبت گیند میلی ‏ ‏ ‏ بہار پُھل نالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر رکھی رنگ

قطبؔ شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی

ق

(۲۹۵)

تُرا حسن حساں میں بھایا دسے ‏ ‏ ‏ مدن پیالہ رنگ انگ سُہایا دسے

جیو بیاری چھنداں سوں چندناچتی ‏ ‏ ‏ پلک نال ستی رجھایا دسے

ہندو زلف کے میانے الجیا ہوں میں ‏ ‏ ‏ نین پینگ میانے پنکایا دسے

عشق نیند تج نین میانے سُہے ‏ ‏ ‏ صراحی پیالہ بھرایا دسے

انند ناد گرجیا ہے تج گج ستیں ‏ ‏ ‏ عشق تانت کا راگ گایا دسے

عشق بیج پیرایا ہوں دل باغ میں ‏ ‏ ‏ انند پھول اُس تھے کھلایا دسے

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا ‏ ‏ ‏ گگن رنگ کا چتر چھایا دسے

ق

بخت اس کے کہ پیاری سوں پیوے مد — صراحی کر بھنواں میں مدبھری تھے

ہمن ہور اس ہیں میں نن پن کے بھیدسوں — سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے

خماری باس تجہ نوتاں سے تھے ہکی — چمک مینا منے خوش دلبری تھے

لجے مینا کی قلقل سیتی بلبل — پریاں حوراں لجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں

دعا ہور بندگی ہور چاکری سے

(۲۹۴)

میری ہیری مجھ پریاں میانے ہے سو ہیری — لٹکتی ہے تاج ہور گاتی ہے گوری

مستی حملے کا سو کن پکڑے عنان — جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی

عشق سہنے میں دیکھیا ایک سہنا ۲۱۳۰ — سا تو کہنیاں کہتے سننا میری کہنی

خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر — زلف پینگاں میں پینگا تا ہوں مراجی

عشق کی کنکی شیریں نا کر سکے کد ‌‌ ‌ جوبن پیالہ سوں توں سہاتی اہے ری

کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں ‌ ‌ ‌ چنچل نادیں ناد گاتی اہے ری

عشق بھاو سوں تن سنگاری ہی سب توں ‌ ‌ ‌ عشق چون پے ستیں سہاتی اہے ری

نہوں نہ کے تج لگ کہ پہنچے ہیں تن میں ‌ ‌ ‌ بجھاری جوبن سوں ہلاتی اہے ری

اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری ‌ ‌ ‌ نین سینتی صاحب بلاتی اہے ری

نبی صدقے تج ہے خدا ترس خانے

گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھنداں سینتیں آتی ہی بھاواں دکھاتی ‌ ‌ ‌ نین سوں ہمن رات ساری جگاتی

عشق ہیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہی ‌ ‌ ‌ اے نادان بالی ہے بھاواں سہاتی

توں جب روٹھ کر بول انکت بولتی ‌ ‌ ‌ کہ سورا ایسے گالاں اپر چھند بناتی

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکہ نون نہ لائی ہے کو کنگھڑی — دریا عشق میں تیر کر باندھے ہے اپ گل گلری

باندھے ہے عشق کے کوپے ان کھنو میں دعویکا نیت — پر چھم پرم چاواں ہلے سہتے سکیا نمیں مہتری

پیرم کی باتاں سب سنیا کی پھرتی ہے نین — اپنی مین اُس نپنچہ لا اوڑیا عشق کا چادری

ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسر و تمیں — پیت برن شرطاں ا میں تج منج منے اباوری

دیو اعشق روشن ہوا تج نین کے رے شاب سوں — ساتو سُراں گا کر سکے آلا پتی آساوری

اس پیچناں کی ناؤ سوں منج نیند جاوے نین تھے — کن وعا کس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈ سوں آتی اہے ری — عشق چو نپے سوں من میں بھاتی اہے ری

کسے چت بلاوے کسی ریں جگاوے | کسے دل تپاوے کسی من رجھاوے
کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے | کسے روپ دکھاوے کسے پیم پلاوے
کسے لب چکھاوے کسے چھب رجھاوے | کسے سیج مناوے کسے گزک دلاوے
کسے اب دکھاوے کسے تخت سرواے | کسے پک بتاوے کسے چھب دکھاوے
کسے پرم لگاوے کسے چت بھلاوے | کسے بہہ دلاوے کسے پان دلاوے

نبیؐ داس کر آب کے تیں پواوے
قطبؔ شہ سدا بیر مالاں گواوے

(٣٠١)

تجے کو کہ ہتا میں جام لی ئیے | سلطانی جسم مدام کی ئیے
پانی کہ خضر حیات پایا | مدگھر تھے تنک سو جام پی ئیے

ؔ دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے، مگر اس میں صرف قافیہ و ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پیئے گئے وغیرہ اسی لئے درج کردیگئی وترا شعار دیئے ہیں۔

نین بھاؤ سیتیں پکھا وج بجاوے | پرم چوری پر بند بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم......

قطب چھاتی لگ نیہہ کا دان دلاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر چیر بناتی اہے ۲۱۶۰ | سو مُسکاتی اور رنگ لکھاتی اہے

کر یوں نھاوے ہو پیو نیہہ دیکھنے | چوری چوری سایں بجھاتی اہے

گناں پر کھنی اور بول چوکھنی | بھوری بھور چین جناتی اہے

کھسے کیس سو نکھتی سا جتی | نیکی کنٹھ کنٹھ مال سُہاتی اہے

قطب پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے

نبیؐ صدقے منج دان دلاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال موجیت بھاوے | کہ تل تل دل اس چھند پر واری جاوے

عاشق تو جیوتی پگ تِل اُس کے وو دیں — گل گشت سو بتان پری زاد کرتہ ہے

شوخی کے سر منے ہوس ترل لی وہ — کب کان میں نصیحت استاد کرتہ ہے

داغ موجیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتہ ہے

آگ فراق زور کرے بیجلی نمن — اچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتہ ہے

سب دھر نکہ توں قطب معانی کہ عاشق ہوں

اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتہ ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آچھے منگاون جونا آچھے — لور و نوں تو اُس باس انگاون جونا آچھے

میرے تیرے میانی بھومئی کے کاغذاں ورد ہے — دل درد میرا تاب پڑھاون جونا آچھے

جس جا گہ چرا کر دکھیں دل ماہ پرتاں — ۲۱۹۰ یکجا ہیں پائے کہ سراون جونا آچھے

دو دیدہ و دل پاک رکھیا آچھے تو آچھے — نرل ہو ہے دشت دکھاون جونا آچھے

سر دھاکہ جی مو کام راکھو — اے دھاکہ کا سو نظام دی یے

میں و مد و عاقلاں تو تس پے — مو یار نین کون سوں سی یے

باہر نوا دھر تے ساقیانا — اس دور منے کو کام جھی یے

لوچن ترے شیو ہائے مستی — او دشت چنچل تھے وام لی یے

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — یو حسن تھے صبح و شام جی یے

مو سینہ داغ درد دو کھوں — تج مکھ نمکی تمام دی یے

او چاہ تھڈی معانی کی جان
۲۱۸۰ تو حسن دو سو غلام کی یے

(۳۰۲)

مے بیک مو سگات سونا شاد کرتہ ہے — وو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے

راکھیا و ہاں امید کہ جا نیا ہوا ے زماں — لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے

چت نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں نوار خوش ندیسے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چندا سورج سدا جھلتے
اڑن چکوے سو دِن مل اچھ رین چوپی میں تھی کھلتے
رہکر
سے
جوبن کھل سائیں ہت دی ہے ہلاوے عشق کے کی ہے
کھول کر
سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی، سو صورت یاد جو آتی،
جیا کے باغ میں بھاتی، پھلاں نکھ مکھ پہر کھلتے
پھولاں
کھلی مار د اپن جیو سک، برہ صحرا میں دیوا نکھ،
سو دیکھت نور جھلکا چک، پنکھیر و مرگ سب بھلتے

لیلے مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں　　قصا تیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے

یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا　　او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بد نکرا و یار اُدم دکھ کا معانی

یاری کہ تیاوے نہ سُہاون جو نا اچھے

(۳۰۴)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے　　بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے

گشت چمن و ہوائے کلیاں　　بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے و نا سرو اب سو حالت　　بن نا دہزار خوش ندیسے

مو بار شکر بنب و چنبیار نگ　　بن چُمن پیار خوش ندیسے

باغ و پھل و جل سُہے توانا　　بن صحبت یار خوش ندیسے

ہر جبت ترکہ جگ کی عقل بندے　　بن چیتر نگار خوش ندیسے ۲۲۰۰

معانی نیہہ کے گھوڑے چڑ ہتوں لے جوبنا کے گڑ
مرصع جیغہ لاکر پڑ ںکی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکھ رنگ تھی موتی جوتی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پلو تھے سنگاری لگی دسے

سے سے
بیلاٹ کے چمن میں ٹلا چیند چوترا
موتیاں کے جل گون میں دو دھاری لگی دسے

سندر کے مت گال گلابی برن نہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نیہہ میں سو ثابت نہ پا نچھل
سب عاشقاں کے دمہ میں ستاری لگی دسے

زاہد نماز کیسی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا
سب جگ منے نپٹ سو گنواری لگی دسے

میں
معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی
منج جیو میں حب رہے سو پیاری لگی دسے
میرے

معانی تج عجب کیا ہی کہ وحشی مُند بھلے گا ہے
فلک سارے برس ماہے پری کے نیہہ میں ڈُلتے

(۳۰۶)

دسے جیوں بُر بڑے پانی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مُج من دیا از یک رُخن دیرے

لٹاں کھُل مکھ اُپر کھیپئے علم جھبلے سو ہُن دیپئے
شرف جمشید کی جیسے ہوئے اُس عاشقاں حیرے

دو رخسارے ہے خوں ڈُلے غزانے تا نوا گھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنالے سوناندے دل اُپر میرے

دو تپلیاں راؤتاں تیری بندی اپ اپس کوں سیری
سو چوگاں کھیلتے پھیرے ہمن دل گیند کر گھیرے

۲۲۱۰

پیا سوں عرض دُکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
کہ جیوں پُھل پل باس مل رکھوال ہیں مج یار دوری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کون بوجے کہ مشکل ہیں
معلم نا بوجھیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من میں کہے جب سکھ میں کہے جب دکھ میں کروں یاد اُس
تو تب دو تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
پنواوے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے تو سے گل ملکھ کتیاں کے سنگ ہو بیدیں
۲۲۳۰ معانی کہہ محمدؐ ہور علیؑ کا دین نوری ہے

تو حسن قدرت سوں لکھیا نیکا دسے　　جگ حسن پر تج نور جیوں تیکا دسے

مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں (اچھا) سدا　　تج کیس بادل تھے فلک پھیکا دسے

سب جوہراں کا کھان مکھ یک ہی عجب　　پھلری کا موتی ناک پر سیکا دسے

فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر　　دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی
قطبا معمّا یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چھن آدم نمن مج لاگ دوری ہے
رھیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے

بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکھتے یک تل
لگیا ڈھلکا دکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیونا اسکا سو اُس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی
نجانوں روز محشر کیوں اچھیگا خابِ پرسش منج کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی
بہشتی باغ میں کھلیے ہیں پھولاں مُنج مراداں کے ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی
نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکین کوں یک پل پیا کی کیمیائی دشٹ سوں فغفور کر ساقی
پیا کی سور کی کرناں سے منج دل کوں قلابے ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی
پلک کا تے نین باندیا نجاوے خیال تیرے کن رقم اُس خیال مو پیشانی کوں سیندور کر ساقی
محبت پیو کا منجکوں بڑ دریا میں کشتی ہے اُس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی
معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے جو ہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

(۳۱۰)

بیں مست تج نین نھے پتلیاں کتا کھلاتی — اس کھیل میں بھلیا ہو بھی کیا سرا بلاتی

(تیری / سے / شراب)

تجھ مد اثر کی مستی دایم ہمن میں اچھتی — کیا گن بدل حکیماں کے بہت دوا دلاتی

جوبن کے طور اوپر مکھ نور مجھ دکھا کر — موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی

کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کنتل کھلا کر — شکر ادھر چکا کر مجھ جیو را بھاتی

کنٹھمال کنٹھ پا کر انچل جھمک دکھا کر

معانی کا دل بہلا کر ہت میں سو ہت ملاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی — مجالس زہرہ رقاصی سوں توں پر نور کر ساقی

پیا رخسار کرتا جلوہ مو شیشے خیالاں میں — رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساقی

لطافت پیشہ ہے دن دن سو اس ہر بھی قدسوں — پیالا آس کا میرا سو بھر سمدر کر ساقی

کلیّات محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصّہ

دیگر اصناف سخن

قصیدہ ۔ رباعی ۔ مرثیہ ۔ ریختی ۔ مثنوی

پھولاں کا باس نہ ہر پنکھی سکی گا بوجھنے بلبل او باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے

تل کی آیت رکھے ہیں مکھ او پر ب علم سیتیں عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے

داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن خوشی و خرمی سوں پیالی مو پیلانے جائے

ملکِ دل میں دکھیا ہو ڈھونڈ کہ کاماں سو تمام کام اختیار گیا دل تھے توی دانے جائے

پکڑے جب گھانس ہریا ہوے تمن ہات سیتیں قدرت اُس ہات کا دِکھ جیو سو قربانے جائے

نٹھ کے شہراں منے انگشت نما ہو سر تھے چُپ دو تن ڈر نہیں تیر انکو ترسانے جائے

منجے پیو یاد تھے آسایش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے ۔ ۲۱۶ اشعار)

۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں ۔ ۱۸۲ اشعار)

۳ ۔ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ۶۱ اشعار)

قَصَائِدُ

۴ ۔ ریختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)

۵ ۔ مثنوی ۔ (ایک ۔ ۶ ۔ اشعار)

عیدِ نوروز
و
روزِ عید

نوروز لیایا ہے خبر روزید سلطاں عید کا
سکھ کارواں سر تھے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

روزید کا خوش عید ہے سب عید کے روزاں منے
باندھے کمر جیوں نشکر ہور لیائے تاواں عید کا

وہ کیا برستا نور شرعی اس مہینے میں پہل
خورشید ناداں چھپ گئے جب و بھتی تاباں عید کا

اس عید اچھنے تھے سگل عیداں حجاباں میں ین
حلقۂ غلامی کان پا پکڑے ہیں گلداں عید کا

نیراں و خرمے سوں کیے مہماں نبی کے نیں خدا
عیداں کے بہاراں میں نبے ڈھالا اور افشاں عید کا

روزید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں دکاں عید کا

سچ عشق کا انت کوئی نا پایا ہی دنیا دیں منے
پایا سو اُن لیکر گیا تاتاں بہ ساتاں عید کا

روزید کے پھولاں منی نوروز کے پھولاں کھلے
پھولاں کے باساں تھے ہوا ہی جیو خواہاں عید کا

دکھ پھول کھندلے گئے انکے را بہارا بہار تھی
آلاتی ہیں کوئلاں مستی سوں الحاں عید کا

آنند کے منہ تھی گھرے گھر موتیاں راساں بھرے حوراں پڑیا باے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا

میٹھا ڈھیر ڈالے

تج وشٹ کی تاثیر تھے مردے سو ہر تھی جی اٹھے کانٹے سو کیاں پر دھر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا

تیری لطف سے پھر سے سوکھے

نہہ کا ترنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میرے شاہ بن پیرت کئے میداں چڑے جوبن سو ہالاں عید کا

عشق کے برابر

چابک سواراں لے دکھیاے چابکی کس میں نہیں کھیلے بھونت داواں الکھ سوں لیکہ چوگاں عید کا

بہت دیکھے یہ کے

جیکو چڑے گھوڑے اوپر اسکوں سواراں میں گنن تل ہور میسے کی گیند کر کرنے ہیں جولاں عید کا

گننے کیلئے جو کوئی

دیر ادئے ہیں گنج کے چھندانسوں کوہِ قاف پر موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خاناں عید کا

پھندوں سے

تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد انس و ملک منگتے سد اتج پاس و اماں عید کا

تیری مانگتے تیرے گلال

میخانہ کوں دھو دھار کھیا چندا بڑاں و کھیت گلال سے گالاں ستیں مد دیو منج داں عید کا

مجھے سے

دھن دیکھ نا لیوں کد ھیں مدے میں کلالاں پاس تھے لو چن سو رنگ کے رنگ تھے مد دیو احساں عید کا

کبھی سے سے

میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے جو بن کے مد خانیاں ستیں باندیا ہوں شرطاں عید کا

اور کی اور شراب خانوں سے باندھا

ن ۔ مسی ۔

روز یدیں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا — سب ہی نناں میں دیتا ہے درن نمایاں عید کا

دنوں دکھائی دیتا
برسا ؤمہ آنند کا نا ہوئیں منج رو کھاہرے — دل کے چمن میں طرح سٹ بس لاوں ریحاں عید کا

ینہہ میرے درخت — ڈال بتھلاؤں
نوروز ہور روز ید صیغہ بھائی پن کا ل کہے — دونوں ہوئے ہیں ایک ہور لیائی ہیں خوشیاں عید کا

اور — اور لائے
لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں — منج تیں دیئے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا

لاکھوں — مجھے
انعام تیرے سوں اگھائے گئے زمیں ہور آسماں — انبر کیا روشن سورج چند رہلا لاں عید کا

آسمان چاند
حاتم کی بخشش چھپ گیا ہی تیری بخشش کے انگے — گنجاں گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

مقابل — خزانے
نج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا ئیا — منج دور میں بھر دیو تم جوہر مرجاں عید کا

تیرا — سے — رلایا — میرے
بے منت انبر پڑیا ہے تمن نعمت نکھی آدم کے تئیں — دایم جھوا پی شکر منج عیداں آ عیداں عید کا

ہے
ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے — ترکاں کا ترکی نا چلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیوتے جگ جیو سب — برکت نبی اس نبر کوں کرتا ہوں مہماں عید کا

بہکر — جیتے — پانی کو
تج عدل تھی یوں گا نپتا عالم لو تھے پات جیوں — آنند خوشی سوں راج کر ہور جنت ڈاواں عید کا
تیرے — سے — ہوا سے پتہ جیسے — سے

۲
عید قرباں

نج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جہاں عید کا
اس کی باساں تھے معطر ہے گلستاں عید کا

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھے ہے
تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

رت بسنت تھے پھول کھلیے ہیں سراسر نور کے
تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف
طفل نمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

جلد پن تیرے ترنگ کا ہور کھڑگ جھلکا رتج
عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا

مکھ مصحف میں جو دیکھوں فال تلتل صبح گاہ
ہر طرف منج نین میں دستا ہے احساں عید کا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کرے
کدھیں دیکھے ہیں جم جمشید اے شاں عید کا

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کتے تائیں
قصہ خواں کیوں پر سکیں سو قصہ پایاں عید کا

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور جیت بزم تھے
اب پلو تج کن پیاریں ہور منگیں پاں عید کا

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھی ناڈر کے میں
بہو دیس کوں سنپڑیا ہی اب ناچھوڑوں داماں عید کا

پیرت منے سنپڑیا سو دھن خرچیا ہوں بن اس وصف بدل
باندیا ازل کے دیس تھی پیارے سو پیماں عید کا

حیدر نبی کے داس پن تھی قطب شہ کر عیش نت
موتیاں کی سہریا چڑ کہ کرتوں دشت یواں عید کا

جیکوئی محمد دین کا دشمن ہے آیا ہجر اُس
دندیاں کے دل ہور جیوں لا گیا ہے حرماں عید کا

احمد مدد تھے ہور علی صفدر کے زوراں تھے سدا
دشمن کلیجے میں کھڑک سو مار گھیا واں عید کا

نوروز ہور وزید کے خوشیاں ملے یک چاند میں
مارو رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا مکھ کالا کیا اسماں ہمارے دند میں
مے پیوتا ہوں شوق تھے نت آبِ حیواں عید کا

(ق۔ ج)

۳

عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہی سدا بن عید کا
مکھ کی پھوٹی تھے پھول کھلیا او پھول آئے دھن عید کا
سے ہے سے

قطب تارا کھینچتا آہن ربا کوں آپ دھر
سب ہی تاریاں میں او سے دستا ہی بڑپن عید کا
اپنی طرف نظر آتا وہ

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دھرتا ہے ہوس
او انندان سے جگت میں شمع روشن عید کا
سے وہ

نین و نبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
تازہ تازہ رہ نقاں ظاہر کیا فن عید کا

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے
حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھے نیں معلوم منجکوں راتدن
ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا
سے نہیں میں

چاند سورج لاج کر یا دل منے پنہاں ہوئے
جب نین جھلکار میں دکھلائے جھمکن عید کا
شرما کر میں

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے یک شاہ کے
اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب الاپن عید کا
وہ

خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج او پر یک نظر
آئیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا
وہ آیا میرے ہاتھوں

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تمہیں نت شادی خوشی　　تیری شادی تھی سو شادی ہے نمایاں عید کا
اور　　سے

شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا زانی اچھو　　تج بلا دور تائیں آپ آیا ہے قرباں عید کا
اور

عید کا ہز نانوں جگ میں عید تجہ مکھ تھی اہے　　اس خوشی تھے گا وقتے داؤد الحاں عید کا
سے

سب خوشیاں عشرت تمن مجلس میں باندھے ہیں کمر　　اب سلیماں کے نمن تم دیو قرباں عید کا
تمہاری　　طرح

عید اگر عیدی کا دیوے دان سکوں کیا عجب　　تیری مجلس تھی اکھایا ہے سو دکاں عید کا
سے

تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا　　کاں دسیگا تیری ہمت آنگے ساماں عید کا
اور　　سے　　کہاں نظر آئے گا

تج محمدؐ نانوں تھی سہنا ہے تاج احمدی　　وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا
تجھے　　سے

بخت و دولت تخت چو پھیر چوک جوڑے ہے سدا　　اس خوشی تھے رات دن گرجے سولیواں عید کا
سے

روشنی پایا ہوں میں یعقوب نمنے وصل تھے　　تج دیا کی باس تھی بستا ہے کنعاں عید کا
سے

اِس قصیدہ پر معانی عید جم قرباں ہے
نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا　　ق
نہیں

۴

عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا	سدا صلوٰۃ بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا
بڑائی ہی بہوت اس دیس ہمکوں عید میں سارے	سعادت میں سعادت ہی سعادت اس گھڑی کا
سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے جو کوئی	لکھیں بخشش کا خط اس کی پیشانی پر جلی کا
سنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب	سو معجز تھے خوارج کوں ہی ہیبت گڑبڑی کا
نبی مولود ہی دیباچہ سب مولود میانے	سو ہی نوروز عیداں میں انندیے سروری کا
ازل تھی عید کیاں خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن	ہمارے دور میں دایم خوشی ہے ہاشمی کا
خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں	محبت سوں کیا داماد حیدرؑ کوں نبی کا
کیا قرآں خدا نازل محمدؐ ہور علیؑ ہیں	سدا جبریل لیایا تا وحی ہور رحمت ربی کا
پیمبر ہے ہمارا سروراں میانے سو سرور	کہ صیغہ بولے ہیں جبریل سوں ملک راجی کا

جیوں ہما منے رکھیں میں چھانوں ہما پر تمیں
اس تھے پایا ہوں بڑائی ہور نشیمن عید کا

عید کی عیدی ولاؤ شاہ منجکوں پیار سوں
جیوں جو من طفلاں کوں دیو منجکوں جو من عید کا

عید نظن پن کا دیکھو ہور عید بڑپن کا دیکھو
ہے خوشی تن پن منے سولک جھاون عید کا

عید مجلس میں کریں آور رقیباں کوں پسند
او سپند جالے اوپر بہتا ہے ابرہن عید کا

وقت آیا ہے کہ غم کا جڑا و پاریں پڑ سوں
صد ہزاراں شکر پایا ہوں میں وھن عید کا

حج اکبر دینداراں کے اوپر واجب اہی
میر اجح او ہے کہ دیکھوں تج سوں درشن عید کا

عید مجلس میں کرے جب یاد مکیناں اوپر
کاج عشرت کا گھرے گھر ہوئے گلشن عید کا

ہے محمد نانوں تھے جگ میں محمد قطب شہ
تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا (ق)

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہاں ہے — ہوا مولود وصفاں تے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھی سدا یں — کرو تم حاتمی تا نانوں جاوے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں — علیؑ کا نانوں منج سرتاج ہے جم خسروی کا

پیمبر کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید — کہ منج ذرے کوں دیو وچاشنی تم لنگری کا

پیمبر نانو منج تن پر سلح سنجو دوام — . . . .

خوارج مصطفیٰ کے غصے تھے ڈر جیو سیتیں — . . . .

نبی کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر . . . — قطبی موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدرؑ کے صدقے
کرو غم تھے خلاصی و دیو فرماں منج خوشی کا

اشارت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کے نمنے　　تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوشیاں کے فوج واڑے ہیں ہمن دل پر انند سوں　　کہ چھن چھن جگ ہیں معجز دیتا پیغمبری کا

اُنوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر تو　　کہ ہی بارا اماماں ناؤں سدا سکندری کا

منگے پیغمبراں اپ تیں شفاعت نت خدا تھے　　ہمارے مصطفےٰ منگیں شفاعت امتی کا

مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلوٰۃ　　کہ تو ہوگا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا منج راتدن جم جم خوشیاں کر　　کہ بجتا ہے دمامہ دو جہاں میں حیدری کا

نبی کے نور تھی روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی　　علی صدقے کیے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا

پریاں حوراں ہید چندنا چتیاں ہیں عرش اوپر　　اکھٹے تال دھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تل تل خوشیاں سوں　　الاپیں مشتری ہو زہرہ سُر لے پنچمی کا

فلک ساتو بندھے آئیں ستارے چاند سورج　　وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا

خوشیاں شادیاں اسی مولود تھی ہوتیاں ہیں ظاہر　　زباں قاصر ہے حضرت وصف کہنے انوری کا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مُکھ یاد آیا

سُہاتا تھا محمدؐ پھل نمن اُن کا نین سارا

زیب دیتا مانند آنکھ

دِسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں تس کے

نظر آئے ناک

بھنور تل دیکھ اُس جا گا ہوا حیران من سارا

جگہ

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

انگور سنبلہ

سُہے اُس داکھ منڈوا سو جیا انبر کہن سارا

زیب دیتا ہے آسمان

اناراں میں سُہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں

زیب دیتے ہیں

ہر اک پھل اُس اناراں پر سُہے سکے نمن سارا

زیب دیتے ہیں مانند

کھجوراں کے دسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں گچھے

پیاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

نظر آئیں اور رات

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں

ہور اُس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

اور

۵

باغِ محمد شاہی

محمد نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا
نام سے محمد قلی ہے
سو طوباں سوں سہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا
سے زیب دیتا مانند
دسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا
نظر آئے سے روشنی چراغ
سو تیوں دستا دو والاں میں تھے میوہاں کا برن سارا
سے میووں جسم
بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں
ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا
سرک تھے باغ کوں دیکھت کھلے مج باغ کے غنچے
سے دیکھ کر میرے
سو اس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ مگمگن سارا
سے لگا

۶

عیدِ نوروز

کہ نس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا

رات اور

مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دِہر خوشی نوروز کی یک دِہر

انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پہ پیا دیتا

ہیرے کو

جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر

اور

بڑائی اُن تھے پا نوروزِ نوروزی صفا دیتا

سے

اے دل پنکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا

براتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹ او سب جفا دیتا

جلد وہ

دِسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم

مانند

نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہے چمن سارا

لگے رکھا

صنعت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی

بھی کھولا

دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا

حسینوں مانند

چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں

اپنے

سو تس آواز سُن حوراں کریں رقصاں اپن سارا

سُنکر

دکھت رُکھ مست ہو دستک بجاویں پات ہاتاں سوں

دیکھ کر درخت ہوتا پتے

سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا اَدھر جلاب کا پیالا

ہونٹ لعاب

یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا

یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے

اُمنگاں آپ اُمنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں

سے

تننتا کا تنن ناچیں، ہوے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں

چالیں پرو کر

دو تن کے نین ہور دل میں ای باتاں سب ریا دیتا

رقیب آنکھ اور

محمدؐ کی غلامی تھے محمد قطب شہ شاہ ہے

یہ

اسی برکت تھے دایم سب خواج کوں بلا دیتا

سے سے

(ق)

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نِت نِت

شب برات

اور

اے دونوں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دیتا

کی تجھے

ہے

ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرئے خوشی سب جگ منے بھرئے

ہرے میں

عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دیتا

اور

خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم

غم کو

اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دیتا

ہے دن

دعایاں تجھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے

سے

کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت فرا دیتا

نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے

خوشی سوں تو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دیتا

نئی

شاہ ختن سُن چلیا غرب نگر سے تھے لے فوج

سنکر چلا سے

تِن کے تناں رین رنگ جیسے اہے شکناب

جن جسم رات کے ہے

اتنے میں دیتا اہے صلح خدا تِن منیں

ان کے آپس میں

ہے تمیں نس دن کے شہ نا لڑو تم اتنے باب

تم رات بادشاہ

میں کیا تم دو کو شاہ یک سورج ہور یک ماہ

دونوں اور

دھرتی تمیں دو نوں جا دونوں کوں سر پہ خراب

زمیں

دن کوں سُرج، نِس کوں چند، تدبی کیا ہے وہاب

سورج رات کو چاند

چاند کو کیتا مجی، سور کوں کیتا ذہاب

کرتا سورج

۷

قصیدۂ منقبت

(تشبیب کے چند شعر)

آج شہ چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
سے
ڈھال فلک کی اُچا او شہ عالی جناب
اُٹھا وہ
باند خنجر کرن کی، زریں فرنگ ہات لے
باندھ کر تلوار ہات میں لیکر ١٣٠
صبح کے وقت آئیا پیکِ دو پیالی شراب
آیا پی کے
چڑک فلکِ فیلِ مست مستی سوں مکھ لال کر
چڑھکر
گرم ہو چلنے لگیا دن، لے کٹک بے حساب
فوج
سو ہے غلط، یوں نہیں ہے یو قضیا توں سن
یہ قضیہ تو
فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب
چاند

اتم طرحانسوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چندکوں

طرح سے

کرن رنگاں کے تحریر و نشاں ہم عید و ہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں

دلاؤ و پان پٹیاں باندے سواں ہم عید و ہم نوروز

فلک نو ۹ تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت

سے اور

خوشی شادی سیتی غم بھنجیاں ہم عید و ہم نوروز

دمے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت

اور

جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید و ہم نوروز

پرم موتی سمندر دل تھے ابلیں ذوق سوں بھر بھر

سے

تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عید و ہم نوروز

۸

نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
سے
سورج آو حمل پایا نہ عیاں ہم عید و ہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
سے
خراجاں لیکہ آئے من شہاں ہم عید و ہم نوروز
لیکر
مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
تجھے
اَدِکھ سکھ تھے کریں تارے قِراں ہم عید و ہم نوروز
سے
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم و عشرت کا
تمہاری
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز ۱۴۰

محمد ہور علیؑ کا ہے محمد قطب شہ داسا
(اور) (غلام)
کریں سیوا اوسے چوبھر پریاں ہم عید و ہم نوروز

سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں
نزاکت تھے کٹکتیاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاؤں سم
سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید و ہم نوروز

سہیلی چیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
(پہنی)
سہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
(درختوں)
جھلاں کھاویں بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز

لجیں شب رات آتشبازی تیرے نور اوجالے تھے
شرمائے سے
او سے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید وہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے
سکے ناکوئی کہنے او بیاں ہم عید وہم نوروز

وہ
تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید وہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی جوبن کا پکڑا
دسے ہنج نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید وہم نوروز
نظر آئے. مجھے ہمیشہ

کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کونپلیاں سیتی
او کسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید وہم نوروز
وہ شرمندہ

یوں کا نتھے پگلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے
(جوانی کی کان سے — سے)

میٹھائی مصر بھری مصریاں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نو ساقی نوا عشرت نویلی سوں

نوی خبراں سن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز

اچھو ارزانی تم تے عید ہور ای مجلس آرائی
(سے — اور — یہ)

سپند باوُ ودو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز
(ڈالو)

محمد کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے
(میرا)

سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم

دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز
(سے)

گُندائے پھول باراں میں خطائی ہور اسلیمی
پھولائے سب خطا کے ہیں نہال ہم عید و ہم نوروز

خطا دفتر اوپر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے
پری چین بائے حلقہ آپ کان ہم عید و ہم نوروز

نویلی دھن رنگیلی اب ہتھیلی میں نگاراں کئی
نگار اس کا نگارستان جیاں ہم عید و ہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا
پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز

جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے
او سی نھنے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز

اچھو دن دن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم

رہے اور

بجاؤ گاؤ وسب دن گاؤ ناں ہم عید وہم نوروز

گانا

سہیلا دوناں گاووکہ غم کا سب اثر بھاگیا

خبر لیا یا خوشیاں کا یوز ماں ہم عید وہم نوروز

یہ

خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر

مجھے

تو منج دربار پر گرجیں گجاں ہم عید وہم نوروز

میرے ہاتھی

پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سیتی

سے تیری اور

دیو تشریف گنج لامکاں، ہم عید وہم نوروز

تمارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی

سے

او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید وہم نوروز

ان

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں بوجتے حق تھے
سے
سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید وہم نوروز
لینے
خوشیاں آئے محمدؐ دور تھے منج گھر انداں سوں
سے
یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید وہم نوروز

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑ آئے منج
سے
خدایا او درنگ رکھ میری راں ہم عید وہم نوروز
وہ
جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے
اور
سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید وہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا
بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید وہم نوروز

مسکتی، ہنستی، ہنسلی سچلی ہنس کی چال چلتی او

چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے

سے

تمن دھپ بن پھکے میں جوہراں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری
پھیکے

تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر

ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں

چڑوں گا تو مدن کی پیڑیاں ہم عید و ہم نوروز

تیرے

خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برسال

اور

کروں تا خدمتِ صاحب نے ماں ہم عید و ہم نوروز

ہوا اسر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
پھر سے — پتلی
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید وہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پرنیاں ہم عید وہم نوروز
دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید وہم نوروز

سنگاری یوں سکھی پیاری سکے نا اُون قلم لکھنے
سجی ہے چیر زر پھل تاریاں ہم عید وہم نوروز

پشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سور جوتی کا
دیوے دل بار کے تیں باولیاں ہم عید وہم نوروز

چھبیلی سروقد ناری کوں لاگے نار پھل جوڑا
سورنگ دانے اوپر پھند حسن لٹاں ہم عید وہم نوروز
خوش رنگ

۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبیؐ پیغمبری حق تے سو اِس دِن پائے ہیں

سے

جبریل کھن تھے مصطفےٰ کن وحی لے کر آئے ہیں

آسمان سے کے پاس

سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو

قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں

سے بادل

(ج) (صفحات غائب ہیں)

قصیدہ ہور غزل لیایا تمارے پیشکش تائیں
اور — کے لئے
بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید وہم نوروز
میرے
دعاسوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں
کریں آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید وہم نوروز
اور

(ق)

پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
ہم
کہ اس مے تھے دیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی
سے نظر آئے مجھے
عنبر ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے
اور
اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
اُن لئے
بنچھل پھل کے عرق مبانے کلاؤ تم کدم چھند سوں
میں
ولے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل
بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی
بسنت پھل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن
عورت
سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
پھولوں کے میں

۱۰

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رمّانی
کھلا
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت بُجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی
سے
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی
نئی
سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں
سب لگے مانند
سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں
جو اُس مد تھے مدن چڑ کر ہمن رنگ ہوئے نورانی
سے
جو گرجے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
پیو و پیالا او غلغل نادسوں ہے میگھ نیسانی
وہ آواز کے ساتھ

یا علیؑ

.......ناقص الاول.......

سب انبیا پرور تمیں ہے اولیا رہبر تمیں
حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علیؑ

دانش تمن تھے آ بیا جگ پنت تمارا دھا بیا
(تم سے آیا)
بینش تمن تھے پا بیا جگ میں سو پیدا یا علیؑ
(تم سے پایا)

کرتے ہیں جیواں پیار تے تم پر تھے رضواں آرتی
(سے سے نثار)
زہرا سوں نس دن وارتے چند سورتریا یا علیؑ

بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن و اماں تمنا تے قطبا یا علیؑ (ج)

بندی چنری پرت نقشے کری اس پر تگٹ تارے

نوے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی
نئے
پھولوں کا
سورج کرنا کی چرکیاں ہات میں لے چھرلے یک چت سوں

سہیلیاں سوں اچھو منج کوں سدا ے کھیل ارزانی
یہ
نظر ہے مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کا قطب شہ اوپر
اور
کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
ان سے
اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں

معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

(بقیہ)

چرخ کے خُم خانے میں سور پیا جا نومد

آفتاب

مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن، شمع چاند، تارے پتنگ کے نمن

اُڑتے ہیں اُس آس پاس عشق تھے بے اختیار

سے

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں

چاند بھو یارا نمن تارے بُند ال نیر سار

فوارہ بوند پانی کی طرح

کھن کے مدر سے کنے چاند مدرس سنے

بحث کرن تارے آئے طالبِ علماں کے سار

۱۲

ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سُتنے کی زورق ڈبیا
ڈوبی سولے
ڈُبنے میں ترلے لگے بڑبڑے کے لکھ ہزار
سکتی
غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
سورج اسمان چاہ
جگ سبھیں یعقوب کے نین نمن اندکار
مانند
آگ براہیم کا بجکِ ہوا پھول بَن
بجھ کر
رین سوتیں آگ کا ہے دھنوے کا دھندکار
دہویں
چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
چاند
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار

رُباعیات

مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
(سے)
اسرار چھپے سینجلی تھے جا پوچھ
(سے)
گر پیاسا محبت کا ہے توں قطبا
او چشمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ
(اُس ... سے)

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ
(تقسیم کرنیوالا)
مشکل کے سو گانٹھاں کو کھولنہار علیؑ
کو لک کریں اے بھرٹ نمنے چوری
(کب تک ... یہ ... کی طرح)
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علیؑ
(توڑنیوالا)

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ
(کی گرہ)
ہر مشکلاں میں ہی مرے آدھار علیؑ
ہر ٹھار مددگار رہو اپ پیار سیتے
(جگہ ... اپنے ... سے)
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
(مجھے)

۴

انپڑیا ہے علیؑ ہت تھے لدم جام منجے
(کے ہاتھ سے ... مجھے ... حاصل ہوا)
متوال کہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
(متوالا کہکر ... اسی لئے)
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیاں سوں منج
(مجھکو)
ہے دھیان سوں حیدرؑ کے سدا کام منجے

۹

اُس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتا نیاز — کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ور ساز

زلف — کہا

منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ — ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز

کہی — زلف — اور

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں — انصاف ہر ایکس کا دیونہار سو توں

منج گرچہ چھوٹا نیں ہے گنہ تنتھ سبے — میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سو توں

چھوٹنے والا — چھوڑنے والا

۱۱

احمد علیؑ کے رُتبے تھے تج ہے جو خبر — کر فہم سینتی صرف شہادت پہ نظر

سے — اسے

اللہ محمد علیؑ برحق اہیں — نہیں ہے اینو تینو منے چوتھے کا سنچر

ان — میں

۱۲

تیرا شرف اور اک میں تیں ٹاک آیا — جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا

تیرا سو نشان مصحفِ پاک آیا — لولاکَ لما خلقت الافلاک آیا

۵

اپ دوست سوں مل پنتھ کہ میں جام منگوں
اُس ہونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں

(اپنے — مانگوں)

آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا
میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

(سے — سے)

۶

کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ
دل اپنا خوش کرو بسار اندیشہ

دل کوں کہاں ہی دل ہی کہاں صبر اوسے
یک بُند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

(بوند — اور)

۷

نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے
ناراز اپس دل کے بھتر کا کہے جائے

(نے — اس — اپنے)

جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر
اس سات سجن عشق اچھر کا کہے جائے

(جو)

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات
کہیا کہ تیری لب دا کہی حب نبات

(کہا — کہا)

کہیا کہ بچن تیری کہی قطب کی بات
اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام — اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام

مد کے مدے لیا و جو صفاتیں ہیں تمام — یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

(اور)

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منج — خوباں کوں دیکھن میں ہے مسلمانی منج

خمار کا خمخانہ اہے ٹھانوں مرا — ہر مد کا سو بُند نگین سلیمانی منج

(جگہ — بوند)

۱۹

منج یار کے مکھ سار نیں آتا اے پھول — کی کبرے کوں کا رنگ دیکھاتا اے پھول

جو لگ اچھے مل کانٹیاں سوں نیں فائدہ کچ — دھن بیگ تلیں آ باس توں پاتا اے پھول

(جب — رہے — نہیں)

۲۰

تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا — تج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا

تج فتنے تھے روزگار کُنج میں بیٹھا — ہور سور ترے چھانو تھے تج خانہ رہیا

(تیرے — سے — اور — سے)

۱۳

جیتا توں دل و جیو سوں قرآن دیکھے
احمد کے سو حق پر توں سبحان دیکھے
دیکھ حلقۂ خاتم النبیئین میں توں
دل نین سوں تا اضیع رحمان دیکھے
(کی انکھ سے)

۱۴

جس ٹھارمے لعل پھرے دور پہ دور
(جگہ)
اس ٹھارمے من کوں نبھاوے کچ اور
جے کوئی جو مستاں ہیں مد پیالے کے
(جو)
ہور طور میں آیا ہے دیکھت مد کا طور
(اور)

۱۵

ہے پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر
پھولاں کے نمن سارے ہیں یاراں حاضر
(مانند)
اس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے
توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر
(اور)

۱۶

کہیے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں
افسانہ کہن آوں گی تب تج بر میں
(کہنے)
(رہے)
گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر میں
(اور)
او بات توں بسرے ہے یا ہے سر میں
(وہ)

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری سوں کہہ
میری کو گپت بات توں اس چھپوری سوں کہہ
پھل جائے نمن وو بات اس گوری سوں کہہ
سمجا کہہ توں نکو سر زوری سوں کہہ

(وہ)

۲۶

بابل کے سحر تیسری نین بیناں میں
استاد ان سحر کا تج نیناں ہیں

(تیری آنکھیں)

گوش پالے جو کانا منے بینی ہے توں
قطبا کی نجھل موتی رتن بیناں ہیں

(کانوں میں پہنی)

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے
تج کوچے بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے

(تیرے چہرہ بغیر)

تج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے

(میری آنکھیں)

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہور جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں

(اور)

جینا جو خلاف ہے ان دونوں میں
دُھنڈ کر جو دیکھوں تو سب تج پاتے ہیں

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی منم ہور منی — اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
اور
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے — اپ خیال منے آ توں اگر ہے چوگنی
اپنے میں

۲۲

کھل جائے کنچک کا نٹہ جو دھن سینے اوپر — مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدھر
نظر آئے
سینے میں تھے یو دستا ہے دل اُس کا — جوں موتی پہ جھل دستا ہے پانی بھتر
سے

۲۳

اے بارِ خدا اپنے درویش کوں بخش — مجکوں سو محمدؐ علیؑ کے کیش سوں بخش
دشمن کوں تموں توڑ دوستاں کوں توں نواز — دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

عین علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوے لال — ہور لام علیؑ تھے لعل رتناں ہوے لال
اور
دشمن علیؑ کے کہربا جوں پیلے ہوے — حُبِ علیؑ تھے مکھ محباں ہوئے لال
سے کی طرح

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق ہیا پایا ہے — او رمز کرا شوق پیا پایا ہے
(اس)
(کا) (دل)
تیری سو کمر میانے ہے معنی باریک — جو جانتا ہے سو او جیا پایا ہے
(وہ) (زندگی)

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ — پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ
جب عیش ع توں کرنے منگے دھن سنگات — جیوتن میں اچھے لگوں توں ہونٹاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپ مال کروں ساری رات — نیناں کی دیوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھات
بوساں دیو کر کہہ کے بہے آس کرے ہے — لب پر دے حوالہ توں میں جانوں وو نبات
(اسکو)

۳۶

اللہ کا لے ناؤں تو کیجیت سوں اول — ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
(اور)
اس تھے سو محمد علی کوں ایک جان — ان دو نوکوں نہیں ہے دوجا میانے بدل
(میں)

۲۹

شہ ہات منے جام سو جم جاہ دیکھو — پکڑے اہیں سورج کوں نج ماہ دیکھو

میں — سورج

مریخ اسد پنجے ہیں دیکھن منگے کوئی — شہ ہات ہیں خنجر سو ندے کاہ دیکھو

دیکھنا چاہے

۳۰

تج سار سو دھن دھن سو جیون بریں اچھو — منج ہونٹ میں تج ہونٹ لب جو دھن گھربن اچھو

دھن دھن سوں جو میلے تو انند موئے انت — تج عشق ہو من میں جو دل سکا زر ہیں اچھو

میرے دل — سکہ

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر — زر نمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر

تیرے — کی طرح

زر دور کرے ہجر ملا دے دلبر — رحمت ہی خدا کی سو سدا زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی — کد پھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی

منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں — یک تل جو نہ دیکھن تج جو بھر بھر ڈھلتی

۴۰

خدایا دے	مدد منج جم	محمد سوں	ملا پنج تن
مدد منج جم	دے جیو کا منج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
محمد سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابھرن
ملا پنج تن	کھلا گلشن	دکھا ابرن	جلا رتن

۴۱

نہیں کیں	تج ایسی	سہیلی	چھبیلی
تج ایسی	نہ اچھ سے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	ندیکھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نویلی

۳۷

تج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال   تج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال
سے
توں ایک ہے تجسا نہیں دوجا کہیں   کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح   جے تھے اہیں تج جیو جیون تھی اباح
سے   جیسے
متا مست ہو کر رقص کروں پیالے نمن   اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح
اپنے   سے

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو   وو ادھر لا ادھر آدھار کرو

مکھ گلال...... ادھر کمل لال کرو   اِدھر اودھر ملا آہار کرو

دیگر اصناف

مراثی

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم پھر کر

زمیں ہور آسماں میا نے بھریا سر تھے الم پھر کر

اور میں پر سے

زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا

یتا کچ دل میں دکھ داتیا نہ نکلے غم تھے دم پھر کر

اتنا کچھ

اماماں تیں سوج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ

کے لئے

جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے پنم پھر کر

خود مانند

تھے

مسلماناں ندیاں سارے بھراؤ اپنے انجھوں تھے

آنسوں سے

کہ آیا ہے اماماں کا بلا سر تھے ستم پھر کر

محرم کا نہ لیو ناوں کد تم اے مسلماناں

نام بھی

قیامت ہو قیامت کا اچایا ہے علم پھر کر

نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کدہیں جنت منے یکتل

یں

حسیناں کے دکھوں ماتم پکڑ تے ہیں جنم پھر کر

(ناقص الآخر)

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں

کہ انجھواں کے لہو سیتیں پیالے بھر پلایا ہے

سے

اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومِ کافر

سے

ہوئے بے قول تو اُن نیں خدا دوزخ بنایا ہے

کے لئے

کئے ہیں مومناں کسوت حسن کے زہر تھے ہریا

سے

سو اس کے چھاوں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے

سے

خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی

کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سُہایا ہے

کان

مدد کرنے ملک آئے قبولے نیں امام اُن کو

کہ حیدر ہات تھے جبار وندیاں سر گرایا ہے

سے دشمن

جدہر

سورج جلتا ہے سارے مائمیاں کے آہ تھے سب دن

چندا اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں
کے لئے

او لہو لالی کا رنگ سا تو گگن اپرال چھایا ہے
وہ اوپر

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے
امام

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اون اوپر
ان

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے
اتنا

اگارہ مہینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں
مانند

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور درد واتے ہے ہور کچا جلتا
اور اور

اوسی تھے دو جہاں تیں نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے

اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے سے

یتیماں واہ پیا سے واہ پیا سے کر رویں مل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلا اُن کا سکایا ہے
سے آنسو

اسے جیو نا جانئوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلنا کر

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے ہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

ہے
شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھلیا
سے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا
جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید وسب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
سکیں
دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ یہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر
سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سر بعیں ڈبایا ہے
زمین

یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے
کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے
بچپن

یزید و شمر کے کاماں نہ کر سیں کوئی شیطاں بھی
سکے
ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

سب دُکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں
حد
فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کہیں
کہیں میں
فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی تھے غم انجھو سٹے
سے
ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے
مصطفیٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سکھائے
مصطفیٰ ہور مرتضیٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور
نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
سے
دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
سے اور
جیوں نبیاں میں مصطفیٰ ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح
کفر کے تیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین
دوستاں رو رو لہو غم تھے اسیر ہے ہم امیرؔ
اثر
باپ نیں ماں نیں حسین ہے کر بلا بن میں اسیر

خدایا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سو یتیماں پر جفا ہور ظلم دھایا ہے
اور

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلمانا ں

روؤ دم دم کہ دوزخ اگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے
سے تم

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب
سے

شہیداں دوستی تھے سب شہاں سیانے سرایا ہے
سے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے لہو رودیں
سے

وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھویں !

آہ ہمارے درد تھے دریاکوں سب جوشش آوتا
سے آتا

ماتمیاں کے لہو بُنداں تھے آگ سب بنج جاوتا
بوند سے

مرثیہ

دوجگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وائے وائے
کے کے سے دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے وائے
کے رویں جلا

ساتوں گگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت
آسمان آٹھوں اقلیمیں

ایکس تھے ایک آپس میں اپ دکھ کرتے کاری وائے وائے
ایک سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے
مکہ (خانہ کعبہ) دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وائے
بھی سے

لوح، ہور قلم، کرسی، عرش، قدسیاں، ملک، غلمان سب
اور

بجلیاں بدل اڑا دتے ہیں رات ساری وائے وائے
بادل چلاتے ہیں

اسمان چھج جالا ہوا سورج اگن والا ہوا
چھجا جل گیا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے وائے

اپنے پوتاں کوں کہے پند بُندپیو تم چپ رہو
بوند
میرے بعد از پیاسں میرا میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن داد یو
کرتے
یہ
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کواپ پناہ
(اپنی)
تمہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ
کے پاس
سے

حضرت نبیؐ کے گیسواں دونو اماماں کے پگاں

قدم

جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے

اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دو پتاں کاندھے نبیؐ کر اُٹنیاں

پوت — اونٹ (مونث)

تس پر چڑھے وو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے

شہزادے کئے سب کے اونٹاں ہمنے پکارے اُس زماں

کہے — مانند

عفعف نبیؐ تنکوں سناں کے دوی باری وائے وائے

جبرئیل آ کر کہے تسری براں جو عف کئے

تیسری بار

اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

سے

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہوئیں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری وائے وائے

بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

یہ

پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھرے سمدر ال

پرند گرادئے سمندر

چھوڑے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو تو زاری وائے وائے

کالے ہوے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل

سے ڈالیں مٹی سب

تو پکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے

سے

پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی

سوکھے سے خاموش ہوگئے

کوئل جینا دکھ ستی بن بن پکاری وائے وائے

سے

دیکھو تمیں اے مانساں دانے چریں نا پنکھیاں

تم لوگو

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے

دردکاں

دو جگ خراباں ہو رہے حیواں کباباں ہو رہے

سمدر سراباں ہو رہے نا ہوے جاری وائے وائے

سمندر

دکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی جلے

کی

کھن پر فرشتے کھلبلے ست اختیاری وائے وائے

نَیَن چت سوں دیکھی ہوں میں پنتھ تمارا — تمن بن منجے کیوں گمے رات ساری
تمہارے بغیر مجھے گذرے

کہو صاحب آئے نواں ہے کس کی نشانی — کھنے کھن تمن پر تھے جاوں گی واری
سے

انن سات تل مل کے منج کوں پیارے — تمن قول بیرے کنے تھی میں پیاری

تمیں صاحب ہیں کس منا و بھلاوُ — مو اندازہ کیا تم کہوں میں بچاری
میرا

نبیؐ صدقے بیچاری کوں یوں نہ مارو
الٰہ کی نظر تھے قطب کی سنواری (ق)
اللہ

(۲)

پیا میں ہوں پیوے کی بندی تماری — رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری
نظر

کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی — اُسی تھے لگی ہے تماری خماری
سے

میں ہلچی ہوں تج نیہہ کے بن میانے — اُسی تھے دو تن تم لگاتی ہے چاڑی
تیری محبت اسی لئے

عشق بھاگ کھیلتی سہیلیاں سیتیں میں — امنگ رنگ کھیلاں سوں میں کوں سنواری

دکھ بات کو تو جیب جلے لکھنے قلم بی نا چلے
کی کہوں
دل جیوں شمے جل تلملے سُدکی ہماری وائے وائے
شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن
راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وائے وائے

قطبا کو ہے اللہ مدد بستا ہے اس دل میں احد
تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے
مجھے

ریختی

سنو ایک دو بات صاحب ہماری
سہیلیاں چتر میں ہوں بندی تماری
کبھو رات کن سات کینے من میں یاتاں
کس کے
کہ چوتا ہے تم نین تھے رنگ خماری
ٹپکتا سے

(۴)

ہوں تل تل تمن پر تھے واری ہو پیاری — کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری

میں میں

سے

عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی — کہ نکھ چین جن چین باندھی ہے ساری

اپنی

پرم پیار سوں آئی ہوں تو کے در پر — کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری

کس طرح

مو سر بھر نہ رکھ سار دوتی کا ہت — کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاڑی

چغلی

بینے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی

(نہیں ؟)

کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری (ق)

سہیلیاں میں شرطاں سوں آ کر کھڑی ہوں — منجے دیکھ کر بھوں میں ناگا نٹھ پاری

ڈال دے

مرے نازنیں مہندی ہت میں نگارے — سہیلیاں منے میں ہوں پیو کی پیاری

ہاتھ — میں

نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں

تمن بولنا کیا ہے میں شہ پہ واری (ق)

تم سے

(۳)

پیارے نکر کھیچ ہوں تو پہ واری — تو آساں سیتیں چھپوں میں ننپھ کھاری

میں — تیری امید میں

تمے پیرم کی سیج کما بھورا آئی — موتم یاد کی لاگی نیستاں خماری

مجھے تمہاری

سو ڈھل پاک کھنجناں او چنتی — اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری

یہ

چوڑی چین اب ہوی ہیں تو تجھے پرگٹ — تمن کوں کون روک راکھی کنواری

تجھ سے

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں

ہے

نکو جی کی چین چھند بندسوں سنواری (ق)

مثنوی

(نا مکمل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اُس پر تمام — نامِ خدا لے کرو ختم کلام

کیلی ہے اللہ کُلُف کُھل کی تیں — نامِ خدا فرح ہے دل کُھل کی تیں

کے پھول

حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر — ہے الف اللہ نہ زیرؔ و زبر

نورِ خدا کا ہے جہاں نور ہی — ایک اپے سب منیں بھرپور ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سو نہ اچھسے وو اچھیگا سدا

رہے وہ رہیگا